فوائد صفدریہ
المسمّٰی
برموز القرآن
افادات
سرفراز خان صفدر
تفسیر کی خصوصیات
ضبط و ترتیب
مفتی عمر نیاز بنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم




| | |
|---|---|
| نام کتاب | فوائد صفدریہ |
| افادات | شیخ التفسیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ |
| مرتب | مولانا مفتی عمر نیاز بنوی |
| ناشر | دار الحسنیٰ اردو بازار لاہور |
| طبع دسواں | اکتوبر 2020ء |

دار الحسنیٰ

الفضل مارکیٹ، ۱۷ اردو بازار، لاہور۔

Email: booklinebookline@yahoo.com

0423-7361591, 0322-3005015

| عنوانات | صفحہ نمبر |
|---|---|

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|---|---|

| صفحہ نمبر | عنوانات |
|---|---|
|  |

# تقریظ

## استاذ العلماء، امام الفضلاء حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ المدنی

## استاذ الحدیث جامعہ حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

فوائد صفدریہ المسمی بہ رموز القرآن کے جستہ جستہ مقامات کے مطالعہ سے حددرجہ انبساط وسرور نصیب ہوا، ماشاء اللہ فوائد صفدریہ زرین تفسیری جواہر پاروں، سینکڑوں فقہی، عقائدی مسائل واحکام، متعدد لغوی، صرفی نحوی تحقیقات، مختلف اشکالات واعتراضات کے جوابات، شان نزول، ربط بین السور والآیات اور دیگر بیشمار علمی نکات ودقائق وفوائد کا گنج گرانمایہ ہے۔ جن کو فقیہ العصر، امام اہل السنۃ والجماعت، ترجمان مسلک دیوبند شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نور اللہ ضریحہ شعبان ورمضان کے دورہ تفسیر میں بیان کیا کرتے تھے ان کے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی عمر نیاز بنوی حفظہ اللہ تعالی ورعاہ قابل صد سپاسی وتشکر ہیں، کہ دوران درس وقیع دروس تفسیر یہ کو ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کر رہے تھے۔ پھر روزانہ ان دروس کو ٹیپ سے کاپی میں لکھ دیا کرتے تھے دورہ تفسیر کے اختتام پر فوائد صفدریہ ایک کتابی شکل میں منضبط ہوگئی تھی۔ جس سے دورہ تفسیر کے شرکاء نے اپنے لیے فوٹو سٹیٹ کاپیاں نکلوائیں۔

حضرت رحمہ اللہ کے تلامذہ کرام اور دورہ تفسیر کے فیض یافتہ فضلاء کرام کے مسلسل اصرار پر حضرت مولانا مفتی عمر نیاز بنوی صاحب نے افادہ عام کی خاطر فوائد صفدریہ کو زیر طبع سے آراستہ کرا کر شائقین علم تفسیر کو ایک وقیع تفسیری شاہکار سے سرفراز فرمایا، بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہوں کہ وہ اس عظیم قرآنی خدمت کو شرف پذیرائی عطا فرما کر شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے لیے باقیات صالحات وصدقہ جاریہ بنادے۔ اور محترم مفتی عمر نیاز بنوی کے نامہ اعمال کو اس جلیل القدر، روح پرور، ایمان افروز تصنیف سے منور ومعطر فرمائے۔

وصلی اللہ تعالی علی اشرف رسلہ وخاتم انبیائہ وعلی الہ واصحابہ اجمعین الطیبین الطاہرین

کتبہ شیر علی شاہ خادم اہل العلم بجامعہ دار العلوم الحقانیہ اکوڑہ خٹک ۱۴۳۲/۲/۲۰ھ

# تقریظ

## سید العلماء صفوۃ الصلحاء قاری مفتاح اللہ صاحب

## استاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد

ہمارے محترم دوست مولانا عمر نیاز صاحب نے فوائد صفدریہ کے نام سے حضرت العلام امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تفسیری فوائد کو انہی کی کیسٹوں سے اخذ کیا ہے جو انتہائی کارآمد نکات ہیں۔ اس کے مستند ہونے کے لیے امام اہلسنت کا نام ہی کافی ہے احقر نے بھی وہ فوائد اسی وقت سے حاصل کئے ہیں جب سے وہ کاپی کی شکل میں تھے اور بندہ دورہ تفسیر میں ان پر نظر ڈالتا ہے اور طلباء کے سامنے نقل کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطاء فرمائے کہ انہوں نے حضرت کے ارشادات اور تفسیری نکات کو علماء وطلباء کے سامنے پیش کیا ہے۔ اور امت پر احسان عظیم فرمایا، جو بھی ان فوائد کو دیکھے گا، تو محسوس کریگا کہ عطر آنکہ بخود گوید نہ کہ عطار بگوید، اور کمال یہ ہے کہ اتنی عظیم دولت صرف ایک مجلد میں ہے جس کا حصول علماء وطلباء کیلئے آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ امام اہلسنت کے فیوضات و برکات جو ان کی تصانیف کی شکل میں ہے، اور شاگردوں کی شکل میں ہے، پوری دنیا میں عام فرمائے اور تاقیامت دنیا کو ان سے مستفید ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز

کتبہ احقر الناس مفتاح اللہ عفی عنہ
۹ صفر الخیر ۱۴۳۳ھ ۱۴ جنوری ۲۰۱۱ء

# عرض مرتب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم:

راقم کو شعبان ورمضان ۱۴۱۰ھ کو شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب نور اللہ مرقدہ سے دورہ تفسیر پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ دورانِ درس روزانہ حضرت شیخؒ کے بیان فرمودہ اہم تفسیری فوائد ٹیپ ریکاڈر کے ذریعہ کیسٹوں میں محفوظ کرتا اور پھر کیسٹوں سے کاپی پرتحریر کرتا، جس دن دورہ تفسیر اختتام کو پہنچا اس دن راقم کی شبانہ روز محنت سے حضرت شیخؒ کے تفسیری فوائد پر مشتمل ''فوائد صفدریہ'' کے نام سے ایک کاپی تیار ہو چکی تھی۔ دورہ تفسیر میں شریک متعدد ساتھیوں نے کاپی سے فوٹوسٹیٹ کاپیاں نکلوائیں۔ کچھ عرصہ بعد ملک کے مختلف شہروں سے علماء نے اس کاپی کی فوٹو کاپیاں منگوانی شروع کردیں۔ کئی سالوں تک یہ سلسلہ جاری رہا، بالآخر بعض مشفق اساتذہ اور چند مخلص ساتھیوں نے اس کاپی کو کتابی شکل میں چھپوانے پر اصرار کیا اور کہا کہ کتاب کی بنسبت فوٹو کاپی پر دُگنا خرچہ آتا ہے۔

لہٰذا راقم نے پوری کاپی پر نظر ثانی کر کے اغلاط کی تصحیح کردی اور اس نیت سے چھاپنے کا ارادہ کیا تاکہ حضرت شیخؒ کے تفسیری فوائد سے زیادہ سے زیادہ علماء وطلباء استفادہ کریں اور اللہ تعالیٰ راقم کی اس کاوش کو حضرت شیخؒ کے بلندی درجات کا ذریعہ اور راقم کی مغفرت کا وسیلہ بنادے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرمائے آمین۔

قارئین سے راقم کی گذارش ہے کہ اگر کہیں کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اسے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنے کی بجائے راقم کی خطاء فی السماع پر محمول کیا جائے، اور اسکی اطلاع دی جائے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

(مفتی) عمر نیاز بنوی

# شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر نور اللہ مرقدہ کے حالات زندگی

نحمدہٗ ونصلّی ونسلّم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

فرمانِ نبوی ﷺ "العلماء ورثة الانبیاء" کے مطابق تاقیام قیامت علماء حق کی ایک ایسی جماعت کا وجود ضروری وناگزیر ہے جو نسل انسانی کی اعتقادی اصلاح اور فکری نشوونما کے لیے جدوجہد کرتی رہے، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی وراثت علمی کی تقسیم کے لیے اپنی تمام جسمانی توانائیاں اور علمی وفکری صلاحیتیں صرف کردے، کیونکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم ہونے کی بناء پر تمام تر تبلیغی ذمہ داریاں علماء حق کے کندھوں پر ہیں اور علماء حق نے اپنی ان شرعی اور ملی ذمہ داریوں کو کما حقہ نبھا کر اُمت مسلمہ پر جو احسان عظیم کیا ہے وہ تاریخ اسلامی کا ایک روشن اور سنہری باب ہے علماء حق کے اس مقدس قافلہ علم وعمل کا یوں تو ہر فرد گوہر یکتا کی حیثیت رکھتا ہے لیکن اس کاروان زہد واتقا کے کچھ میر کارواں ایسے بھی گزرے ہیں جو دین وملت کے لیے اپنی ذات میں انجمن اور ادارہ تھے ان کی تقریری وتحریری اور دینی وملی خدمات اس قدر ہیں کہ ان کے پیش نظر بآسانی یہ فیصلہ کرنا محال ہے کہ یہ خدمات فرد کی ہیں یا جماعت کی۔

اس قافلہ علم وعمل اور کاروان زہد واتقا کے ایک میر کارواں عصر حاضر کے جید عالم دین، فقیہ العصر، محدث اعظم پاکستان، شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی ذات گرامی ہے شیخ الحدیث صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، کیونکہ ان کا شمار عصر حاضر کی ان نابغہ روزگار ہستیوں میں ہوتا ہے۔ جن کے علم وعمل، زہد وتقویٰ اور شرافت ودیانت پر بلاخوف تردد اعتماد کیا جاسکتا ہے بے لوث خدمات اور بے داغ کردار کی بناء پر وہ علمی، ادبی اور عوامی حلقوں میں یکساں طور پر ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

## پیدائش:

آپ ۱۹۱۴ء میں ضلع ہزارہ تحصیل مانسہرہ (موجودہ ضلع مانسہرہ) کی ایک غیر معروف بستی ڈھکی چیڑاں داخلی "کڑمنگ بالا" کے ایک متوسط گھرانہ میں جناب نور احمد خان بن گل احمد خان کے گھر پیدا ہوئے قومیت کے اعتبار سے سواتی (پٹھان) ہیں۔ اس وقت غالباً کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عزم واستقلال کی چٹان بن کر خداوندان ظلم واستبداد کے سامنے سینہ سپر ہوگا کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ بچہ علم وعمل کا آفتاب بن کر سرزمین ہندوپاک کو اپنی روشن کرنوں سے منور کرے گا کسی کو علم نہ تھا کہ اس بچہ کے سینہ میں قرآن وحدیث، فقہ وتفسیر اور علوم اسلامیہ کے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے

سمندر موجزن ہونگے اور ہزاروں انسان بالواسطہ یابلا واسطہ اس کے علم کے نور سے روشنی پائیں گے لیکن تقدیر اس بچہ کے مستقبل پر رشک کر رہی تھی۔

ابتدائی تعلیم:

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی جو ناظرہ قرآن پاک اور سکول کی چند کلاسوں تک محدود تھی اور گھر کے دیہاتی اور پہاڑی ماحول میں اس سے زیادہ تعلیم کا انتظام نہ تھا جس کی وجہ سے زیادہ تر وقت پہاڑی ماحول کے مطابق بھیڑ بکریاں چرانے میں گزرتا لیکن آپ کے قلب وفکر میں تو فطرتاً اس تعلیم کے تصورات غالب تھے جس تعلیم کے ذریعے آپ نے انسانی افکار کی تسکین اور انسانی قلوب کی آبیاری کرناتھی۔ انسانیت کو گمراہی کی تاریکیوں سے نجات دلاکر ہدایت کی روشنی سے منور کرنا تھا نسل انسانی کو شرک وبدعات کی آلودگیوں سے پاک کر کے توحید وسنت کے پاکیزہ تصورات کی طرف اس کی رہنمائی کرناتھی معاشرہ کی رسومات باطلہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے اسکی جگہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لیے جدوجہد کرناتھی اور خداوندان ظلم واستبداد کو عدل وانصاف کا پیغام دیناتھا۔

دینی تعلیم کے لیے سفر:

بچپن میں ہی والدہ محترمہ اور والد محترم کا انتقال ہوگیا اور تعلیم میں آگے بڑھنے کا بظاہر کوئی امکان باقی نہ رہا تو کسی نیک دل بزرگ نے انہیں اور ان کے چھوٹے بھائی حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کو دینی تعلیم کے لیے دینی مدرسہ کا رُخ کرنے کا مشورہ دیا اور آبائی گاؤں کے قریب قصبہ بفہ میں حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کے مدرسہ میں پہنچا دیا جہاں کچھ عرصہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ، ملتان، کوئٹہ وغیرہ کے مدارس میں درس نظامی کی ابتدائی کتب کی تعلیم حاصل کی لیکن دل ابھی ذوق تعلیم سے سیراب نہ ہوا اور مزید تعلیم کے لیے گوجرانوالہ کی قدیم دینی درسگاہ مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں داخلہ لیا اور حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے مزید تعلیم حاصل کی آپ کا فرمان ہے کہ میرا تعلیمی ذوق وشوق اور علمی استعداد استاد محترم حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ کی خصوصی شفقت اور توجہ کا مرہون منت ہے اور اکثر وبیشتر کتب آپ نے مولانا عبدالقدیر صاحبؒ سے ہی پڑھیں مولاناؒ کی ایک خصوصی شفقت آپ پر یہ بھی تھی کہ طالب علمی کے زمانے میں ہی جو کتب پڑھائیں وہ اپنی نگرانی میں آپ سے طلباء کو پڑھواتے یعنی مہربان اُستاد کی شفقت وتوجہ اور خصوصی نگرانی میں قابل وہونہار شاگرد اپنی علمی وفکری استعداد کی خصوصی نشوونما کے لیے تعلیم وتدریس کے ابتدائی مراحل یکساں طور پر طے کرتا رہا مہربان اُستاد کی خصوصی توجہ کے اثرات جو آپ کی تدریسی زندگی میں مؤثر ہوئے ان کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو ان حالات سے واسطہ پڑا ہو اس لیے جب بھی حضرت مولانا عبدالقدیر صاحبؒ آپ کے پاس تشریف لاتے تو آپ اپنے تمام معمولات (جن کو

عام حالات میں ترک کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا) ترک کر کے ہمہ وقت استاد محترم کی خدمت میں مصروف رہتے۔ آپ کے برادر خورد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مدظلہ مہتمم و بانی مدرسہ نصرت العلوم گوجرانوالہ بھی آپ کے ساتھ زیر تعلیم تھے لیکن اسباق میں آپ سے دو سال پیچھے تھے آپ نے تکمیل کے لیے عالم اسلام کی شہرہ آفاق یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند جانا تھا لیکن شوق تھا کہ دونوں بھائی اکٹھے تکمیل کریں چنانچہ اس شوق میں تکمیل یعنی دورہ حدیث کو دو سال کے لیے مؤخر کر دیا اور اسی دوران استاد محترم کے حکم و شفقت کی تعمیل میں مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ ہی میں استاد محترم کی زیر نگرانی تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے اور پھر ۱۹۴۰ء میں سند فراغت حاصل کی قیام دارالعلوم دیوبند کے دوران آپ نے جن اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ان میں شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ وغیرھم کے اسماء گرامی نمایاں ہیں۔

سیرت وصورت کے خدوخال:

وسعت مطالعہ ذہانت و فطانت اور فکر و تدبر کے اعتبار سے بے مثل، ظاہر و باطن میں یکساں سنجیدگی ان کی خوبی، علم ان کا کمال، عمل ان کا جمال، شرافت ان کا وقار اور سادگی ان کا شعار، گفتار اور کردار کی پختگی ان کے اسلامی افکار کی ترجمان ہے لباس میں سادگی، انداز میں اپنائیت، چہرے پر نورانیت، افکار میں بلندی، آواز میں پستی، گفتگو میں ٹھہراؤ ارادوں میں سختی اور عزم میں پختگی کسی دیکھنے والے کو متاثر کیے بغیر نہ رہتی کلام و طعام نشست و برخاست اور سیرت وصورت میں دیکھنے والے کو سنت رسول ﷺ کی جھلک نظر آتی ہے زندگی عاجزانہ، چال باوقار، مزاج عارفانہ انداز ناصحانہ اور کلام عالمانہ سننے والے کی دل کی گہرائیوں میں اُترتا چلا جاتا ہے مضبوط بدن کی طرح عزم بھی قوی، بڑھاپے میں بھی ارادے جوان اور اس پر بیماریوں کا سیل رواں لیکن کوئی چیز ان کے عزم و استقلال کی راہ میں رکاوٹ نہ بن سکی۔

روحانی سلسلہ:

علمی و فکری صلاحیتیں اور قابلیتیں اپنے مقام پر لیکن واردات نفسانی اور وساوس شیطانی سے پوری طرح تحفظ حاصل کرنے کے لیے کسی مرشد کامل کے دامان محبت و عقیدت سے وابستگی ضروری و ناگزیر ہے جید و مستند اساتذہ سے تحصیل و تکمیل کے بعد آپ کو کسی مرشد کامل کی تلاش ہوئی جس کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر وہ اپنے لیے روحانی تسکین کا سامان فراہم کر سکیں۔ انہی دنوں پنجاب میں رئیس الموحدین، سرتاج المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب نوراللہ مرقدہ (واں بھچراں ضلع میانوالی) کے دورہ قرآن کا غلغلہ مچا ہوا تھا اور ہزاروں شائقین علوم قرآنیہ اپنی پیاس بجھانے کے لیے اس دورہ تفسیر قرآن میں شرکت کرتے آپ بھی یہی شوق لے کر ان کے دورہ تفسیر قرآن میں شرکت

کے لیے تشریف لے گئے اور دیدہ و دل ان کی اتباع سنت میں ڈوبی ہوئی زندگی پر نچھاور و قربان کر کے چلے آئے نقشبندی سلسلہ میں ان سے بیعت کی مرشد کامل نے بھی اپنی ایمانی فراست سے اس جوہر قابل کو پہچاننے میں تاخیر نہ کی اور خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

مرشد کامل کے ساتھ آپ کے انتہائی قلبی تعلق ومحبت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جب سبق کے دوران مرشد کامل کا نام آجائے آپ انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ مرشد کامل کا تذکرہ فرماتے ہیں یعنی ہمارے حضرت نے یہ فرمایا ہمارے حضرت نے اس کی تفسیر اس طرح کی ہمارے حضرت نے اس کا ربط اس طرح بیان کیا غرضیکہ آپ کے الفاظ اور انداز میں مرشد کامل کے ساتھ جس سچی اور والہانہ عقیدت کا اظہار نمایاں ہوتا ہے ان سے سننے والا بآسانی آپ کی دلی کیفیت کا اندازہ کرسکتا ہے۔

**معمولات میں استقامت:**

جب تک صحت نے اجازت دی اپنی ڈیوٹی اور معمول میں حتی الوسع ناغہ نہیں کرتے تھے اور نہ تاخیر کرتے تھے کالج ڈیوٹی میں ایک دفعہ لڑکوں نے سوال کیا کہ آپ کبھی ناغہ بھی کرتے ہیں آپ نے جواب دیا ہاں جب یہاں موجود نہ ہوں یا ایسا بخار ہو جائے جس کی وجہ سے چلنے پھرنے سے قاصر ہوں اور واقعتاً تیز بارش میں بھی نماز پڑھانے کے لیے تشریف لے جاتے درس کا عموماً ناغہ نہ کرتے اگر باہر کہیں تبلیغی سلسلہ میں جانا ہوتا تو یہی شرط ہوتی کہ رات کو واپسی ہوگی تاکہ صبح کا درس اور اسباق کا ناغہ نہ ہو ۱۹۵۴ء سے مدرسہ نصرت العلوم میں تدریس کے فرائض سرانجام دینا شروع کیے۔ ۱۹۷۷ء سے مدرسہ کی طرف سے آپ کو لانے اور چھوڑنے کے لیے گاڑی خریدی گئی اس دوران تقریباً بائیس سال تک وہ بس یا ریل کے ذریعے سبق پڑھانے کے لیے گکھڑ سے گوجرانوالہ جاتے رہے اس دوران آپ کے معمولات میں استقامت کا یہی عالم تھا بسا اوقات ایسا منظر بھی دیکھنے میں آتا کہ تیز بارش کی وجہ سے طلباء یقینی چھٹی سمجھ کر کمروں میں آرام کرنے لگتے لیکن آپ کی آمد کی اطلاع کی گھنٹی طلباء کو نیند اور آرام سے جھنجھوڑ ڈالتی بے یقینی کے عالم میں کمروں سے باہر نکل کر دیکھتے تو آپ چھتری ہاتھ میں لیے مدرسہ میں موجود ہوتے معمولات میں استقامت آپ کی خصوصی انفرادیت ہے آج کے دور میں معمولات کی یہ استقامت تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی۔

**معمولات:**

وہ کون سے معمولات ہیں جن میں استقامت آپ کا طرہ امتیاز رہا ہو رات کو نماز عشاء کے بعد جلدی سو جانا آپ کا معمول ہے اگر گھر میں موجود ہوں اور کوئی مجبوری (مہمانوں وغیرہ کی) نہ ہو تو اس معمول میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی صبح تہجد کے لیے بیدار ہونا اذان کے بعد نماز سے پہلے ناشتہ کر لینا نماز پڑھانے کے لیے مسجد میں جانا درس

دینا اور درس سے فارغ ہو کر اسباق پڑھانے کے لیے گوجرانوالہ چلے جانا اسباق سے فارغ ہو کر دوپہر کے وقت واپس آنا، کھانا کھا کر قیلولہ کرنا، ظہر کی نماز پڑھا کر بچیوں کو اسباق پڑھانا جو وقتاً فوقتاً آپ کے زیر درس رہتی تھیں اور گکھڑ کی بہت سی بچیوں نے آپ سے براہ راست درس نظامی کے مختلف اسباق پڑھے ہیں مہمانوں کے پاس بیٹھنا اور تصنیفی کام کرنا عصر کی نماز کے بعد اپنی (قرآن پاک کی) منزل پڑھنا تصنیفی کام کرنا اور مقامی تعویذ کرانے والوں کے لیے تعویذ کرنا نماز مغرب کے بعد کھانا کھانا اور تعویذ وغیرہ کرنا نماز عشاء کے بعد آرام کرنا۔

جب تک صحت نے اجازت دی معمولات کا یہ تسلسل قائم رہا اور جوں جوں عمر، ضعف اور علالت میں اضافہ ہوتا گیا بتدریج ان معمولات کا متاثر ہونا بھی فطری بات تھی۔

## پابندیٔ وقت:

آپ کی پابندیٔ وقت ضرب المثل رہی ہے نماز کے مقررہ وقت سے ایک منٹ پہلے آپ مسجد میں موجود ہوتے امامت کے فرائض خود سرانجام دیتے۔ درس کے لیے نصف گھنٹہ مقرر ہے اس میں ایک منٹ کی بھی کمی بیشی نہیں ہوتی تھی اسباق میں بھی پابندیٔ وقت کا پورا لحاظ ہوتا پابندیٔ وقت پر آپ ایک لطیفہ سنایا کرتے تھے کہ استاد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالواحدؒ نے ایک دفعہ مجھے جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں درس دینے کا حکم فرمایا میں ان کے حکم پر درس دینے کے لیے چلا گیا آدھا گھنٹہ درس دیتا رہا جو مضمون میں۔ نے شروع کیا تھا وہ وقت سے دو منٹ پہلے ختم ہو گیا لہٰذا میں نے درس ختم کر دیا ایک آدمی فوراً بولا کہ ابھی وقت ختم ہونے میں دو منٹ باقی ہیں میں نے سوچ کر کہ انہیں دین کا کافی شوق ہے ان کے اصرار پر دوسرا موضوع شروع کر دیا جب وقت سے دو منٹ اوپر ہو گئے تو پھر وہ آدمی بولا کہ دو منٹ اُوپر ہو گئے ہیں اس سے حضرت شیخ مدظلہ کی پابندیٔ وقت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

## گھریلو زندگی:

آپ کی گھریلو زندگی بھی ایک نمونہ ہے آپ نے دو شادیاں کیں دونوں بیویاں فوت ہو چکی ہیں دونوں بیویوں کی زندگی تک ان کا اور ان کی اولاد کا کھانا پینا اور رہنا سہنا ایک جگہ رہا ہے دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کا باہمی اتحاد و اتفاق آپ کی خصوصی توجہ اور گھریلو کنٹرول کی زندہ مثال ہے دونوں بیویوں اور ان کی اولاد کے ساتھ آپ کا مساویانہ حسن سلوک ضرب المثل ہے۔

## آپ کی اولاد:

دونوں بیویوں سے آپ کے نو بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ تین بیٹے (عبدالکریم، عبدالرشید اور راشد) بچپن میں ہی وفات پا گئے: بڑی اہلیہ سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں جبکہ چھوٹی اہلیہ سے چھ لڑکے اور ایک لڑکی ہے۔

تمام بیٹیوں اور بیٹوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے ان میں اکثر باضابطہ عالم دین ہیں اور دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اولاد کی تربیت:

اولاد کی تعلیم وتربیت میں بھی آپ نے اخلاقی وشرعی تمام ذمہ داریوں کو کما حقہ پورا کیا ہے دنیوی تعلیم صرف ضروری حد تک دلوائی ہے صرف دینی تعلیم کی طرف توجہ دی ہے اسی طرح اب تک آپ کے بیٹے (۱) مولانا زاہد الراشدی (۲) مولانا عبدالقدوس قارن (۳) مولانا عبدالحق خان بشیر (۴) مولانا شرف الدین حامد (۵) مولانا رشیدالحق خان عابد (۶) مولانا عزیزالرحمٰن خان شاہد (۷) مولانا منہاج الحق خان راشد درس نظامی کے فضلاء ہیں اور تدریسی خدمات میں مصروف ہیں جب کہ قاری محمد اشرف خان ماجد اور قاری عنایت الوہاب خان ساجد حافظ وقاری ہیں اور قاری ماجد مرحوم ایک عرصہ تک جامع مسجد گکھڑ میں قرآن پاک کی تعلیم دیتے رہے ہیں ان کے علاوہ حضرت مدظلہ کی تینوں بیٹیاں قرآن کریم کی حافظہ ہیں اور قرآن کریم کی تعلیم دیتی ہیں منجھلی صاحبزادی جہلم کے قاری مولانا خبیب احمد عمر کی اہلیہ ہیں اور جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام کے شعبہ بنات میں دورہ حدیث کے اسباق پڑھاتی ہیں۔

علمی ودینی خدمات:

مولانا نے محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے صرف احیائے دین کی غرض سے متعدد کتابیں تحریر کی ہیں جو الحمدللہ کئی کئی بار طبع ہو چکی ہیں اور خواص وعام نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے اور ان میں درج ٹھوس اور واضح دلائل اور معقول پیرائے اور صریح عقلی ونقلی حوالوں کی بہت ہی زیادہ قدر کی گئی ہے اور ان کے معرض وجود میں آنے کو بے حد سراہا گیا ہے اور قدر دان حضرات نے خوب داد تحسین دی ہے مگر کچھ حضرات کو ان سے بے حد کوفت ہوتی ہے اور ان سے خاصے سیخ پا ہوتے ہیں ان مدلل کتابوں سے ان کا پریشان ہونا ایک نفسیاتی امر ہے اور حضرت محمد ﷺ کی شریعت حقہ سے شرک وبدعت اور رسم ورواج کے دبیز پردے دور ہو جائیں دین اسلام اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے اُجاگر ہو جائے اور محفوظ ہو جائے جس پر کاربند ہو کر ہم دونوں جہانوں میں سرخرو ہو جائیں تو یہ ہمارے لیے سب سے بڑی سعادت ہے آخر بدعات ورسومات کی شب ظلمت اور تاریکی کب تک فضاء پر چھائی رہے گی؟ حکمت خداوندی کے تحت آخر آفتاب ہدایت کا ظہور بھی تو ایک فطری امر ہے۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوہ خورشید سے     یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

تدریسی خدمات:

گکھڑ منڈی میں آپ نے ابتداءً ہی اپنے تعلیمی ذوق کے مطابق، تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اس دو، ان

میں آپ کا تقرر مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں ہوا اور اس وقت سے ۲۰۰۱ء تک وہاں مسلسل تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے درس نظامی کی کم وبیش سبھی کتابیں بار بار پڑھائیں اور خاص طور پر بخاری شریف، ترمذی شریف اور ترجمہ قرآن کریم مع تفسیر تو سالہا سال تک آپ کے زیر درس رہا۔

بیس پچیس طلباء عموماً آپ کے زیر درس رہتے تھے۔ ۱۳۷۴ھ / ۱۹۵۴ء

دورہ تفسیر قرآن:

۱۹۷۶ء میں بھٹو گورنمنٹ نے مدرسہ نصرۃ العلوم اور اس سے متصل جامع مسجد نور کو محکمہ اوقاف کی تحویل میں لینے کا فیصلہ کیا تو ارباب مدرسہ نے اس کے خلاف باقاعدہ احتجاجی تحریک کا اعلان کر دیا چھ ماہ کی اس مسلسل تحریک میں تین سو کے قریب افراد گرفتار ہوئے جن میں آپ کے تین صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالقدوس قارن اور حافظ عبدالحق خان بشیر بھی شامل ہیں اسی تحریک کے دوران مدرسہ کی سالانہ چھٹیاں ہوگئیں کسی بھی مدرسہ کی حفاظت کے لیے مدرسہ کے طلباء ایک مستحکم اور مضبوط قوت ہوتے ہیں سالانہ تعطیلات کی وجہ سے جب خالی مدرسہ پر جبری قبضہ کا اندیشہ پیدا ہوا تو دانشوران مدرسہ نے سالانہ تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر کا اعلان کر دیا تاکہ ان سالانہ تعطیلات کے دوران بھی مدرسہ طلباء سے خالی نہ رہے چنانچہ اس مجبوری کے تحت آپ نے دورہ تفسیر قرآن کا آغاز فرمایا جسے بعد میں اس کی علمی اہمیت کی بناء پر مستقل طور پر جاری کر دیا گیا جو کم وبیش پچیس برس جاری رہا اور اس میں ہر سال تقریباً تین سو سے پانچ سو تک طلباء شامل ہوتے رہے ان میں اکثر وبیشتر فارغ التحصیل علماء ہوتے تھے چونکہ یہ تقریباً دو ماہ کا مختصر کورس ہوتا تھا اس لیے اس میں جدید تعلیم یافتہ حضرات بھی بکثرت شامل ہو جاتے تھے آپ کا انداز تفسیر بعینہٖ اپنے شیخ حضرت مولانا حسین علی صاحب جیسا ہے ربط آیات اور رد شرک وبدعات کی جو اہمیت وانفرادیت آپ کے شیخ کا خاصا تھا وہی طرز یہاں بھی موجود تھا۔

آپ کے فتاوٰی:

فتویٰ نویسی ایک مستقل فن ہے جو اہم بھی ہے اور نازک بھی، اگرچہ گزشتہ صدی میں فتوی نویسی کا قلمدان بہت سے ناتجربہ کار یا ناعاقبت اندیش ہاتھوں میں چلا گیا جس کی وجہ سے عرب وعجم کی پوری اُمت مسلمہ فتوی کفر و ارتداد کے ثقیل پتھر کے نیچے کراہنے لگی۔ فتوی نویسی انتہائی دشوار کام ہے جس میں مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر نظر رکھ کر فتوی دینا ہوتا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کی تحقیق کے مطابق اگر ایک لفظ کے سو معنی ہوں ایک اسلام کا اور ننانوے کفر کے تو اس لفظ کے استعمال کرنے والے پر اس وقت تک فتوی کفر نہیں دیا جا سکتا جب تک وہ اپنی مراد معنی کفر سے معین واضح نہ کر دے فتوی نویسی میں تو حتی الامکان آدمی کو کفر سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہے حتی کہ یہ اصول ہے کہ

اگر کسی نے ایسا جملہ استعمال کیا ہے جو بظاہر کفریہ ہے لیکن اس کی تاویل ہو سکتی ہے تو اس پر فتوی کفر نہ دیا جائے گا۔

فتوی نویسی جیسے دشوار ترین کام میں بھی آپ کا قلم اپنے اکابر و اسلاف کے نقش قدم میں راہ اعتدال سے نہیں ہٹا آپ مدرسہ نصرۃ العلوم میں صدر مفتی بھی رہے ہیں اور ملک بھر کے علمی و تحقیقی حلقوں میں آپ کے فتاوی کو خاص قدر و منزلت اور اہمیت حاصل ہے ملک بھر کے بڑے بڑے مفتیان کرام بھی اپنے فتاوی پر آپ کے تائیدی و تصدیقی دستخط کروانے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں فتاوی جاری ہو چکے ہیں اگرچہ آپ کی دیگر مصروفیات کی بناء پر مدرسہ نے دو مفتی رکھے ہوئے ہیں لیکن بڑے بڑے اور اہم فتوے پھر بھی آپ کی طرف سے جاری ہوتے رہے ہیں۔

## آپ کے استقلال کا ایمان افروز واقعہ:

تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران حسب معمول جب اپ جلوس کی قیادت کر رہے تھے آپ کی قیادت میں جلوس مسجد بوہڑ والی سے باہر نکلا، تو فیڈرل سیکورٹی فورس (ایف۔ایس۔ایف) کے کمانڈر نے جلوس کو روکنے کی کوشش کی لیکن جلوس نہ رُکا۔ اس نے لکیر کھینچی اور اعلان کیا کہ اگر کسی نے یہ لکیر عبور کی تو گولی سے اُڑا دیا جائے گا۔ آپ نے انتہائی شان قلندری سے فرمایا ''میں تریسٹھ برس کی مسنون عمر پوری کر چکا ہوں اور شہادت کی تمنا و آرزو رکھتا ہوں'' یہ کہتے ہوئے کمانڈر کی کھینچی ہوئی لکیر عبور کر گئے اس مرد درویش کی شان قلندری کے سامنے فیڈرل سیکورٹی فورس کی سنگینیں اور رائفلیں ندامت سے جھک گئیں اور یہ مرد قلندر جلوس لے کر آگے بڑھ گیا۔

## ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت:

قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت میں بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا، ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں دیگر علماء کی طرح آپ بھی گرفتار ہوئے اور ۹ ماہ تک سنٹرل جیل ملتان میں رہے۔ آپ کے برادر خورد مولانا صوفی عبدالحمید سواتی بھی اس تحریک میں چھ ماہ تک ڈسٹرکٹ جیل گوجرانوالہ میں گرفتار رہے اس دوران آپ کو ملتان جیل میں زہر دینے کی کوشش بھی کی گئی جو کامیاب نہ ہو سکی۔

## خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دیدار:

اسی دوران جیل میں ہی رات کو خواب میں آپ کو حضرت عیسی علیہ السلام کا دیدار ہوا فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جیل میں ہی ہوں اور مجھے کسی نے اطلاع دی کہ حضرت عیسی علیہ السلام تیرے ساتھ ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں، میں پریشان ہو گیا کہ جیل میں میرے پاس ان کی خدمت کے لیے کوئی چیز نہیں ہے میں نے دری بچھائی اتنے ہی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لے آئے میں نے انہیں دری پر بٹھایا اور عرض کی حضرت

جیل میں اس وقت میرے پاس آپ کی خدمت کے لیے کوئی اور چیز نہیں ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں قہوہ بنالوں آپ نے فرمایا فوراً بنالو کیونکہ میں نے جلدی جانا ہے اور دجال کو قتل کرنا ہے میں نے جلدی سے قہوہ بنایا آپ نے نوش فرمایا اور تیزی سے چلے گئے۔

تصنیفی کارنامے:

تصنیف کے میدان میں بھی آپ کی خدمات نا قابل فراموش ہیں آپ کی تصانیف میں قاری کے لیے تمام دلچسپیوں کا سامان فراہم ہوتا ہے اردو ادب کی چاشنی، دلائل و براہین کی بھرمار، ظرافت، انداز بیان میں شائستگی اور نفس مسئلہ کے ہر پہلو پر نظر آپ کی تصانیف کی انفرادی خصوصیات ہیں، اب تک ۶۰ کے قریب کتب تالیف فرما چکے ہیں جو علماء اور عوامی حلقوں میں بے حد مقبول ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مختلف موضوعات مثلاً ردّ بدعات، فاتحہ خلف الامام، سماع الموتی وغیرہ پر متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں جن کی تعداد تقریباً ساٹھ تک جا پہنچی ہے، ان کتب میں ''راہ سنت'' جو ردّ بدعات پر مفصل اور باحوالہ کتاب ہے اس کو اس قدر شہرت حاصل ہوئی کہ اس کے تقریباً پندرہ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں، اور مانگ بدستور جاری ہے آپ کی کتابوں پر (۱) حضرت مولانا شمس الحق افغانی ؒ (۲) حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ (۳) حضرت قاری محمد طیبؒ (۴) حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور دیگر اکابر علماء دیوبند کی تصدیقات موجود ہیں۔

درس قرآن کریم کے افادات:

درس قرآن کریم کے حوالے سے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے تین جداگانہ معمول رہے ہیں ایک درس وہ تھا جو جامع مسجد گکھڑ میں نماز فجر کے بعد روزانہ ہوتا تھا اور کئی بار مکمل ہوا، اور دوسرا ترجمہ وتفسیر وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں روزانہ صبح اسباق کے آغاز سے قبل حضرت مدظلہ پڑھاتے رہے، یہ درس دو سال میں مکمل ہوتا ہے اور کافیہ سے اُوپر کے تمام طلبہ کی حاضری اس میں ضروری ہوتی ہے جبکہ تیسرا درس قرآن وہ ہے جو مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی سالانہ تعطیلات کے دوران دورہ تفسیر کے عنوان سے کم وبیش ربع صدی تک تسلسل کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ مدرسہ نصرۃ العلوم والے دونوں درس چونکہ علماء کرام اور طلبہ کے لیے ہوتے تھے اس لیے ان میں علمی مباحث زیادہ ہوتی تھیں جن سے علماء کرام اور محنتی طلبہ ہی صحیح معنوں میں استفادہ کر سکتے ہیں جب کہ گکھڑ والا درس عوام کے لیے ہوتا تھا جو زیادہ تفصیلی ہونے کے ساتھ ساتھ عام فہم بھی تھا اور عام لوگوں کے لیے اس کی افادیت بھی بہت زیادہ ہے۔ (ماخوذ از ذخیرۃ الجنان)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مقدمہ

مذہب اسلام کی بنیاد قرآن، حدیث اور اجماع قطعی پر ہے جبکہ قیاس بھی اس کے ساتھ شامل ہے۔

## لفظ قرآن کی تحقیق:

سب سے پہلے لفظ قرآن کی بحث ہے کہ قرآن کونسا صیغہ ہے۔ اس کا مجرد کیا ہے اس کا معنی کیا ہے؟ قرآن کونسا صیغہ ہے؟۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے ۔

ایک گروہ کہتا ہے کہ لفظ قرآن علم ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ قرآن مصدر ہے جیسا کہ غفران ، سبحان یہ مصادر سماعی ہیں قیاسی نہیں۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ اس کا مجرد کیا ہے۔ بعض علماء عربیہ کا قول یہ ہے کہ اس کا مجرد قرن، یقرن (ضرب) ہے جس کے معنیٰ جوڑنے اور ملانے کے ہیں اور قرآن بھی وہ کتاب ہے جس میں مضمون کو مضمون کے ساتھ، دعویٰ کو دلیل کے ساتھ، معانی کو قافیہ کے ساتھ، جنت کو دوزخ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

بعض دوسرے علماء کا قول یہ ہے کہ قرآن قرء یقرء کا مصدر ہے۔ مصدر کبھی مبنی للفاعل ہوتا ہے کبھی مبنی للمفعول ہوتا ہے۔ یہاں پر بھی مصدر مبنی للمفعول بمعنی مقروءٌ کے ہے۔ جیسا کہ خلق بمعنی مخلوق، شرب بمعنی مشروب وغیرہ مقروءٌ کے معنی پڑھی جانے والی یعنی یہ وہ کتاب ہے جو پڑھی جائے۔ یہ معنی بھی صحیح ہے کیونکہ یہ کتاب دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی ہے۔

قرآن کا معنی اصول فقہ میں ہے کہ

﴿القرآن علم للكتاب المنزل من الله بواسطة جبرئيل ؑ على الرسول صلى الله عليه واله وسلم المكتوب فى المصاحف المنقول عنه نقلًا متواترًا بلا شبهة﴾

اس کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے۔ ﴿انا نحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون﴾

## اسماء قرآن:

اس کے کئی نام ہیں۔ مثلاً، فرقان، یہ اسم فاعل کے معنی پر ہے۔ یعنی ''الفارق بين الحق والباطل'' (حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والی کتاب) موعظةٌ، هدى ، تذكرة ، نور یہ قرآن کے چند نام ہیں۔

## طریقہ نزول قرآن:

قرآن پاک کے نزول کے دو طریقے ہیں۔ طریقہ اولیٰ یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نزول، دوسرا طریقہ آسمان دنیا سے زمین پر نزول۔ لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر قرآن پاک کا نزول دفعةً واحدةً ہوا۔ اس مقام کا نام بیت العزت اور بیت العظمت ہے۔ یہ بات حافظ ابن کثیرؒ نے لکھی ہے۔

[illegible] یہ تعلق قرآن [illegible] اشارہ [illegible] ﴿انا انزلنٰه فى ليلة القدر﴾ [illegible]

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی پر ۲۳ سال میں مکمل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک جب چالیس سال کو پہنچی تو آپ جبل نور کی چوٹی پر واقع غار حراء میں تشریف فرما تھے کہ صبح کے وقت سب سے پہلے جن آیات کا نزول ہوا، وہ سورۃ علق کی پہلی پانچ آیات تھیں۔ ﴿اقرأ باسم ربک الذی خلق ......الخ﴾ یہ پیر کا دن تھا۔

مسلم شریف کی روایت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتے میں دو دن سوموار اور جمعرات کو اہتمام سے روزہ رکھتے تھے۔ جب پوچھا گیا کہ آپ ﷺ ان دو دنوں میں اہتمام سے روزہ کیوں رکھتے ہیں؟

تو فرمایا کہ ''فیہ ولدت و فیہ بعثت'' پھر اس کے بعد ۱۳ سال مکہ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں رہے۔ قرآن پاک نازل ہوتا رہا۔ مکہ معظمہ میں کل ۸۶ سورتیں نازل ہوئیں۔ اور باقی مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں۔ کبھی ایک سورۃ، کبھی ایک آیت اور کبھی ایک لفظ بھی نازل ہوتا رہا۔

جیسا کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿حتّٰی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الا سود﴾ تو بعض صحابہ کرامؓ نے اپنے ساتھ سفید اور کالے دھاگے رکھ لئے اور اسی سے فجر کا وقت معلوم کرتے تھے۔ ان میں سے ایک عدی بن حاتمؓ بھی تھے۔ جب اس کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوا تو اس وقت صرف ''من الفجر'' کا لفظ نازل ہوا کیونکہ باقی آیات تو پہلے نازل ہوئی تھیں۔ اس سے پتہ چلا کہ صرف ایک لفظ بھی نازل ہوا ہے۔

سب سے آخری آیت ﴿الیوم اکملت لکم دینکم﴾ جمعہ کے دن عصر کے وقت ۱۰ھ میں میدان عرفات میں نازل ہوئی۔ اس وقت کم از کم ایک لاکھ کے قریب نفوس قدسیہ موجود تھے۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ جس قرآن کا آغاز جبل نور سے ہوا تھا وہ آج ختم ہوا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۸۲ یا ۸۳ دن تک زندہ رہے۔ اگرچہ وحی نازل ہوتی رہتی تھی لیکن نزول قرآن بند تھا۔

اس کے بارے میں ایک یہودی عالم نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اگر یہ آیت (الیوم اکملت ....) ہمارے ہاں نازل ہوتی۔ تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔

آپؓ نے جواب دیا کہ تم ایک عید کی بات کرتے ہو، ہمارے اوپر اس دن دو عیدیں جمع تھیں، یعنی ایک یوم عرفہ دوسرا جمعہ لیکن عید، عید میں فرق ہوتا ہے۔ ان کی عید جشن منانا ہے اور ہماری عید فاذ کروا اللّٰہ ذکرًا کثیرًا ہے

تفسیر قرآن کے مأخذ:

قرآن کریم کی سب سے اعلیٰ تفسیر وہ ہے جو کہ خود قرآن کریم نے دوسرے مقام پر کی ہو۔ کیونکہ قرآن خود ایک جامع اور مانع تفسیر ہے۔ اس لئے کہ یہ قطعی الدلالۃ اور قطعی الثبوت ہے۔

اور اگر قرآن کریم میں ایک چیز کی تفسیر موجود نہ ہو تو پھر حدیث والی تفسیر معتبر ہوگی۔ اس لئے کہ جس ذات مبارکہ پر قرآن پاک کا نزول ہوا ان سے بہتر اسے کون سمجھ سکتا ہے۔

اور اگر قرآن کریم کی تفسیر نہ قرآن میں ملے نہ حدیث میں ملے تو پھر صحابہ کرامؓ کی حیاۃ طیبہ اور ان کے

اقوال وافعال سے تفسیر پوچھیں گے کیونکہ جتنا انہوں نے قرآن کریم کو سمجھا کسی اور نے اتنا نہیں سمجھا۔
بالخصوص ان میں سے دو شخصیتیں ایسی تھیں جو اس فن میں خصوصی مہارت رکھتی تھیں۔
(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۲) دوسرے حضرت عبداللہ بن عباسؓ

## حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فن تفسیر میں مقام:

پھر ان دونوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو فن تفسیر میں جو مقام حاصل ہے وہ جزوی طور پر حضرات خلفائے راشدین کے مقام سے بھی بڑھ کر ہے۔انہوں نے ۸۶ سورتیں براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پڑھیں۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ جو تم میں قرآن شریف پڑھنا چاہے۔ "فليقرء من ابن مسعودؓ "اور وہ خود فرماتے ہیں۔"والذی نفسی بیدہٖ انی لا علمهم بکتاب اللّٰہ" اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ مجھ سے زیادہ کتاب اللہ کا ماہر موجود ہے اور میرے پاس سواری ہو کہ میں اس تک پہنچ سکوں تو ضرور اس تک پہنچ جاؤں گا۔ نیز آپؓ فرماتے تھے کہ کوئی آیت یا سورت ایسی نہیں اتری جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ "فيمن نزلت و اين نزلت" اس کے بعد مقام عبداللہ بن عباسؓ کا ہے، جن کو ترجمان القرآن کے لقب سے پکارا گیا ہے۔
وہ خود فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور ﷺ کی وفات ہوئی اس وقت "انا ابن عشر سنين" لیکن کم سنی کے باوجود اُن کو یہ مقام اس طرح حاصل ہوا کہ حضور ﷺ ایک مرتبہ قضائے حاجت کیلئے تشریف لے گئے، تو حضرت ابن عباسؓ نے مٹی کا ڈھیلا اور پانی رکھ دیا حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب واپس ہوئے تو دیکھا اور پوچھا "من وضعها ههنا" آپؓ نے عرض کی "فداک ابی و امی یارسول الله انی وضعتها" یہ سن کر حضورؐ کے دل پر رقت کی کیفیت طاری ہوگئی۔دل سے دعا نکلی۔"اللّٰهم علّمه الكتاب و فقهه فى الدين او كماقال ﷺ"
اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو عالم اسلام کا عظیم مفسر بنایا۔حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی دعا کا یہ اثر تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرامؓ بعض مسائل میں آپؓ کی طرف رجوع فرماتے تھے۔
بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجلس شوریٰ میں دوسرے صحابہ کرامؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو بھی منتخب کیا تھا۔ حالانکہ اس وقت آپؓ کی عمر مبارک ۱۴ یا ۱۵ سال کی تھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اعتراض کیا کہ زبیرؓ، طلحہؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سب بیٹھ جائیں تو شوریٰ پر بچوں کا قبضہ ہو جائیگا۔ آپؓ نے ان کو فرمایا کہ اس کو ایسا مت دیکھو۔ پھر پوچھا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ سورۃ النصر میں راز کی بات کونسی ہے؟
تو کسی نے جواب نہیں دیا۔ جب ابن عباسؓ سے پوچھا گیا تو فرمایا "فيه اجل رسول الله صلى الله عليه واله وسلم"۔
اب اگر کسی کو قرآن کی آیت کی تفسیر قرآن سے نہ ملے حدیث میں نہ ملے نہ صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال سے اس کی تفسیر ہو سکے۔ تو پھر تابعین سے اس کی تفسیر معلوم کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے قرآن پاک صحابہؓ سے سیکھا تھا۔

تابعین میں حضرت حسن بصریؒ، حضرت سعید بن جبیرؒ، حضرت سعید بن المسیبؒ وغیرہ مشہور ہیں۔
پانچویں نمبر پر اگر قرآن کی تفسیر قرآن، حدیث، صحابہ وتابعین سے نہ ملے تو تبع تابعین سے اسکی تفسیر معلوم کریں گے۔
کیونکہ انہوں نے قرآن پاک صحابہ ؓ کے تربیت یافتہ حضرات سے سیکھا تھا۔
کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''وخیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم'' قرن کے معنی ''طائفة من الناس'' پہلے تین ادوار خیر القرون کہلاتے ہیں۔ اگرچہ برے لوگ بھی اس زمانے میں تھے۔ مگر اچھے لوگوں کی اکثریت تھی۔ برے لوگوں میں مروان اور حجاج بن یوسف ہیں جنہوں نے ترمذی کی روایت کے مطابق ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں کو شہید کر دیا تھا۔ وہ لوگ (صحابہ، تابعین، تبع تابعین) حقیقۃً قرآن کے طول وعرض وعمق کو پہچانتے تھے۔ مگر ہم لوگ صرف طول وعرض سے واقف ہیں عمق کو نہیں پہچانتے۔

## تلاوت قرآن مجید کے آداب:

﴿لا یمسہٗ الا المطھرون﴾ پہلا ادب یہ ہے کہ قرآن کو طہارت کے ساتھ چھوا جائے اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ اس اتفاق کو فتح الباری اور اتقان الباری میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ البتہ بغیر وضو کے زبانی پڑھ سکتے ہیں۔ اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ ہاں جنابت، حیض ونفاس کے زمانہ میں نہیں پڑھ سکتے۔ البتہ حیض کی حالت میں اگر بطور دعا پڑھے تو جائز ہے۔

دوسرا ادب جس کے بارے میں قرآن پاک نے خود تصریح کی ہے۔ کہ قرآن شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ پڑھ لینی چاہئے۔ (کما قال اللّٰہ تعالٰی) ﴿فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم﴾
علامہ بیضاوی، صاحب روح المعانی اور صاحب کشاف معنی کرتے ہیں۔ اذا قرأت القران ای اذا اردت ان تقرء القرآن وجہ یہ ہے کہ انسان جب نیکی کا کام کرتا ہے تو شیطان قسم قسم کے وساوس اس کے دل میں ڈالتا ہے ان وساوس سے بچنے کیلئے تعوذ پڑھ لینا چاہئے شیطان انسان کا دشمن تو ہے ہی۔
دشمن دو قسم کے ہیں۔
(۱) ظاہری دشمن، اس سے مقابلہ آسان ہوتا ہے۔
(۲) باطنی، شیطان باطنی دشمن ہے۔ اس سے مقابلہ مشکل ہوتا ہے۔ نظر نہ آنے والے دشمن سے سخت خطرہ ہوتا ہے۔ کہ معلوم نہیں کس وقت حملہ آور ہو کر نیکیاں برباد کر دے۔ تو اس لحاظ سے جب قرآن جیسی عظیم کتاب کی تلاوت کا ارادہ کرو تو پہلے سے ہی شیطان سے پناہ لے کر رب کی مدد طلب کر لی جائے تاکہ وہ حملہ آور نہ ہو اور نیکیاں ضائع نہ ہوں۔
مستدرک کی روایت ہے کہ ابلیس نے اپنی جگہ پانی پر بنا رکھی ہے۔ چھوٹے چھوٹے شیطان اس کے پاس آتے ہیں اپنی اپنی کارگزاریاں بیان کرتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں نے فلاں گناہ کرایا۔ لیکن شیطان (ابلیس) ان سے خوش نہیں ہوتا کہ اچانک ایک چھوٹا سا شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی کو مشرک بنایا۔ تو ابلیس خوش ہو کر اس کو گلے لگاتا ہے۔ شیطان عام ہے اور ابلیس خاص ہے۔ ابلیس ایک جگہ پر ساکن رہتا ہے جبکہ چھوٹے چھوٹے شیطان دورے

کرتے ہیں اوراس کو پیغام پہنچاتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے۔ كل أمر ذي بال لم يبدأ ببسم الله أو بحمدالله فهو اقطع أو فهو ابتر أوفهو أجزم. ابن ماجہ، فتح الباری، عمدۃ الباری میں ہے کہ اعوذ باللہ کو بسم اللہ سے پہلے پڑھے کیونکہ اس کا ثبوت نص قطعی سے ہے اور تسمیہ کا ثبوت خبر واحد سے ہے۔ تعوذ کا ثبوت قطعی الثبوت قطعی الدلالات سے ہے نیز تعوذ میں سلب ہے اور تسمیہ میں اثبات ہے اور عدم ہمیشہ وجود پر مقدم ہوتا ہے۔

(ع) یہ رکوع کا مخفف ہے، رکوع کا معنی حصہ کے ہیں اس کے اوپر ایک ہندسہ ہوتا ہے جبکہ ایک پیٹ میں اور ایک نیچے اوپر والا ہندسہ سورۃ کے رکوع کا نمبر یعنی عدد بتاتا ہے اور درمیان والا ہندسہ آیات کی تعداد بتاتا ہے اور نیچے والا ہندسہ پارہ کے رکوعات کی تعداد بتاتا ہے۔

سورتوں اور آیتوں کے درمیان ربط:

کیا قرآن کی سورتوں اور آیات میں ربط ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں علماء کرام کا اختلاف ہے۔

بعض کے ہاں قرآن کی سورتوں اور آیات میں کوئی ربط نہیں ہے کیونکہ یہ ایک شاہی کلام ہے کہ جس طرح بادشاہ وزیر داخلہ کو ایک کام کرنے کا حکم کرتا ہے کہ یہ کام اب کرو اور ہر ایک کو اس کے مناسب حکم دیتا ہے۔ اس طرح خالق کائنات ہر ایک کام کے بارے میں الگ الگ حکم دیتا ہے۔ اس میں کوئی ربط نہیں۔

دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ قرآن ایک شاہی کلام تو ہے لیکن ربط اس میں ضرور ہے۔ اس کے قائلین متقدمین میں سے علامہ آلوسیؒ، ابوالسعود، فخر الدین رازی وغیرہ ہیں۔ اور متاخرین میں سے مولانا عبدالحق حقانیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا حسین علی صاحب۔ یہ سب حضرات ربط کا خاص اہتمام فرمایا کرتے تھے۔

کلام اللہ پر اعتراضات اور ان کے جوابات:

کلام اللہ پر سب سے زیادہ اعتراضات ہندوستان کے ایک لعین انسان دیانند سرسوتی نے کئے ہیں جو بسم اللہ سے لیکر آخر قرآن یعنی والناس تک ہیں۔ ان کے مقابلہ میں حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی نے انتساب الاسلام لکھی ہے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب نے بھی اس کے جواب میں کتابیں لکھیں ہیں۔

اعتراض: اول کہ سورۃ فاتحہ میں رب تعالیٰ نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اپنے منہ میاں مٹھو بننا چاہتا ہے جبکہ اپنی تعریف خود کرنا یہ غلط ہے؟

جواب: هذا مقول على السنة العباد یعنی یہ تعریف کے الفاظ لوگوں کی زبان سے ادا کروانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ایک مشفق استاد اپنے شاگردوں کو درخواست کا طریقہ بتلاتا ہے کہ استاد کی خدمت میں جب درخواست لکھو تو ان القاب کو لکھو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ استاد اپنے منہ میاں مٹھو بننا چاہتا ہے بلکہ شاگردوں کو طریقہ بتلاتا ہے۔ اسی طرح اللہ میاں بھی اپنے بندوں کو تعریف کا طریقہ بتلاتا ہے۔ کہ ان الفاظ کیساتھ اللہ کی تعریف کرو لہٰذا دیانند سرسوتی کا اعتراض مبنی برفساد ہے۔

# سورة الفاتحه

سورۃ فاتحہ کے نام:

جس سورۃ سے قرآن کریم کوشروع کیا جاتا ہے۔اس کا نام سورۃ فاتحہ ہے۔اس کے اور بھی متعدد نام ہیں۔

مثلاً ام الکتاب،ام القرآن،کافیہ،شافیہ،الدعاء،سورۃ المسئلہ

یہ سورت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ سے شروع ہوتی ہے۔

سورۃ فاتحہ میں مانگنے کا طریقہ سکھایا گیا:

سورۃ فاتحہ میں طریقہ سوال سکھایا جاتا ہے کہ جب کسی کوکسی سے سوال کرنا ہوتا ہے تو پہلے اس کی تعریف کرتا ہے پھر اس کے ساتھ اپنا تعلق بتاتا ہے کہ آپ کا اور میرا رشتہ یہ ہے۔اور پھر مقصود بیان کرتا ہے کہ اس مقصد کیلئے آیا ہوں۔یہی کلام کا طرز بادشاہ کے سامنے رکھا جاتا ہے۔

اس طرح ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ . الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ تک تعریف ہے۔ ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾ میں تعلق ہے۔اور ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴾ سے آخر تک میں مطلوب کا بیان ہے۔

(۱) ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾

الحمد پر الف لام کونسا ہے؟ اکثر مفسرین استغراقی کہتے ہیں یا جنسی ہے۔

حمد وہ تعریف ہے جو افعال اختیاریہ پر ہو اور اگر افعال غیر اختیاریہ پر ہو تو یہ مدح ہے۔

رب باب نصر سے ہے اور مصدر تربیت ہے بمعنی پرورش کرنا۔اگر رب کے مفہوم کو سمجھ لیا جائے تو بندے شرک کے قریب ہی نہ جائیں۔

عالمین جمع عالم بمعنی مایعلم بہ جیسے خاتم بمعنی ما یختم بہ (بیضاوی) عالمین جمع لائے اس لئے کہ عالم کئی ہیں۔

رحمٰن اور رحیم میں فرق:

(۲) ﴿ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دھلویؒ یہ فرق بیان کرتے ہیں کہ رحمٰن وہ ہے جو بن مانگے عطا کرے، اور رحیم وہ ہے جو مانگنے پر دے۔اب رب تعالیٰ جو پیدا کرتا ہے، اعضاء دیتا ہے بغیر مانگے دیتا ہے تو رحمٰن ہوا۔اور ہم صحت وغیرہ مانگتے ہیں اور وہ دیتا ہے تو رحیم ہوا۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ رحمٰن کا معنیٰ "عام الرحمۃ" ہے جو کافر و مؤمن سب کو عطا کرتا ہے۔

اور رحیم کا معنیٰ "تام الرحمۃ" ہے جو صرف مؤمن کو دیتا ہے۔

(۳) ﴿ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾

دین بمعنی بدلہ، جزاء

(۴) ﴿ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴾

ایاک ضمیر منفصل لائے حصر کیلئے کہ تمام قولی، فعلی، عبادتیں خالص رب تعالیٰ کیلئے ہیں۔

(۵) ﴿اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾

اس میں ہدایت کے بارے میں راہنمائی کی درخواست ہے اور اس کے بعد "ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ" میں اجابتِ درخواست ہے۔ کہ لو جو ہدایت تم طلب کرتے ہو، وہ یہ ہے۔

کتاب اللہ کی ہدایت کے بارے میں تین گروہ ہیں۔

(۱) پہلا گروہ وہ ہے جو زبان اور دل کے ساتھ دین اسلام کو مان لے اس کا ذکر اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک ہے۔

(۲) دوسرا گروہ وہ ہے، جو زبان اور دل کے ساتھ اسلام کو نہ مانے ان کا ذکر اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے آگے تک ہے۔

(۳) تیسرا گروہ وہ ہے، جو زبان سے تو مان لے لیکن دل سے نہ مانے، ان کا ذکر وَ مِنَ النَّاسِ سے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر تک ہے۔

# سورة البقرة

بسم اللہ الرَّحمٰن الرَّحیم

﴿الم ٥ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ٥ اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ٥ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ٥﴾

**لفظ بقرۃ کی تحقیق:**

اس سورۃ کا نام سورۃ البقرۃ ہے۔ قاموس، صراح، مختار الصحاح والوں نے اس پر تصریح کی ہے کہ بقرۃ کا لفظ گائے اور بیل دونوں پر بولا جاتا ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ''ان تذبحوا بقرۃ'' کا معنی کیا ہے کہ بیل کو ذبح کرو۔

**مقطعات قرآن کے بارے میں متعدد اقوال:**

قرآن پاک کی وہ سورتیں جن کے شروع میں حروف مقطعات ہیں وہ انیس ہیں۔ ان حروف مقطعات کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔

(۱) بعض حضرات نے ان کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ ''ھو رمز فیما بین اللّٰہ و بین رسول اللّٰہ''۔

(۲) اکثر مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ اللّٰہ اعلم بمرادہ

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے۔ کہ الف سے مراد اللہ، لام سے جبرئیل اور میم سے محمد ہے۔ یعنی اللہ کی طرف سے جبرئیل کے ذریعے سے نبی کریمؐ پر اس قرآن کا نزول ہوا۔

(۴) چوتھی تفسیر یہ ہے کہ الف سے مراد آلاء اللّٰہ ای نعم اللّٰہ ہے، لام سے مراد لطف اللّٰہ، میم سے مراد ملک اللّٰہ ہے۔

(۵) پانچویں تفسیر وہ ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ''اسمٌ من اسماء اللّٰہ تعالٰی''

**اشکال اور اس کا جواب:**

اس تفسیر پر بظاہر اشکال ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے تو کل ننانوے نام ہیں۔ ان میں سے تو الٓمٓ نہیں ہے۔

جواب اول: تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، تفسیر ابو سعود میں تصریح ہے۔ خمسۃ آلاف اسماء اللّٰہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نام صرف ننانوے میں منحصر نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام اور بھی ہیں تو شاید یہ بھی ان میں سے ہو۔

جواب دوم: ھی من اسماء اللّٰہ تعالٰی کا مطلب یہ ہے کہ ایک ایک حرف اسم کی طرف مشیر ہے۔ الف سے مراد اللہ، لام سے مراد لطیف اور میم سے مراد ملک ہے۔

**ذٰلِکَ الْکِتَابُ پر اعتراض اور اس کا جواب:**

اعتراض: اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے بعد وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا ...... الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کچھ نہ کچھ شک ہے۔ تو بظاہر اس میں تناقض [illegible] ہے۔

جواب: [illegible] ہے کہ تناقض میں آٹھ شرائط کا ہونا ضروری [illegible] ہے وہ یہ ہیں:

درتناقض ہشت وحدت شرط داں وحدت موضوع ومحمول ومکاں
وحدت شرط واضافت، جز وکل قوت وفعل است درآخر زماں

آپ کا اعتراض صحیح نہیں کیونکہ وحدت موضوع نہیں ہے یہاں موضوع کتاب ہے اور آیت ثانی میں موضوع لوگوں کے اذہان ہیں۔ قرآن میں تو شک نہیں لیکن لوگوں کے اذہان میں شک ہوسکتا ہے۔

﴿هُدًى﴾

یہ مصدر ہے اس کا حمل یہاں مبالغۃً ہے جیسا کہ ''زید عدل'' میں کہ یہ کتاب صرف ہادی نہیں بلکہ سراسر ہدایت ہے متقین کیلئے۔

۲۔ ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ﴾ پر اعتراض اور اس کا جواب:

سوال: یہ تو کوئی کمال نہیں کہ صرف متقین کیلئے ہدایت ہے غیر متقین کیلئے نہیں؟

جواب: اس کا جواب صاحب جلالین نے یوں دیا ہے کہ اس کا مطلب ''الصائرین الی التقوٰی'' ہے یعنی جو لوگ تقوٰی کی طرف جانے والے ہیں ان کیلئے ہدایت ہے۔

اس سورت میں دوسری جگہ اس طرف اشارہ ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ یعنی تمام لوگوں کیلئے ہدایت ہے چاہے وہ متقی ہوں یا غیر متقی

دوسرا جواب یہ ہے کہ بالقوۃ سب کیلئے ہدایت ہے جبکہ بالفعل صرف متقین کیلئے ہے۔

یہ بھی جواب دیا گیا ہے کہ تقوٰی کا معنی لغوی مراد ہے اصطلاحی نہیں مطلب ہوگا کہ ہر ڈرنے والے کیلئے ہدایت ہے اور ڈرتا کافر بھی ہے۔

۳۔ ﴿وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ﴾

تفسیر کبیر، روح المعانی، البحر المحیط میں لکھا ہے کہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو دی ہو۔ خواہ علم ہو یا مال ہو یا قوۃ بدنی ہو یا عقل یعنی اصابت الرائے ہو یہ سب اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں۔

**لایؤمنون پر ایک سوال اور اس کا جواب:**

۶۔ ﴿ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

روح المعانی وغیرہ میں یہاں یہ سوال نقل کیا ہے کہ یہ آیت خلاف واقعہ ہے کہ یہاں فرمایا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے حالانکہ انہی لوگوں میں سے بعض ایمان لے آئے۔

اس کا جواب یہ دیا ہے کہ الذین میں الف لام موصول عہد کیلئے ہے یعنی معلوم اور معہود قسم کے لوگ مراد ہیں مثلاً ابو جہل، عتبہ وغیرہ یہ ایمان نہیں لائیں گے چاہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

عام حکم نہیں بلکہ خاص حکم ہے خاص لوگوں کیلئے۔

دوسرا سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے تو آپ کو انذار پر مامور کیوں کیا؟ بظاہر آپ کو ان کے بارے میں حکم کرنا بے کار ہے۔

اس کا جواب علامہ آلوسیؒ اور قاضی بیضاویؒ نے یہ دیا ہے کہ بے کار وہ ہوتا ہے جس کا کوئی فائدہ نہ ہو۔ سواء علیہم فرمایا کہ ان لوگوں کے حق میں انذار کا کوئی فائدہ نہیں، باقی رہا آپ ﷺ کے بارے میں تو

آپ ﷺ تو مبلغ تھے آپ ﷺ کو تو تبلیغ کا اجر ملے گا۔

۷. ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ﴾

**قلوبهم وابصارهم کو جمع اور سمعهم کو مفرد کیوں ذکر کیا؟**

اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ قلوبهم وابصارهم کو جمع اور سمعهم کو مفرد کیوں ذکر کیا؟

(۱) اس کا جواب ایک تو وہ ہے جو قاضی بیضاوی، صاحب کمالین اور قرطبی نے دیا ہے کہ سمع مصدر ہے اور المصدر یطلق علی القلیل والکثیر۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں مضاف محذوف ہے ای خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى مواضع سَمْعِهِمْ۔

(۳) تیسرا جواب یہ ہے کہ دل اور بصر کا تعلق کثیر چیزوں کے ساتھ ہے لیکن کان کا تعلق ایک چیز کے ساتھ ہے و هو الصوت اسی لئے مفرد ذکر کیا۔

**ختم اللّٰه علیٰ قلوبهم پر ایک اشکال اور اس کا جواب:**

ایک اشکال یہاں پر یہ وارد ہوتا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی تو ان بے چاروں کا کیا قصور ہے کہ ان کو سزا دی جاتی ہے وہ تو غیر مختار ہیں۔

جواب: اس اشکال کا جواب پارہ ۲۴ سورۃ حم سجدہ میں دیا گیا ہے وقالوا قلوبنا فی اکنة یعنی کافروں نے کہا کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں۔

انہوں نے ایمان لانے سے انکار کردیا کہ توحید، رسالت ومعاد سے ہمارے دل پردوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ نُولّه ماتولی.

دوسرا جواب: ان اللّٰه لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بأنفسهم تو انہوں نے خود اپنی حالت تبدیل نہیں کی تھی۔

تیسرا جواب: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ أنلزمکموها وانتم لها کارهون اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایمان کو قبول کرنے والے نہیں تھے ورنہ ان پر پیش تو کردیا گیا۔

**یخادعون اللّٰه پر اشکال اور اس کا جواب:**

۹. ﴿يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾

یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو عالم الغیب ہے۔

اس کا جواب بیضاوی نے یہ دیا ہے کہ مضاف محذوف ہے۔ تقدیر عبارت یوں ہے کہ یخدعون رسول اللّٰه اور صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ صنیعهم و فعلهم فعل المخادعة یعنی وہ دھوکہ تو نہیں دے سکتے لیکن فعل مخادعه کرتے ہیں۔

اور بعض نے یہ جواب دیا کہ مومن کو دھوکہ دینا دراصل خدا کو دھوکہ دینا ہے اس لئے یخدعون اللّٰه فرمایا۔

**علم اور شعور میں فرق:**

علم کے معنی کسی چیز کی حقیقت کو پہچاننا اور علم عقل والوں کی صفت ہے جبکہ شعور کا معنی ہے، کسی چیز کو حواس خمسہ ظاہرہ کے ساتھ معلوم کرنا تو یہاں کافروں سے شعور کی نفی کر کے اللہ تبارک وتعالیٰ بتلانا چاہتے ہیں کہ منافق کے پاس علم تو کیا شعور بھی نہیں جس میں حیوان بھی شریک ہوتے ہیں یعنی یہ لوگ حیوانات سے بھی بدتر ہیں کیونکہ حیوانات کے

پاس کم از کم شعور تو ہے انکے پاس تو یہ بھی نہیں ہے۔
﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾
صاحب کشاف کہتے ہیں کہ الیم بمعنی مولم یعنی فعیل بمعنی اسم مفعول کے ہے جس سے مقصود مبالغہ ہے کہ اسقدر سخت ترین عذاب ہوگا کہ عذاب خود تکلیف میں ہوگا۔ جبکہ علامہ آلوسی اور اندلسی فرماتے ہیں کہ الیم بمعنی مولم یعنی فعیل بمعنی اسم فاعل کے ہے کہ عذاب تکلیف دینے والا ہوتا ہے۔
۱۳۔﴿قَالُوٓا أَنُؤْمِنُ كَمَآ ءَامَنَ ٱلسُّفَهَآءُ ۗ أَلَآ إِنَّهُمْ هُمُ ٱلسُّفَهَآءُ وَلَٰكِن لَّا يَعْلَمُونَ﴾
کفار مسلمانوں کی طرف سفاہت کی نسبت کرتے کیونکہ اس زمانے میں جو کوئی مسلمان ہو جاتا کافر اس پر ظلم کرتے، اس کے کپڑے چھین لیتے اور رشتہ دار اس سے تعلقات ختم کر لیتے اس لئے وہ کہتے کہ ہم کوئی بے وقوف تو نہیں ہیں کہ اپنے رشتہ داروں سے تعلقات ختم کر لیں اور مسلمان بن جائیں۔
۱۵۔﴿ٱللَّهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ﴾
اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔
(۱) اللّٰہ یجازیھم یعنی اللہ تعالیٰ ان کی سفاہت کا بدلہ دے گا۔
(۲) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ حقیقی طور پر استھزاء فرمائے گا۔
۱۸۔﴿صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ﴾
یہ اخبار ہیں اور مبتدا ان کا محذوف ہے ۔ای ھم صم و ھم بکم یعنی وہ سماع قبول نہیں کرتے۔
بکم ای ساکتین عن الحق (حق کہنے سے خاموش ہیں)
شیء کا لفظ جب اللہ پر بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے؟
۲۰۔﴿إِنَّ ٱللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ﴾
یہاں سوال یہ ہوتا ہے کہ شئی کا لفظ تو اللہ پر بھی بولا جاتا ہے تو پھر اس کا مطلب کیا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر بھی قادر ہے؟
جواب: (۱) تفسیر روح المعانی، کبیر وغیرہ میں یہ مذکور ہے کہ شیء مصدر ہے کبھی شاء کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کو بھی شامل ہوتا ہے اور کبھی بمعنی مشیء بولا جاتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کو شامل نہیں ہوتا۔ مَشِیٌٔ کے معنی میں ہے۔ای مَشِیٌٔ وجودہ، پس یہ اعتراض وارد نہیں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات پر بھی قادر ہے۔
۲۱۔﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱعْبُدُوا۟ رَبَّكُمُ ٱلَّذِى خَلَقَكُمْ وَٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾
تفسیر کبیر، ابوسعود، بیان القرآن، سبق الغایات میں ربط یہ لکھا ہے کہ جن لوگوں نے ہدایت کا مطالبہ کیا وہ تین گروہ ہیں یا اصل الاصول تین چیزیں ہیں: (۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد۔
ماقبل میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اب عمومی طور پر سب لوگوں کو خطاب ہے اور توحید کا حکم دیا جا رہا ہے اور نعمتوں کا تذکرہ ہے۔
قرآن میں لفظ عبادت سے مراد توحید ہے:
ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جہاں قرآن میں عبادت کا لفظ آیا ہے اس سے توحید مراد ہے۔

**لعلکم تتقون پر اشکال اور اس کا جواب:**

﴿لعلکم تتقون﴾ یہاں اشکال ہوتا ہے کہ ترجی اور امید وہاں ہوتی ہے جہاں نتیجے سے بے خبری ہو اور ذات باری کو تمام چیزوں کے انجام کا علم ہے تو یہ کیوں فرمایا کہ شاید تم متقی بن جاؤ۔
اس کا جواب یہ ہے کہ لعل بندوں کے کلام میں ہو تو ترجی کے معنی میں ہوتا ہے اور اللہ کے کلام میں تحقیق کے معنی میں ہوتا ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ ترجی دو قسم پر ہے، ایک مخاطب کے اعتبار سے دوسرا متکلم کے اعتبار سے یہاں مخاطبین کے اعتبار سے ترجی ہے۔ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ آتا ہے "لعله یزکی" پہلا جواب صاحب کشاف اور صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ لعل بمعنی کی تعلیلیه کے ہے۔

۲۴. ﴿أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾

**معتزلہ کا عقیدہ ہے کہ جنت و دوزخ ابھی موجود نہیں:**

معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جنت اور دوزخ ابھی موجود نہیں جس وقت ان کی ضرورت پڑے گی اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو تیار فرمائیں گے۔ لیکن اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ ابھی موجود ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں ان کیلئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے "أعدت للکافرین ، أعدت للمتقین" یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ پہلے سے دوزخ و جنت موجود ہیں۔ نیز احادیث میں اس بات کی تصریح ہے۔

۲۷. ﴿اَلَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾

**عهد الله سے کیا مراد ہے؟**

اس میں علماء کی رائیں مختلف ہیں۔
(۱) ایک رائے تو یہ ہے کہ اس سے مراد عہد "الست بربکم قالوا بلیٰ" ہے۔
بعض کہتے ہیں کہ قبلت جمیع احکامه مراد ہے۔
حضرت شیخ صاحبؒ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ تمام مطالب صحیح ہیں اس لئے کہ ان میں کوئی تعارض نہیں۔ (مرتب)

﴿كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾

ربط: یہاں سے معاد کا ذکر شروع فرمایا، بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں ہو اور اس میں جان نہ ہو تو وہ اموات کے معنی میں ہے۔ تفسیر روح المعانی، تفسیر ابن کثیر نے ثم یحییکم سے قبر سے اٹھنے کے بعد والی زندگی مراد لی ہے۔ امام رازی نے اس تفسیر کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ ثم حرف تراخی کیلئے ہے۔

۲۸. ﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

ربط: پہلے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر تھا اب نعمتوں کی تعمیم کا بیان ہے۔
[illegible] العزیز دہلوی" سے ایک شاگرد نے پوچھا کہ کافر پیدا کرنے کا کیا فائدہ ہے۔

آپ نے اس کا جواب دیا کہ کافر کو پیدا کرنا بے کار نہیں اگر کافر کو مارا تو غازی بن جاؤ گے اسی طرح اگر تم کو مارے تو شہید ہو جاؤ گے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اجسام خبیثہ ضارہ کی تخلیق میں بھی حکمت باری ہے۔

فسوّٰھن سبع سمٰوٰت : فسوّٰھن میں ھن کی ضمیر کس طرف راجع ہے؟

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ کہ سماء کی طرف راجع ہے۔ جو کہ سماءۃ کی جمع ہے۔ [illegible] کی جمع الجمع سمٰوٰت ہے۔

جبکہ کشاف والے فرماتے ہیں کہ یہ ضمیر مبہم ہے بعد میں اس کی تفسیر ہے۔ ھن ای سبع سمٰوٰت

۳۰۔ ﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾

ربط : پہلے حسی نعمتوں کا ذکر تھا۔ اب معنوی نعمتوں کا ذکر ہے۔ کہ آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے باطنی نعمتوں کی وجہ سے لوگوں سے ممتاز فرمایا۔

مسلم شریف کی روایت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا "خلقت الملائکۃ من نور" لیکن یہاں نور سے مراد وہ نور نہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ اس نور سے مراد وہ نور ہے جو کہ مخلوق ہے۔

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ ﴾

**اللہ تعالیٰ کا فرشتوں سے مشورہ لینا مخلوق کی تعلیم کے لئے تھا:**

سوال: حق تعالیٰ نے فرشتوں سے مشورہ لیا حالانکہ مشورہ تو علامت نقص ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے۔

جواب: مشورہ لیا تھا لیکن اس سے غرض مخلوق کو تعلیم دینا تھا۔

﴿ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ﴾

**خلیفہ کا معنیٰ:**

**الخلیفۃ من یخلف غیرہ ویقوم مقامہ** ۔ رب تعالیٰ نے جنات کو دور کیا تو آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔

خلیفہ اس لئے ہے کہ جو مستخلف علیہ ہے یعنی انسان اس میں قصور تھا اور وہ رب تعالیٰ سے براہ راست بات نہیں کر سکتا تھا، استفادہ نہیں کر سکتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو خلیفہ بنایا۔

۳۰۔ ﴿ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○﴾

**فرشتوں کو کیسے معلوم ہوا کہ انسان زمین میں سرکشی کرے گا؟**

(۱) فرشتوں کو یا تو جنات کی سرکشی کرنے سے معلوم ہوا کہ انسان بھی سرکشی کرے گا۔

تفسیر کشاف، روح المعانی، خازن، مستدرک میں ہے کہ ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو ہزار سال پہلے جنات کو پیدا فرمایا۔

(۲) انہوں نے لفظ خلیفہ سے معلوم کیا کہ خلیفہ کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے، جہاں پر کوئی لڑائی جھگڑا ہو۔

(۳) لوح محفوظ کے مقرب فرشتوں نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا دیکھا اور انہوں نے آگے بتایا۔

آدم کا لفظ آدم ادیم الارض ۔ سے ہے بمعنیٰ گندم گوں رنگ والا کہ زمین کے مختلف مواضع سے مٹی لے کر پیدا کیا گیا۔

غیر منصرف ہے اس میں وزن فعل اور علمیت ہے۔

(۳۱) ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝﴾

اللہ تعالیٰ نے تعلیم آدم علیہ السلام کو دی اور امتحان فرشتوں سے لے رہے ہیں:

سوال: یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تعلیم دی اور امتحان فرشتوں سے لے رہے ہیں۔ یہ تو خلاف انصاف ہے؟

جواب: یہ ہے جو کہ بیان القرآن میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کو تعلیم دی لیکن فرشتوں کی استعداد نہ تھی اس لئے وہ اخذ نہ کر سکے لیکن آدم نے اس کو یاد کر لیا کیونکہ ان میں اخذ کی استعداد تھی۔

سوال: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں میں یہ استعداد کیوں نہیں رکھی؟

جواب: یہ ہے کہ فرشتے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ مذکر ہیں نہ مؤنث اگر ان میں یہ استعداد رکھ دیتے تو پھر وہ فرشتے نہ رہتے۔

﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ﴾

**اہل بدعت کا "وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ" سے انبیاء کے عالم الغیب ہونے پر استدلال اور اس کا جواب:**

اہل بدعت اس سے استدلال کرتے ہیں کہ آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا علم دیا تھا تو علم غیب اور کیا ہوتا ہے یہی تو علم الغیب ہے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کو ان اشیاء کے ناموں کا علم تھا لیکن ان کی مقدار و تعداد کا علم نہ تھا مثلاً گھوڑا۔ اس کے نام کا علم تھا لیکن یہ کہ دنیا میں قیامت تک کتنے گھوڑے پیدا ہوں گے یہ علم نہ تھا۔

واقعہ:

ایک شخص نے مجدد الف ثانیؒ کے دور میں انکار کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہنا ٹھیک نہیں یہ شخص عالم تھا، مقامی علماء نے اس کو سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ مجدد الف ثانیؒ کو پتہ چلا تو فرمایا کہ عالم الغیب ہونے کے دلائل قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہیں یعنی دلائل قطعیہ سے اللہ تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت ہے۔

نیز فرمایا کہ عالم الغیب کا معنی یہ نہیں کہ جو چیزیں رب تعالیٰ سے غائب ہیں ان کا رب تعالیٰ کو علم ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ ماغاب عن مشاهدة المخلوق.

(۳۴) ﴿وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۝ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ﴾

تمام فرشتوں نے سجدہ کیا یہ سجدہ تعظیمی تھا، جو اس وقت جائز تھا یہاں پر کسی تاویل کی ضرورت نہیں کیونکہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام شرائع اور ادیان میں سجدہ تعظیمی جائز تھا لہٰذا یہاں پر سجدہ حقیقی مراد ہے نہ کہ جھکنا کیونکہ قرآن میں آتا ہے۔ فخروا لہ سجدًا اس سے ابن کثیر سجدہ تعظیمی مراد لیتے ہیں۔

﴿اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِيْنَ﴾

**اباء اور اعتذار میں فرق:**

(۱) وہ انکار ہے جو بلا عذر ہو اور اعتذار وہ انکار جو عذر سے ہو۔

اعتراض:

یہاں اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اذقلنا للملائکۃ اسجدوا لآدم" تو شیطان جب فرشتوں میں شامل نہیں تھا تو یہ حکم گویا صرف فرشتوں کو دیا گیا کیونکہ رب تعالیٰ دوسری جگہ خود فرماتے ہیں" کان من الجنّ ففسق عن امر ربہ" لہٰذا جب حکم اس کو شامل نہیں تھا تو عتاب کیوں ہوا؟

جواب: سورۃ اعراف پارہ ۸ میں رب تعالیٰ نے شیطان سے فرمایا ہے قال ما منعک الاتسجد اذ امرتک۔ تو معلوم ہوا کہ شیطان بھی مامور تھا جب حکم نہ مانا تو مستحق عتاب ٹھہرا۔

﴿ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ ﴾ ای صار من الکافرین یا وکان فی علم اللّٰہ من الکافرین.

۳۵۔﴿وَلَا تَقْرَبَا هَـٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾

وہ خاص درخت جس کے کھانے سے روکا تھا:

ابن کثیر فرماتے ہیں ابھموا ما ابھمہ اللّٰہ اور بعض نے کہا ہے کہ گندم کا درخت تھا بعض فرماتے ہیں کہ کیلے کا درخت تھا اور بعض فرماتے ہیں کہ انجیر کا تھا اور بعض نے کھجور کا کہا ہے۔

۳۶۔﴿فَأَزَلَّهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَأَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيهِ وَقُلْنَا اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾

یہاں باب افعال استزل کے معنی میں ہے اگر ازل (افعال) ہو تو حضرت آدم اور حواء علیہما السلام کی کوئی غلطی نہ تھی البتہ ان کی لغزش تھی۔

استزل شیطان نے ان کو پھسلایا یعنی ان کا پھسلانا طلب کیا۔

شیطان نے کس طرح آدم وحواء کو مغالطے میں ڈالا؟

اعتراض:

شیطان کو تو وہاں سے نکال دیا گیا تھا تو اس نے کس طرح ان دونوں کو مغالطے میں ڈالا؟

جواب:

(۱) تفسیر روح المعانی، قرطبی، خازن میں لکھا ہے کہ شیطان دروازے پر فقیر کی شکل میں آیا تھا۔

(۲) دور سے اپنا اثر ان تک پہنچایا اور ان کو ورغلایا اور ممنوع کام کروایا۔

﴿ وَقُلْنَا اهْبِطُوا ﴾ اس میں خطاب حضرت آدمؑ اور حواءؑ کو ہے

اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں ان کے ساتھ ان کی اولاد کو بھی خطاب ہے

اور بعض نے کہا کہ اس میں انسانوں، جنات اور حضرت آدمؑ وحواءؑ کو خطاب ہے۔

یہ جسمانی تکلیف تھی کہ جنت سے ان کو نکالا گیا اور روحانی تکلیف "بعضکم لبعض عدو" میں ہے۔

﴿ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾

اس کی نسبت اللہ تعالیٰ اور مخلوق کی طرف کی جاسکتی ہے اگر اس کا صلہ علیٰ آئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوگی اور جب الیٰ آئے تو مخلوق کی طرف نسبت ہوگی۔

پہلی صورت میں معنی ہوگا، متوجہ ہونا اور دوسری صورت میں [illegible] رجوع کے ہوں گے۔

﴿ فَإِمَّا ﴾ میں ان حرف شرط ہے، ما زائدہ للتاکید ہے اس لئے آگے نون تاکید کو ذکر کیا۔ قاعدہ نحو یہ ہے کہ جب جملہ شرطیہ آجائے اور اس میں قسم اور طلب کا معنی نہ ہو تو نون تاکید آجاتا ہے لہذا یہاں پر طلب نہیں ہے۔

خوف اور حزن میں فرق:

تفسیر کبیر اور جلالین میں یہ لکھا ہے کہ خوف ہوتا ہے اپنی ذات کے لئے اور حزن ہوتا ہے دوسروں کے لئے مثال کے طور پر لاتحزن ان الله معنا اس لئے کہ ابوبکرؓ کو اپنی ذات کی فکر نہ تھی بلکہ حضور ﷺ کی فکر تھی۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ الحزن علی مافات و الخوف علی ما آتد

قیامت کے دن انبیاء پر بھی ایک قسم کا رعب ہوگا:

اعتراض:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر غم ہوگا نہ خوف حالانکہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ قیامت کے دن انبیاء علیہ السلام بھی نفسی نفسی اور سلّم سلّم کی آواز لگائیں گے؟

جواب: اس سے مراد رعب ہے کہ انبیاءؑ پر ایک قسم کا رعب ہوگا مثال کے طور پر ایک آدمی نے چوری کر لی جرم اس کا ثابت ہوا گواہ بھی عدالت میں موجود ہیں اب اس کو ڈر ہے کہ سزا ہوگی اور ایک شخص وہ ہے جس نے کوئی جرم نہیں کیا بلکہ اس پر ویسے ہی عدالت کا رعب ہے بالکل اسی طرح انبیاءؑ پر بھی رعب ہوگا، خوف نہیں ہوگا۔

۴۰۔ ﴿ يٰبَنِىٓ إِسْرَآءِيلَ اذْكُرُوا نِعْمَتِىَ الَّتِىٓ أَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَأَوْفُوا بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ وَإِيَّاىَ فَارْهَبُونِ ﴾

ربط:۔ بیان القرآن، ابوالسعود، تفسیر کبیر، سبق الغایات فی نسق الآیات میں یہ لکھا ہے کہ پہلے نعمت عام کا ذکر مخلوق عامہ پر تھا اب نعمت خاصہ کا ذکر مخلوق خاصہ پر ہے۔

اسرائیل، یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے اور یعقوبؑ کا لقب ہے اسرا کے معنی عبد کے ہیں اور ایل کے معنی اللہ تو اسرائیل کا معنی ہوا اللہ کا بندہ تو یعقوب نام اور اسرائیل لقب ہے۔ زمخشری کا خیال اس کے برعکس ہے وہ کہتا ہے کہ اسرائیل نام اور یعقوب لقب ہے آپ کو تراجم میں ملے گا میری نعمتیں یا میری نعمت، کوئی تعارض نہیں کیونکہ نعمت مصدر ہے اس کا اطلاق واحد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔

﴿ وَأَوْفُوا بِعَهْدِىٓ أُوفِ بِعَهْدِكُمْ ﴾

اوفوا بعهدی سے مراد وہ وعدہ ہے جس کا ذکر سورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۲ میں ہے " ولقد اخذ الله میثاق بنی اسرائیل..... واقرضتم الله قرضا حسنا" اور اوف بعهدکم سے مراد وہ عہد ہے جس کا ذکر اسی آیت میں یوں ہے " لاکفرن عنکم سیاتکم..... من تحتها الانهٰر"

﴿ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ ﴾

قرآن مصدق ہے، تورات اور انجیل مصدق ہیں اگر تم قرآن کا انکار کرتے ہو تو گویا تم نے تورات وانجیل سے بھی انکار کر دیا کیونکہ مصدق کا انکار مصدق کا انکار ہوتا ہے۔

۴۱۔ ﴿وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ﴾

اس کا یہ مطلب نہیں کہ کثیر مال لے سکتے ہو بلکہ یہ بتاتا ہے کہ دنیا کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ترمذی شریف کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا کی حقیقت مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتے هذا حديث حسن صحيح۔

۴۲۔ ﴿وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ﴾

اگر لاتلبسو باب سمع سے ہوتو معنی پہننا اور اگر ضرب سے ہوتو معنی گڈمڈ کرنا۔

﴿وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾

حق دو طریقوں سے مٹتا ہے (۱) جب حق اور باطل کا اختلاط ہو جائے (۲) جب حق پر پردہ ڈالا جائے۔

**بدعت کی قباحت کی وجہ:**

اس میں بدعت کی قباحت کو بیان کر دیا ہے بدعت اس وجہ سے قبیح ہے کہ اس سے دین کا نقشہ بدل جاتا ہے اور گناہ کرنے سے دین کا نقشہ تبدیل نہیں ہوتا۔

مجمع الزوائد کی روایت ہے، جس کے تمام راوی صحیح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند فرمایا ہے اس وجہ سے کہ وہ اس بدعت کو دین سمجھتا ہے تو توبہ کی توفیق نہیں ہوتی۔

۴۳۔ ﴿وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

اس آیت سے علماء نے فرضیت جماعت کا اثبات کیا ہے اس آیت کی دو تفسیریں ہیں۔

(۱) جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

(۲) اعتدال سے رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔

۴۴۔ ﴿اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ﴾

بنی اسرائیل میں ایسے لوگ تھے جو اپنے رشتہ داروں سے کہتے تھے کہ ایمان لے آؤ حضور ﷺ حق پر ہیں لیکن خود ایمان نہ لاتے تھے جب ان سے ایمان نہ لانے کی وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ تمہارا کام تو ویسے چل جاتا ہے ہمارا کام نہیں چلتا۔ ہمارا کام تو ان شکرانوں اور وظائف پر ہے اس لئے ہم ایمان نہیں لاتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

۴۵۔ ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾

**استعانت کے مسئلے پر اہل بدعت کا اعتراض اور اس کا جواب:**

انہوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ تم کہتے ہو کہ غیر اللہ سے امداد طلب کرنا جائز نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" اور صبر و صلوٰۃ نہیں ہے مگر غیر اللہ؟

جواب: صاحب جلالین نے لکھا ہے کہ باء سبب کے لئے ہے یعنی صبر اور نماز کے سبب اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں واللہ هو المستعان۔

۴۵۔ ﴿وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ﴾

(۱) تفسیر کبیر، بیضاوی، کشاف اور کمالین وغیرہ میں ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع صلوٰۃ ہے اس لئے کہ صلوٰۃ اہم اور مقصود بالذات ہے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع استعانت ہے جو واستعینوا فعل کے ضمن میں ہے کیونکہ ہر فعل کے ضمن میں مصدر ہوتا ہے اور مصدر مذکر و مؤنث ہوسکتا ہے۔

(۳) تیسری تفسیر یہ ہے کہ ھا ضمیر کا مرجع امور مذکورہ ہیں۔

۴۶۔ ﴿ اَلَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَ اَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾

قاموس اور مختار الصحاح میں ہے کہ ظن کا لفظ اسماء اضداد میں سے ہے یظنون کے معنی "یقین کرتے ہیں" کفار کے لئے مجہول کے صیغے قرآن پاک میں استعمال ہیں اس لئے کہ وہ حیاۃ بعد المماۃ کا عقیدہ نہیں رکھتے، مثلاً "ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون" اور مسلمانوں کے لئے معروف کے صیغے استعمال ہیں کیونکہ ان کا حیاۃ بعد المماۃ کا عقیدہ ہے مثلاً انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۴۷۔ ﴿ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴾

ربط:- پہلے بنی اسرائیل پر نعمتوں کا اجمالی ذکر تھا اب تفصیلی ذکر ہے۔

**فضلتکم علی العٰلمین میں عالمین سے کیا مراد ہے؟**

تفسیر کبیر، روح المعانی، خازن، مظہری وغیرہ میں ہے کہ اگر جزوی فضیلت ہے تو یہ امت اور تمام امتیں اس میں (عالمین میں) شامل ہیں اور اگر فضیلت سے کلی فضیلت مراد ہو تو عالمین سے اس وقت کے تمام لوگ مراد ہوں گے۔

۴۸۔ ﴿ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ ﴾

**گرفتار آدمی کے چھڑانے کے چار طریقے ہوتے ہیں:**

علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ جب آدمی گرفتار ہو تو اس کے چھڑانے کے چار طریقے ہوتے ہیں۔

(۱) کوئی اس کا ضامن بن جائے یعنی ضمانت کے طور پر رہا ہو۔

(۲) سفارش کے طور پر رہا ہو۔

(۳) جرمانہ دے کر رہا کیا جائے۔

(۴) دوست کو حملہ کر کے چھڑا لیا جائے۔

یہاں کفار کے لئے چاروں طریقوں کی نفی فرمائی پہلے طریقے کی نفی "لاتجزی نفس عن نفس شیئاً" سے فرمائی کہ کوئی ضامن و کفیل نہ ہوگا، دوسرے طریقے کی "لا یقبل منھا شفاعۃ" سے نفی کی کہ سفارش نہ ہوگی۔ تیسرے طریقے کی نفی "ولا یؤخذ منھا عدل" سے فرمائی کہ جرمانہ نہیں لیا جائے گا اور چوتھے طریقے کی نفی "ولاھم ینصرون" سے فرمائی کہ ان کی مدد نہیں کی جائے گی ان کے چھڑانے میں۔

سوال: پہلے نفس کا ذکر ہے جو مفرد مؤنث نکرہ ہے اور بعد میں وھم لا ینصرون جمع کی ضمیر راجع کرتے ہیں؟

جواب: نفس نکرہ ہے اور نکرہ جب سیاق نفی میں واقع ہو جائے تو اس میں تعمیم پیدا ہو جاتی ہے لہذا اس عموم کی وجہ سے [illegible] گے جمع کا صیغہ [illegible] رلائے۔

۴۹۔ ﴿ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ﴾
نجیناکم ای آباء کم۔
حضرت موسیٰ کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا:
فرعون مصر کے بادشاہ کا لقب تھا جیسا کہ ایران کا کسریٰ، شام کا قیل، یمن کا تبع، روم کا قیصر۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں جو فرعون تھا اس کا نام ریان بن ولید تھا وہ ایمان لے آیا تھا اور حضرت موسیٰؑ کے زمانے کے فرعون کا نام ولید بن مصعب بن ریان تھا جو ایمان نہیں لایا۔
﴿ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ﴾
اکثر مفسرین اس کا معنیٰ کرتے ہیں یذیقونکم۔ ابوسعود معنی کرتے ہیں یولونکم ای یعطونکم۔
﴿ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ﴾
فرعون کو کیسے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا اس کی حکومت کے زوال کا سبب بنے گا؟
یہاں تین تفسیریں ہیں۔
(۱) کسی نجومی نے کہا کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو فرعون کی حکومت کے زوال کا سبب بنے گا۔
(۲) فرعون نے خواب دیکھا۔
(۳) البدایۃ والنھایۃ لابن کثیر میں ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے یہ پیشن گوئی کی تھی۔
شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے لکھا ہے کہ فرعون نے بنی اسرائیل کے ۱۲ ہزار بچے قتل کئے نوے ہزار عورتوں کے حمل ساقط کروائے۔ صاحب شمس المعارف نے کہا کہ ستر ہزار بچے قتل کئے۔
﴿ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ﴾
اگر یستحیون کے مجرد کا مادہ الحیاۃ بفتح الحاء ہے تو اس کا معنی ہے زندہ چھوڑنا اور اگر بکسر الحاء ہے تو اس کا معنی عورتوں کی شرمگاہ کی تلاشی لینا۔
﴿ وَفِىْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴾
**بلاء کا معنیٰ انعام بھی اور امتحان بھی:**
بلاء کا معنیٰ انعام بھی ہے اور امتحان بھی اگر ذٰلکم کا مشار الیہ نجینکم ہو تو بلاء کا معنی انعام ہوگا کہ ہم نے تم کو نجات دی یہ بہت بڑا انعام ہے
اور اگر ذٰلکم کا مشار الیہ عذاب ہو تو معنی امتحان ہوگا کہ تم کو عذاب دیا اس میں بڑا امتحان ہے تمہارے رب کی طرف سے۔
۵۱۔ ﴿ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴾
اصل میں تیس (۳۰) راتوں کا وعدہ تھا فاتممنٰھا بعشر کہ تیس راتوں کے ساتھ دس اور ملائیں تو چالیس ہوگئیں روزانہ تورات کی ایک ایک تختی ملتی تھی۔ تیس راتوں کا وعدہ تھا جب تیس راتیں پوری ہوگئیں تو رب تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام نے ملاقات کی اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے مسواک کی تھی جس سے منہ کی بدبو ختم ہوگئی تھی کیونکہ روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے ہاں مشک سے زیادہ محبوب ہے تو اس بدبو کے جانے پر دس راتیں اور ملا دیں تو

چالیس ہو گئیں۔

۵۴۔ ﴿ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ ﴾

اتخذتم کا مفعول ثانی محذوف ہے ای العجل الھا من بعدہ ای من بعد ذھاب موسیٰ۔

فاقتلوا انفسکم اس سے مراد خود کشی نہیں:

﴿ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ ﴾ اس سے مراد خود کشی نہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ جس نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی وہ اس کو قتل کرے جس نے بچھڑے کی عبادت کی ہو۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنٰکُمْ ﴾ اس کی دو تفسیریں ہیں۔

(۱) جب بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پوجا کی تو ندامت کے لئے ستر آدمی منتخب کر کے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھیجے کہ جا کر اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے معذرت کرو تا کہ وہ ہماری غلطی معاف کر دے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تورات کے احکام پڑھ کر سنائے تو انہوں نے کہا کہ یہ بہت مشکل ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے آزاد زندگی گزاری ہے چند دن عمل کرو تو یہ آسان ہو جائیں گے کیونکہ فرعون کے غرق ہونے کے بعد کتاب ملی تھی۔ فرعون کی موجودگی میں عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ تو ان کی قوم نے کہا کہ رب تعالیٰ سے درخواست کرو اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ لہٰذا انہوں نے ستر آدمیوں کو منتخب کر کے بھیجا۔ جب انہوں نے رب تعالیٰ کا کلام سنا تو کہنے لگے کہ " لن نؤمن لک حتی نری اللہ جھرۃ" تو بجلی نے آ کر سب کو ہلاک کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی " اتھلکنا بما فعل السفھاء منا" بہر حال ان کو دوبارہ زندہ فرما دیا۔ جب قوم کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا کہ جو احکام آسان لگیں ان پر عمل کرو اور جو مشکل لگیں ان کو چھوڑ دو۔

۵۷۔ ﴿ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ﴾

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک میدان تھا جو وادی تیہ کے نام سے موسوم تھا۔ آج کل وہ وادی سینا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ میدان چھتیس (۳۶) میل لمبا، چوبیس (۲۴) میل چوڑا تھا، چالیس سال تک اس میں رہے۔ یہاں سے نکلنا حرام تھا جب سورج طلوع ہوتا تو بادل چھا جاتے "من" ترنجبین "سلویٰ" بٹیر۔

ایک تفسیر یہ ہے کہ بٹیر بھونے ہوئے آتے تھے۔

دوسری یہ کہ زندہ بٹیر قریب ہی کثیر تعداد میں آتے اور ہاتھوں سے ان کو پکڑتے اور ترنجبین برف کی طرح درختوں وغیرہ پر رات کے وقت گرتی، جس طرح کہ رات کو شبنم برستی ہے۔

۵۸۔ ﴿ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا ﴾

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے زمانے کے بعد یہ واقعہ پیش آیا حضرت یوشع علیہ السلام کے زمانے میں۔

**ھذہ القریۃ سے کونسی بستی مراد ہے؟**

عمدۃ القاری اور فتح الباری وغیرہ میں ہے کہ ھذہ القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے مراد صھیون بروزن برذون ہے اور بعض نے کہا کہ اس سے اریحا مراد ہے جو بیت المقدس سے چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ نوویؒ شارح مسلم اور قاموس میں ہے صھیون سطح سمندر سے ۵۰۰۰ فٹ بلند تھا۔

﴿وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا﴾ سجدًا ای ساجدین۔ساجد کی جمع ہے۔
﴿وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ﴾ ای مسئلتنا حطة۔ لیکن انہوں نے بجائے حطۃ کے حطۃ یا حبۃ کہا ای حبة فی شعیرة۔
۵۸۔﴿نَغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾
اکثر مفسرین فرماتے ہیں کہ سین جب مضارع پر داخل ہو تو استقبال قریب کے لئے ہوتی ہے اور سوف ہو تو بعید کے لئے لیکن صاحب کشاف کہتے ہیں کہ سین مضارع پر داخل ہو کر تاکید کا معنی دیتی ہے۔
تفسیر مدارک نے لکھا ہے کہ اریحا مقام پر طاعون کی وجہ سے 40 ہزار آدمی ہلاک ہوئے اور جلالین میں 70 ہزار آدمی لکھے ہیں۔
۶۰۔﴿وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○﴾
ربط:۔اسی وادی تیہ کا ذکر ہے۔بادل کا ذکر آپ نے پہلے پڑھا اب یہاں پانی کا ذکر ہے۔
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جس پتھر کو لاٹھی سے مارا وہ کونسا پتھر تھا؟
حضرت موسیٰؑ نے جس پتھر کو لاٹھی سے مارا بعض لوگ کہتے ہیں کہ عام پتھر تھا
لیکن بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ خاص پتھر تھا جو حضرت موسیٰؑ کے کپڑے بھگا کر لے گیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس پتھر کو ساتھ لے جاؤ کام آئے گا۔
اس پتھر کے بارہ کونے تھے اس سے بارہ چشمے نکلے،فانفجرت یہ جزاء ہے شرط محذوف ہے ای اذا ضربت۔
﴿وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ﴾
عثیان کا معنی ہے فساد کے لئے پھرنا،آگے رب تعالیٰ نے مفسدوں کا لفظ خود ذکر فرما دیا تو اب عثیان میں تجرید کریں گے کہ عثیان سے فساد کا معنی سلب کر لیں گے۔تجرید کا مطلب یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں ان میں سے ایک مراد لیا جائے جیسا کہ اسریٰ میں تجرید ہے۔یخرج یہ جواب امر ہے اس لئے مجزوم ہے امر ماقبل میں ہے فادعُ۔

بقل کے معنی سبزی، قثاء کے معنی ترہ یا کھیرا، فوم کے معنی گندم یا تھوم لہسن،
عدس مسور کی دال، بصل کے معنی پیاز۔

۶۱۔﴿اهْبِطُوْا مِصْرًا﴾

**اھبطوا مصرا میں مصر سے مراد کونسا شہر ہے؟**

مصر سے مراد یا تو عام شہر ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے وادی سینا مراد ہے۔اور بعض فرماتے ہیں کہ اس سے مصر ہی مراد ہے یعنی مصر معہود جس میں فرعون تھا۔
اعتراض:
اگر کوئی اعتراض کرے کہ مصر کو غیر منصرف پڑھنا چاہیے علیت اور عجمہ کی وجہ سے؟
جواب: یہ ساکن الاوسط تین حرفوں والا ہے تو اس میں دونوں وجہیں (منصرف ، غیر منصرف) جائز ہیں۔

ذلت اور مسکنت میں فرق:

ذلت وہ ہے کہ دوسروں کی نظروں میں آدمی حقیر سمجھا جائے۔ اور مسکنت وہ ہے کہ آدمی خود اپنے آپ کو گھٹیا اور حقیر سمجھے۔

﴿وَبَآءُوْ﴾

سوال: یہ جمع کا صیغہ ہے اسکے باوجود اس کے آخر میں الف نہیں ہے۔

جواب: مصحف میں ایسا ہے اور قرآن کا رسم الخط توقیفی ہے۔

﴿وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ﴾

بنی اسرائیل نے ایک سو ستر (۱۷۰) انبیاء قتل کئے۔

شرعاً قتل تین طرح کا ہوسکتا ہے:

(۱) مرتد کا قتل کہ جب آدمی دین اسلام کو چھوڑ کر اور دین اختیار کرے تو اس کی سزا شریعت میں قتل ہے۔

(۲) محصن (شادی شدہ) جب زنا کرے اور خود اقرار کرے یا اس پر چار گواہ قائم ہو جائیں تو اس کی سزا قتل ہے۔

(۳) قصاص میں کسی کو قتل کرنا اور انبیاء کا قتل ان تینوں صورتوں میں سے کسی وجہ سے نہیں تھا۔ ان کو ناحق قتل کرتے تھے۔

اعتراض:

ارتداد کی وجہ سے قتل اکراہ فی الدین نہیں ہے:

ارتداد کی وجہ سے قتل تو اکراہ فی الدین ہے اور دین میں اکراہ نہیں ہے؟

جواب: مرتد کا قتل نقض عہد کی بناء پر ہے کہ اس نے ایک مرتبہ دین حق کو قبول کرلیا اور بعد میں اس عہد کو توڑ دیا۔

۶۲۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۝﴾

ربط:۔ تفسیر کبیر، ابوسعود اور سبق الغایات میں ہے کہ جب انہوں نے پیغمبروں کو شہید کیا اور ایسے کارنامے کئے تو اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید ان پر مغفرت کا دروازہ بند ہوگیا ہے ان کے کرتوتوں کی وجہ سے تو یہاں سے اس کا دفعیہ ہے کہ نہیں بلکہ اب بھی ان کے لئے ایمان اور مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔

اعتراض:

پہلے فرمایا کہ الذین امنوا وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں پھر آگے فرمایا من امن کہ ان میں سے جو ایمان لے آئے گا۔ تو ایک دفعہ ایمان لانے کے بعد دوبارہ ایمان لانا یہ تحصیل الحاصل ہے جو کہ باطل ہے؟

جواب: (۱) اِنّ الذین امنوا بالانبیاء من قبلک کہ جنہوں نے انبیاء سابقین پر ایمان لایا ہو اور پھر من امن سے مراد وہ ہیں جو آپ کے زمانے میں آپؐ پر ایمان لائے یا لائیں گے۔

(۲) پہلے امنوا سے مراد ہے الذین اظهر وا الایمان بالسنتهم۔ یعنی جنہوں نے ایمان کو صرف زبانوں سے ظاہر کیا تھا اور دوسرے من امن سے مراد دل سے ایمان لانا ہے ای ثم امنوا بقلوبهم

یہود کی وجہ تسمیہ:

(۱) صاحب تفسیر خازن نے نقل کیا ہے کہ حضرت یعقوبؑ کا ایک بیٹا یہودا تھا۔ اس کی اولاد اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہودی مشہور ہوئی۔
(۲) ان کے بڑوں نے جب غلطی کی تو کہا انا هدنا اليک۔
(۳) یہود کے معنی جھومنا هود بمعنی تحرک یعنی جب تورات پڑھتے تو جھومتے تھے۔
نصرانی میں یاء مبالغہ کیلئے ہے جیسے رجلٌ نصران و امرأة نصرانة نصاریٰ جمع نصران کی ہے۔
نصاریٰ کی وجہ تسمیہ:
(۱) عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے کہا تھا نحن انصار الله۔
(۲) وہ محلّہ جہاں عیسیٰؑ پیدا ہوئے تھے اس کا نام ناصرہ تھا۔
صابئین روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہ لوگ داؤد علیہ السلام اور زبور کو مانتے تھے، نماز، روزہ رکھتے تھے، آسمانی نبوت کے قائل تھے لیکن ساتھ ساتھ ستاروں کی بھی پوجا کرتے تھے۔
لعلكم تتقون : اى تتقون المعاصى مفعول محذوف ہے۔
﴿وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ﴾
مودودی کہتا ہے کہ طور کو حق تعالیٰ نے اُٹھایا نہیں بلکہ فرمایا کہ طور کتنا بلند ہے ہو سکتا ہے کہ تم پر گرے انہوں نے سمجھا کہ ہمارے اوپر گر جائے گا لیکن گرا نہیں۔ لیکن مودودی کا یہ مطلب غلط ہے کیونکہ قرآن خود کہتا ہے "واذ نتقنا الجبل فوقهم كانهٗ ظلة"
٦٥۔﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِى السَّبْتِ﴾
حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں جو لوگ خنزیر اور بندر بنائے گئے تھے ان کی نسل آگے نہیں چلی تھی:
یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں پیش آیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام بحر قلزم کے کنارے پر تھے۔ ان لوگوں کے لئے ہفتہ کے دن بشمولیت رات شکار کرنا منع تھا۔ قمری مہینے کی تاریخ غروب آفتاب سے شروع ہو جاتی ہے تو انہوں نے نافرمانی کی۔ حق تعالیٰ نے ان کے بوڑھوں کو خنزیر اور نوجوانوں کو بندر بنا دیا اور نص قطعی سے اس کی تائید ہے کہ ان کی نسل آگے نہیں چلی بلکہ تین دِن کے بعد ہلاک ہوئے فجعلنٰها میں ھا ضمیر عقوبت کی طرف راجع ہے اى عقوبتها یہ جلالین نے ذکر کیا ہے۔
﴿بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا﴾
تفسیر ابن جریر طبریؒ، ابو سعودؒ، مدارک نے لکھا ہے کہ یہ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی۔ معنی ہو گا کہ ہم نے اس عقوبت کو عبرت بنایا اس سے آگے اور اس سے پیچھے والوں کے لئے۔
سوال: جو لوگ پیچھے آنے والے ہیں ان کے لئے عبرت ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن جو لوگ آگے گزر گئے ہیں۔ ان کے لئے عبرت کیسے ہے؟
جواب: اس کو یوں سمجھو کہ دجال ابھی تو آیا نہیں لیکن ہم مانتے ہیں کہ آئے گا۔ اس طرح سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوا لیکن ہم مانتے ہیں۔ اسی طرح ان اگلے گزرے ہوئے لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ بعد میں آنے والوں کو بندر بنایا جائے گا ان کی نافرمانی کی وجہ سے (واللہ علم)۔

نیز ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ بین یدیھا سے اس وقت کے موجودہ لوگ یعنی آس پاس کی بستیاں مراد ہیں اور ما خلفھا سے ان کے بعد آنے والے لوگ مراد ہیں اور حافظ ابن کثیر نے اس قول کو صحیح قرار دیا ہے۔

۶۷۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَةً قَالُوا﴾

لطیفہ:

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی کتاب میں یہ لطیفہ لکھا ہے کہ ایک ہندو اور مسلمان میں جھگڑا ہوا۔ ہندو نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہندو ہے (نعوذ باللہ) مسلمان نے کہا کہ اللہ تعالیٰ مسلمان ہے۔

ہندو نے مسلمان سے کہا کہ اپنی کتاب سے ثابت کرو مسلمان نے کہا کہ ہمارے رب نے فرمایا ہے" انّ اللّٰہ یامرکم انْ تذبحوا بقرۃ "معلوم ہوا کہ مسلمان ہے اس لئے گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا۔

﴿عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ﴾

بین کا لفظ مضاف ہوتا ہے۔ متعدد کی طرف۔ ذالک کا مشارالیہ دو چیزیں ہیں کہ نہ عمر میں بڑی ہو اور نہ چھوٹی

﴿تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ﴾

تسرّ کے ضمیر کے مرجع میں دو احتمال ہیں (۱) بقرۃ اس کا مرجع ہے (۲) لون اس کا مرجع ہے۔

سوال: لون کی طرف ضمیر تسرّ کیسے راجع ہو سکتی ہے حالانکہ لون تو مذکر ہے؟

جواب: لون اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کی اضافت ھا کی طرف ہے تو اس نے ھا ضمیر مؤنث سے اکتساب تانیث کیا تو تسرّ کی ضمیر کا لون کی طرف لوٹنا درست ہوا۔ جیسے حسنت جمیع خصالہ میں لفظ جمیع نے اکتساب تانیث کیا ہے۔

﴿ذلول﴾

بروزن عروس۔ فعول کا وزن ہے اور یہ صفت مشبہ ہے۔ اس میں مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں۔

حضرت تھانویؒ بقرۃ سے بیل مراد لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ عموماً کھیتی باڑی بیل سے کی جاتی ہے نہ کہ گائے سے اور کنویں سے پانی بیل کے ذریعے نکالا جاتا ہے نہ کہ گائے کے ذریعے سے۔

۷۲۔ ﴿وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا﴾

ربط واضح ہے کہ ایک آدمی کو قتل کر دیا حکم ہوا کہ گائے کو ذبح کرو تو یہ ماقبل کے لئے تتمہ ہے۔ الگ اس لئے ذکر کر دیا کہ ان کی برائی الگ الگ ذکر ہو جائے کہ گائے کی ذبح میں ٹال مٹول کرنا ایک گناہ ہے اور آدمی کو قتل کرنا دوسرا گناہ ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ جس آدمی کو قتل کیا تھا اس کا نام عامیل تھا، بڑا مالدار تھا لیکن تھا بخیل۔

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ بخل کی وجہ سے قتل کیا گیا تھا۔

﴿فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا﴾

ای لاجل نفسھا ( كَذٰلِكَ) ای کذالک الاحیاء من بعد ذالک المذکور.

﴿ اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ﴾

اضربوہ ای النفس باعتبار شخص کے ببعضھا ای بلسانھا کہ اس کی لسان (زبان) سے اس کو مارو

اور بعض نے کہا کہ بعض سے مراد قلب ہے ای بقلبها
اور بعض نے کہا کہ اس کے کبد یعنی جگر کے ساتھ مارو۔
اور بعض نے کہا کہ بعض سے دُم مراد ہے کہ گائے کی دم کے ساتھ اس کو مارو۔

۷۵۔﴿أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ﴾

ربط:- پہلے بنی اسرائیل کے جرائم کا بیان تھا اب مومنوں سے خطاب ہے کہ ان سے ایمان کی توقع نہ رکھو۔ ان یومنوا لکم ای ان یصدقوکم۔

۷۵۔﴿ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ﴾

ایک تفسیر یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کو تورات ملی تو انہوں نے اس میں اپنی خواہشات کے مطابق تحریف کرنا شروع کی۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ کوہ طور پر جو ستر آدمی گئے تھے تورات لینے کے لئے رب تعالیٰ نے ان سے فرمادیا تھا کہ تم اس پر عمل کرو اگر بمقتضائے بشریت کے کچھ کوتاہی ہوجائے تو میں بخش دوں گا۔ انہوں نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے عمل نہ بھی کیا تو پھر بھی میں تم کو بخش دوں گا تو یہاں تحریف سے یہ تحریف مراد ہے۔

﴿فَوَيْلٌ﴾

ویل نکرہ یہاں مبتدا واقع ہے۔ مغنی اللبیب میں ہے کہ دس جگہیں ایسی ہیں کہ جہاں نکرہ مبتدا بن سکتا ہے۔
مثال کے طور پر (۱) جہاں دعا بالخیر ہو یا بالشر۔
(۲) کوئی چیز انوکھی ہو مثلاً ذئب یتکلم وغیرہ۔

۷۹۔﴿لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ﴾

یہود کی کتابوں میں تحریف لفظی بھی تھی معنوی بھی:

یہود کی کتابوں میں تحریف لفظی بھی تھی یا صرف معنوی۔ اس میں علماء کے دو گروہ ہیں۔ بعض فرماتے ہیں کہ صرف تحریف معنوی تھی لفظی نہ تھی اس کے قائل حضرت ابن عباسؓ اور امام بخاریؒ وغیرہما ہیں۔ امام بخاریؒ نے تو اس پر مستقل باب قائم کیا ہے۔
جمہور علماء فرماتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں تحریف لفظی بھی ہوئی ہے۔ والحق هذا المذهب۔
علامہ آلوسیؒ نے تیسرے پارے میں اس پر خوب بحث کی ہے۔

﴿وَوَيْلٌ لَّهُمْ﴾

ویل کے معنی بربادی اور ہلاکت کے آتے ہیں اور ویل جہنم کی ایک وادی کا نام بھی ہے جس میں کافروں کو ڈالا جائے گا۔

۸۰۔﴿وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً﴾

اس کی دو تفسیریں ہیں (۱) تفسیر کبیر، بیضاوی میں لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم چالیس دن تک دوزخ میں رہیں گے وجہ یہ ہے کہ ہمارے بڑوں نے چالیس دن تک بچھڑے کی عبادت کی تھی لیکن قرآن نے اس کی نفی کی ہے "لاتزر وازرة وزر اخریٰ"
(۲) وہ کہتے تھے کہ ہم سات دن دوزخ میں رہیں گے بقول ان کے دنیا کی زندگی سات ہزار سال ہے اور ہر ہزار سال

کے بدلے میں ایک دن جہنم میں رہیں گے۔

۸۳۔ ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللَّهَ﴾

ربط:۔ پہلے بنی اسرائیل کی خرابیوں اور کجرویوں کا ذکر تھا۔ آگے بھی انہی کا ذکر ہے۔ یہاں ان کی نافرمانی، نقض عہد کا ذکر ہے کہ بنی اسرائیل نے حق تعالیٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑ دیا۔

لاتعبدون ، بیضاوی، مدارک اور ابوسعود میں ہے کہ یہاں خبر بمعنی انشاء کے ہے یعنی نفی بمعنی نہی کے۔ اس پر قرینہ آگے امر کے صیغے ہیں۔ اقیموا، اتوا،

صاحب کشاف فرماتے ہیں کہ نہی کو خبر کے معنی میں لانے میں نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں حکم دیا پھر گویا تم نے اس حکم کی تعمیل کی اور اب ہم اس کی خبر دے رہے ہیں۔

﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾

احساناً یہ مفعول مطلق ہے فعل محذوف کے لئے ای احسنوا احسانا۔

اگر والدین ترک فرائض کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کرو:

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اپنی تفسیر عزیزی میں ایک فقہی ضابطہ بیان کیا ہے کہ اگر والدین ترک فرائض کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کرو کیونکہ لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق اور اگر ترک سنت کا حکم دے دیں تو بھی مان لو۔ مثلاً ترک جماعت کا حکم دیں اور اگر ترک مستحب کا حکم دیں تو ان کی اطاعت کو مقدم سمجھو اور مستحب کام کو چھوڑ دو۔

﴿وَالْمَسَاكِينِ﴾

فقیر اور مسکین میں فرق:

فقیر من لايملك قوتاً جو ایک دن کی روزی کا مالک نہ ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو۔ علامہ آلوسیؒ نے ساتویں پارہ میں قسم کا کفارہ ذکر کرتے ہوئے مسکین کا ذکر کیا ہے کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس نصاب سے کم مال ہو اور آج کل کے روپیوں کے اعتبار سے نصاب کی مقدار ساڑھے پینتیس سو روپے بنتے ہیں۔ (حضرت شیخ نے یہ اپنے وقت کے اعتبار سے فرمایا)

﴿وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا﴾ ای قولا حسنا

وانتم معرضون اس سے موجودہ بنی اسرائیل مراد ہیں۔

۸۴ ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُونَ دِمَاءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُونَ أَنْفُسَكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ أَقْرَرْتُمْ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ﴾

بنی اسرائیل سے تین چیزوں کا خصوصیت سے عہد لیا گیا تھا:

بنی اسرائیل سے تین چیزوں کا خصوصیت سے عہد لیا گیا تھا۔

(۱) ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔

(۲) طاقتور کمزور کو گھر سے نہ نکالے۔

(۳) اگر تمہارا کوئی آدمی قیدی بن جائے تو اس کو فدیہ دے کر چھڑاؤ۔ انہوں نے تیسری بات پر خصوصیت سے عمل

کیا لیکن پہلی اور دوسری بات کو بالکل ترک کر دیا۔
لا تسفکون خبر بمعنی نہی کے ہے۔
۸۵﴿ثُمَّ اَنتُمْ هٰؤُلَاءِ تَقْتُلُوْنَ اَنفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ﴾
مدینہ منورہ میں مشرکین اور یہود کے قبائل:

مدینہ منورہ میں مشرکین کے دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج۔ اسی طرح یہود کے تین قبیلے تھے۔
(۱) بنوقینقاع (۲) بنونضیر (۳) بنوقریظہ۔
ان میں سے بنوقریظہ کا اوس کے ساتھ تعلق تھا اور بنونضیر کا خزرج کے ساتھ تعلق تھا۔ یہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں مدد کرتے اور فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑا لیتے۔ بنوقینقاع کا کسی کے ساتھ تعلق نہ تھا۔
تظاهرون اصل میں تتظاهرون تھا۔ باب تفاعل اور تفعل کا ایک خاصہ یہ ہے کہ دو تاء میں سے ایک کو مضارع میں حذف کر دیتے ہیں۔
﴿بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾
اثم اور عدوان میں فرق:

اللہ تعالیٰ کے حق کو توڑنا اثم (گناہ) ہے اور بندے کے حق کو توڑنا عدوان ہے۔
تفسیر کشاف، ابوسعود اور جلالین نے یوں لکھا ہے۔ کہ وهو محرم عليكم میں ھو ضمیر شان ہے فما جزاء میں ما استفہامیہ انکار کے لئے ہے۔
۸۷۔﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۝﴾
ربط:- پہلے رکوع میں بنی اسرائیل کی خامیوں کا ذکر تھا یہ نافرمانیاں مختلف طور پر تھیں۔
سوال: اب سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا ان کے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا، کتاب نہیں آئی تھی یا انہوں نے جہالت کی وجہ سے یہ کام کئے۔
جواب: اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا۔ نہیں ہم نے بہت سے انبیاء ان کے پاس بھیجے لیکن انہوں نے کسی کی بات نہ مانی۔
﴿وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ﴾
قفا سے مراد ہے گردن کی گدی مطلب یہ کہ ایک دوسرے کے پیچھے انبیاء آئے یعنی ایسے آئے کہ ایک دوسرے کی گدی دیکھ رہے تھے مراد تتابع ہے پے در پے آنا۔
عیسیٰؑ کی نسبت مریم کی طرف کرنے میں نکتہ:

﴿عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ﴾
عیسیٰؑ کی نسبت مریم کی طرف کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ عیسیٰؑ کا اگر باپ ہوتا تو اس کی طرف نسبت ہوتی۔
عیسیٰ عبرانی زبان کا لفظ ہے۔ اصل میں عیشو تھا۔ جس کا معنی ہیں سیّد، سردار،

امام بخاریؒ نے مریم کا معنی کتاب التفسیر میں کیا ہے عابدہ۔ عبادت گزار عورت۔
قرآن میں سوائے مریمؑ کے کسی عورت کا نام نہیں آیا ہے:
یاد رہے کہ قرآن میں کسی بی بی کا نام نہیں آیا ہے سوائے مریمؑ کے۔ حضرت مریم کا نام تیس مرتبہ آیا ہے۔
باقی کا ذکر امراۃ یا زوجہ سے فرمایا ہے۔
﴿وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾
نحاۃ کے دو گروپ ہیں۔ (۱) بصریین (۲) کوفیین۔
نحاۃ جمع ناح بمعنی نحوی۔ بصریین بفتح الباء اور بکسر الباء جائز ہے۔ یہاں ان دونوں میں اختلاف ہے۔
کوفیین کہتے ہیں کہ اضافة الموصوف الی الصفة جائز ہے۔ بصریین فرماتے ہیں کہ جائز نہیں۔
کوفیین کہتے ہیں کہ یہاں (بروح القدس) میں روح موصوف ہے اور قدس صفت ہے۔ اس کی طرف اضافت ہے
، والحق مذهب الکوفیین۔ یہاں روح القدس سے حضرت جبرائیل علیہ السلام مراد ہیں کہ یہودی حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے سخت مخالف تھے۔ اس وجہ سے حضرت جبرائیلؑ ان کے ساتھ رہتے تاکہ یہودی ان کو کوئی نقصان نہ
پہنچائیں۔
﴿فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ﴾
تقتلون اصل میں قتلتم تھا۔ مضارع کے ساتھ اس کو ذکر کیا کہ گو تم اب بھی قتل کر رہے ہو۔ تمہارا قتل اب
تک جاری ہے۔
۸۸۔ ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ﴾
غلف اغلف کی جمع ہے۔ جس کا معنی ایسا بچہ جس کا ختنہ نہ کرایا گیا ہو۔
سیف اغلف ایسی تلوار جو نیام کے اندر ہو۔ ان کے اس قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری باتیں گرد کی طرح ہیں۔
اس لیے ہم نے اپنے دلوں کو اس گرد سے غلافوں میں رکھا ہے۔
۸۹۔ ﴿وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ﴾
اس کی دو تفسیریں ہیں۔
(۱) باب استفعال مجرد کے معنی پر ہے یعنی فتح کے معنی ہوں گے کہ اس سے پہلے کھولتے تھے اور بیان کرتے۔
(۲) جمہور اور اکثر مفسرین نے یوں معنی بیان کیا ہے کہ یہود کافروں (مشرکین) کے ساتھ جب لڑتے تو حضور
ﷺ کا نام وسیلے کے طور پر لیتے اور ان کے طفیل فتح کی دعا کرتے۔

توسل کے اقسام اور ہر ایک کا حکم:

توسل کے الفاظ یہ ہیں یا اللہ میں حضورؐ کے وسیلے سے یا ابوبکرؓ کے طفیل سے یا امام ابوحنیفہؒ کی حرمت سے یا
شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی برکت سے یا شیخ احمد سرہندیؒ کی جاہ سے۔ ان تمام کا مفہوم ایک ہے۔
تسکین الصدور میں تفصیل سے مذکور ہے۔

اقسام توسل:

توسل ادا کی کئی قسمیں ہیں۔ (۱) ایک خالص شرک (۲) ایک قسم مکروہ (۳) ایک قسم جائز۔

(۱) شرک یہ ہے کہ کوئی کہے کہ یا اللہ میرا یہ کام کر حضورؐ کے وسیلے سے اور آپؐ کی طفیل سے اور یہ سمجھتا ہو کہ حضورؐ عالم الغیب ہیں یہ خالص شرک ہے۔ فتاویٰ بزازیہ اور گلدستہ توحید میں منقول ہے۔

(۲) لفظ اگر وسیلے اور طفیل کا لے لیتا ہے لیکن مراد کی تعیین نہیں کرتا یعنی عالم الغیب یا حاضر ناظر ہونے کی۔ تو یہ مکروہ ہے۔

(۳) آپ ﷺ کو حاضر ناظر، مختار کل، عالم الغیب تو نہیں سمجھتا اور یہ کہتا ہے کہ میرا آپ ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے۔ مجھے آپ ﷺ سے محبت ہے تو وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔

**توسل اور حافظ ابن تیمیہؒ:**

حافظ ابن تیمیہؒ نے **القاعدة الجليلة فى مسئلة الوسيلة** میں وسیلہ کے ناجائز ہونے پر زور دیا ہے لیکن آخر میں فرمایا ہے کہ اگر وسیلہ **بايمانه و بحبه النبى** ﷺ ہو تو یہ جائز ہے۔ یعنی جو صورت ہم نے ذکر کی ہے۔ **تقوية الايمان** میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے وسیلہ پر بحث کی ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ اگر یہ کہہ دیں کہ یا اللہ آپ مجھے دے دیں حضورؐ کے وسیلے سے تو یہ درست ہے۔

یاد رہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سختی سے اس بات کا انکار فرماتے تھے کہ **تقوية الايمان** حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تصنیف ہے۔

۹۰۔ ﴿بِئۡسَمَا اشۡتَرَوۡا بِهٖۤ اَنۡفُسَهُمۡ﴾

اشتروا یہ اضداد میں سے ہے اس کا معنی ہے خریدنا یا فروخت کرنا۔

۹۱۔ ﴿قَالُوۡا نُؤۡمِنُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا﴾

یہود کہتے تھے کہ ہم پر جو وحی نازل کی گئی ہے اس کو تو مانتے ہیں لیکن اس کے علاوہ جو وحی تم پر نازل کی گئی ہے اس کو نہیں مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے الزامی اور تحقیقی جواب دیئے ہیں۔

الزامی جوابات کئی ہیں اور تحقیقی جواب ایک ہے وہ یہ ہے کہ تم قرآن پاک کا انکار کرتے ہو جو کہ ان کتب سابقہ کے لئے مصدق ہے تو جب تم نے مصدِق کا انکار کیا تو اس سے مصدَق کا انکار لازم آیا۔

**الزامی جوابات:**

(۱) اچھا اگر تم کہتے ہو کہ ہمیں **بما انزل علينا** پر ایمان ہے تو تم انبیاء کو کیوں قتل کرتے ہو۔

(۲) تمہارے پاس حضرت موسیٰؑ واضح دلائل لے آئے پھر بھی تم نے بچھڑے کی عبادت شروع کی کیا یہ **بما انزل علينا** پر ایمان ہے۔

(۳) جب ہم نے تم سے وعدہ لیا اور ہم نے کوہ طور کو تمہارے اوپر اٹھایا اور ہم نے کہا کہ پکڑو اس چیز کو جو ہم نے تمہیں دی ہے۔ اس کے بعد تم نے نقض عہد کر لیا، کیا یہ ایمان ہے؟

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ ہم نے مطلب کی بات مانی اور باقی چھوڑ دی۔

**یہود موت سے ڈرتے ہیں جب کہ مسلمان موت کو محبوب رکھتے ہیں اس پر چند واقعات:**

۹۳۔ ﴿وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ‌ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۔ قُلۡ

إِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ خَالِصَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا﴾

اس کے تحت روح المعانی، بیضاوی، البحر المحیط، خازن میں چند واقعات اختصاراً نقل کئے ہیں۔

(۱) حضرت حذیفہؓ ایک مرتبہ غزوہ میں زخمی ہوئے خوشی کی وجہ سے نعرے لگائے کسی نے پوچھا تم تو زخمی ہوئے ہو خوشی کے نعرے کیوں لگاتے ہو فرمایا کہ الآن نلاقی محمدا و حزبه۔

(۲) حضرت علیؓ جنگ صفین میں بغیر زرہ پہنے ہوئے میدان میں آئے۔ صاحبزادے حضرت حسنؓ نے عرض کیا کہ ابا جان! تیروں کی بارش ہو رہی ہے اور آپ میدان میں بغیر زرہ کے گئے ہیں۔ فرمایا "ان اباک واللہ ما یبالی وقع علی الموت او وقع علیه"

(۳) مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ ایران کے پہلوان جرنیل رستم نے حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔ رستم نے کہا کہ بھیڑ بکریوں کے چرانے والو! اپنے آپ پر ترس کھاؤ۔ میرے پاس اتنی فوج ہے کہ تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جواباً لکھا انا قوم یحبون الموت کما یحب الفرس الخمر۔

﴿لَوْ يُعَمَّرُ﴾

لو مصدریہ ہے بمعنی اَن (کشاف) بمزحزحه کے لئے نائب فاعل اَن یعمر ہے۔

۹۷۔ ﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيلَ﴾

ربط: بنی اسرائیل کی کجرویوں اور نافرمانیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ اس کے شان نزول میں اختلاف ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضورؐ ایک موقع پر بیت المدارس یہودیوں کے مدرسے میں تھے۔ اس وقت عبداللہ بن سلام مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ مجھ پر وحی اترتی ہے انہوں نے پوچھا کون وحی لاتا ہے؟ فرمایا کہ جبرائیل۔ اس پر انہوں نے کہا کہ یہ تو ہمارے دشمن ہیں اگر میکائیل وحی لے کر آتا تو ہم اس کو مان لیتے۔

وہ فرشتے جن کے نام قرآن پاک میں آئے ہیں:

قرآن پاک میں چھ فرشتوں کے نام مذکور ہیں۔ چار تو یہاں مذکور ہیں۔ (۱) جبرائیل (۲) میکائیل (۳) ہاروت (۴) ماروت۔ (۵) پانچواں رعد ہے۔ سورۃ رعد میں اس کا ذکر ہے اور (۶) چھٹا مالک ہے۔ یٰملک لیقض علینا ربک۔ یہ جہنم کا انچارج ہے اور جنت کا انچارج رضوان ہے۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ جبرائیل مرکب ہے جبر اور ایل سے جبر کے معنی عبد اور ایل کے معنی اللہ تو معنی عبداللہ ہوا۔ اسی طرح میکا، اسراف، عزرا کے معنی عبد کے اور ایل کے معنی اللہ کے تو تمام کے معنی ہوں گے عبداللہ۔ یہ تمام عبرانی زبان کے لفظ ہیں۔ عزرائیل کا نام نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کتاب العظمة للشیخ اصفہانی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

۱۰۰۔ ﴿أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ . وَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولٌ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيقٌ مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ كِتَابَ اللَّهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ كَأَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾

یہاں سے ان کی اور بدعنوانیوں کا ذکر ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ نے وعدے لئے انہوں نے ان کو توڑ دیا۔
﴿ كِتَابَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾
(۱) کتاب اللہ سے مراد قرآن ہے (۲) یا اس سے مراد تورات ہے۔
۱۰۲۔﴿وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوْا الشَّيٰطِيْنُ﴾
بنی اسرائیل کی ایک اور خرابی یہ تھی کہ وہ جادو کیا کرتے تھے اور عوام اس کو کرامت سمجھتی تھی۔
علامہ تاج الدین سبکیؒ نے اپنی کتاب طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں کرامت کی چوبیس قسمیں بتائی ہیں۔ان میں سے ایک یہ ہے کہ ولیٌّ یاکل طعامًا کثیرًا "یہ تقریباً ہم سب میں پائی جاتی ہے۔
﴿ تَتْلُوْا ﴾
اشکال:
تَتْلُوْا یہ واحد مؤنث کا صیغہ ہے آگے الف آیا ہے خلاف قاعدہ حالانکہ واحد کے صیغہ میں الف نہیں آتا۔
جواب: مصحف امام میں یوں لکھا ہے۔ مصحف امام سے مراد قرآن کا وہ نسخہ ہے جو حضرت عثمانؓ نے لکھوایا تھا۔اسے مسقط کی حکومت نے طبع کرایا ہے۔ایک نسخہ میرے پاس بھی موجود ہے۔ تتلوا کے دو معنی آتے ہیں۔باب کی تبدیلی کی وجہ سے اگر مصدر تلاوۃً آجائے تو معنی پڑھنے اور تلاوت کرنے کے ہیں اور اگر مصدر تِلْوًا آجائے تو اس کے معنی پیچھے چلنا۔
اسی طرح هجر يهجر هِجرًا مصدر آئے تو معنی ہجرت کرنے اور اگر مصدر هُجرًا آئے تو معنی لغو باتیں کرنا۔
﴿وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ﴾
اس سے مراد ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے جادو نہیں کیا۔تعبیر ما کفر اس لیے اختیار فرمائی کہ جادو کرنا کفر ہے۔جس کی تفصیل اور اقسام تفسیر عزیزی میں موجود ہیں اور یہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جادو کی نسبت کرتے تھے جو کہ درحقیقت کفر ہے۔اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا یعنی جادو نہیں کیا۔
۱۰۲۔﴿وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ﴾
بعض مفسرین مثلاً بیضاوی وغیرہ نے لکھا ہے کہ ما نافیہ ہے لیکن ان کی یہ بات صحیح نہیں کیونکہ آگے خود آتا ہے
﴿وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا﴾
کہ مؤثر حقیقی صرف اللہ ہے باقی سب اسباب کے درجے میں ہیں۔
ہاروت ماروت کا واقعہ اور محققین کی تردید:
بعض مفسرین نے یہاں پر ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ ھاروت و ماروت دو فرشتوں کو حق تعالیٰ نے انسانی طبیعت دے کر زمین پر بھیجا۔یہ دونوں دنیا میں آکر ایک زہرہ نامی عورت پر مفتون ہوئے اس سے خواہش پوری کرنی چاہی۔اس عورت نے کہا کہ شرک کرو تو مجھے منظور ہے انہوں نے اس سے انکار کیا۔وہ عورت چلی گئی اور پھر واپس آئی کہنے لگی، چلو اس بچے کو قتل کر ڈالو تو تمہاری خواہش پوری کر دوں گی۔انہوں نے اس سے بھی انکار کیا پھر آئی اور کہنے لگی کہ چلو یہ شراب پی لو تو میں یہ کام تمہارے ساتھ کروں گی۔انہوں نے اس شراب پینے کو چھوٹا گناہ سمجھ کر شراب پی لی۔اس سے وہ دونوں بے ہوش ہوئے۔اسی بے ہوشی میں ان سے زنا بھی کروایا اور اس بچے کو بھی قتل کروایا۔اس کے بعد وہ عورت

آسمان پر چلی گئی اور زہرہ ستارے کی شکل میں مسخ ہو گئی۔ اس واقعہ کو اور بھی طریقے سے نقل کیا گیا ہے۔
لیکن بعض مفسرین نے اس کے بارے میں لکھا کہ یہ اسرائیلیات میں سے ہے اور ان کا من گھڑت قصہ ہے۔ تفسیر کبیر میں امام رازیؒ نے اس واقعہ کی تردید کی ہے کہ فرشتے معصوم ہوتے ہیں، ان سے ایسے افعال سرزد نہیں ہوتے۔ بہر حال اس واقعہ کو حافظ ابن کثیر نے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ اس کے بارے میں اگرچہ کوئی صحیح متصل مرفوع حدیث نہیں ملی لیکن اس واقعہ کی تائید اقوال تابعین سے اور قرآن کے ظاہری الفاظ سے ہوتی ہے (واللہ اعلم) حضرت شیخ اور اکو ہمارے اساتذہ اس واقعہ کی تردید فرماتے ہیں۔ (مرتب)

۱۰۳۔ ﴿لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

بیضاوی اور کشاف میں ہے کہ لو اگر شرطیہ ہو تو جزاء محذوف ہوگی ای لو کانوا یعلمون لطلبوا ثوابہٗ اور بعض نے کہا ہے کہ لو تمنی کے لئے ہے تو اس صورت میں جزاء کی ضرورت نہیں۔

۱۰۴۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

ربط: بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا ذکر چلا آرہا ہے۔ آگے بھی ان کی ایک خامی کا ذکر ہے۔ صحابہ کرامؓ لفظ راعنا بولتے تھے کہ ہماری رعایت کرو (مراعاۃ سے ہے) یہود اس کو مروڑ کر راعینا پڑھتے یعنی ہمارے چرواہے۔ جیسا کہ یہود سام علیکم کہتے تھے سلام کی جگہ۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے سنا کہ ایک یہودی نے آپ ﷺ پر سلام کیا اور سام علیکم کہا تو حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا علیک السام واللعنۃ (تم پر موت اور لعنت ہو) آپ ﷺ نے پوچھا کہ کل تو عائشہؓ بہت غصے ہو گئی تھیں۔ آپؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ نے سنا نہیں تھا کہ اس نے کیا کہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے بھی تو جواب میں کہا وعلیک کہ تم پر بھی ہو یعنی موت۔

لفظ یارسول اللہ کہنے میں تفصیل:

یارسول اللہ کا لفظ مطلقاً جائز بھی نہیں اور مطلقاً حرام بھی نہیں بلکہ اس میں تفصیل ہے۔ اگر کوئی شخص شوقیہ طور پر کہے یارسول اللہ اور اس کا عقیدہ حاضر ناظر کا نہ ہو تو درست ہے جیسا کہ مسلم جلد ثانی صفحہ ۴۱۹ میں ہے کہ آپ ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو بچیوں اور لونڈیوں نے کہا یامحمد یا رسول اللہ۔ اور اگر کہنے والے کا عقیدہ حاضر ناظر کا ہو تو پھر کہنا شرک ہے اور حرام ہے۔

۱۰۵۔ ﴿اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ﴾ **من خیر ای القرآن، الحدیث، والنصرۃ من اللہ.**

حسد اور غبطہ میں فرق:

تفسیر کبیر، روح المعانی، عمدۃ القاری، فتح الباری میں حسد کی مشہور دو شقیں ہیں۔
(۱) ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو خوبی، مال، حسن جمال دیا دوسرا اپنے قلب میں یہ کہتا ہے کہ یہ مجھے کیوں نہ ملا۔ خدا کرے کہ اس کے پاس بھی یہ نہ رہے خواہ مجھے ملے یا نہ ملے یہ حسد ہے
(۲) اور غبطہ میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مال وغیرہ دیا اور یہ کہے کہ رب تعالیٰ مجھے بھی اس جیسا دے دیں اور اس کے پاس بھی باقی رہے۔ یہ جائز ہے اور حسد جائز نہیں۔

۱۰۶۔ ﴿مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ﴾

تحویل قبلہ کا حکم اور یہود کی شرارت:

ما بمعنی الذی۔ قبلہ کا حکم جب منسوخ ہوا اور تحویل قبلہ کا حکم آیا تو یہود شرارت کے طور پر کہتے کہ تم کہتے ہو کہ قرآن کتاب اللہ ہے حالانکہ اس کتاب کے احکام تو روزانہ تبدیل کرتے ہو کبھی کہتے ہو کہ یہ حرام ہے دوسرے دن کہتے ہو کہ جائز ہے کبھی ایک چیز کو جائز کہتے ہو دوسرے دن اس کو حرام قرار دیتے ہو۔ پہلے کافرہ عورت کے ساتھ نکاح جائز تھا، اب کہتے ہو کہ نا جائز ہے۔ اگر یہ کتاب اللہ ہوتی تو احکام تبدیل نہ ہوتے۔

یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ جو حکم منسوخ ہوتا ہے وہ غلط فہمی کی بناء پر ہوتا ہے کہ پہلے ایک حکم دیا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ غلط ہے تو اس کو تبدیل کیا نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے کیسے غلطی ہو جاتی ہے کہ آج ایک حکم دیا دوسرے دن وہ غلط تو دوسرا حکم دیا۔ کلام اللہ میں ایسی غلطی نہیں ہوسکتی لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ قرآن کتاب اللہ نہیں ہے۔

## بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نسخ کو مان لیا جائے تو اس سے حق تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے:

سوال: نیز بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر نسخ کو مان لیا جائے تو اس سے حق تعالیٰ کی جہالت لازم آتی ہے؟

جواب: (۱) اس کا جواب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی کتاب انتصار الاسلام میں دیا ہے کہ اگر ہم نسخ مان لیں تو اس سے جہالت لازم نہیں آتی۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کسی کو تندرست رکھا، کسی کو بیمار بنایا، ایک کو فقیر دوسرے کو امیر بنایا۔ تو تم تکوینی امور میں تغییر کے قائل ہو تو تشریعی امور میں بھی تغییر ہوسکتی ہے اس سے جہالت لازم نہیں آتی۔

(۲) اللہ تعالیٰ حکیم علی الاطلاق ہے اور حکیم مطلق بیمار کے مزاج کے مطابق نسخ (تبدیلی) دوا میں کرسکتا ہے۔ لہٰذا جس طرح یہاں دوائی کی تبدیلی سے حکیم کی جہالت لازم نہیں آتی، اس طرح اللہ تعالیٰ کی جہالت بھی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ حق تعالیٰ روحانی بیماروں کے لئے نسخہ تبدیل کرتا رہتا ہے۔

﴿أَوْ نُنسِهَا نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا﴾

## ننسها کا مجرد مادہ نسیان ہے یا النسیئہ ہے:

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ مامن ایة میں ما شرطیہ ہے۔ من ایة ما کا بیان ہے۔ ایک گروہ کہتا ہے کہ ننسها کا مجرد مادہ نسیان ہے۔ جس کا معنی بھلا دینا ہے۔

فتح الباری اور عمدہ القاری میں اس پر خوب بحث ہے۔ حوالے ''اظہار العیب'' میں درج ہیں۔ نسیان کا معنی ہے کسی چیز کا عارضی طور پر ذہن سے نکل جانا۔ پھر ذہن میں آ جانا۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مجرد مادہ النسیئہ ہے، جس کے معنی مؤخر کرنا۔ ننسها ای نؤخرها۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حکم میں بندوں کے لئے آسانی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر پہلے حکم تھا کہ ایک کے مقابلے میں دس کافر ہوں تو بھاگنا جائز نہیں بلکہ لڑو گے۔ اس کے بعد حکم آیا کہ ایک کے مقابلے میں دو کافر ہوں تو بھاگنا جائز نہیں۔ تو اس حکم میں زیادہ آسانی اور سہولت ہے۔

## ولی اور نصیر میں فرق:

﴿مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ﴾

دونوں میں فرق یہ ہے کہ ولی وہ ہے جو زبانی مدد کرے اور نصیر وہ ہے جو عملی طور پر مدد کرے۔ نیز ولی رشتہ دار ہوتا ہے اور نصیر رشتہ دار اور غیر رشتہ دار دونوں ہوسکتا ہے۔

﴿ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا ﴾
عفو اور صفح میں فرق:
علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ العفو ترک عقوبة المذنب اور الصفح ترک تثریبه۔ (گناہ گار کی سزا کو چھوڑ دینا عفو اور اس پر ملامت کو چھوڑ دینا صفح ہے۔)
﴿ وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا ﴾
اوپر سے ان کی نافرمانیوں کا ذکر چلا آ رہا ہے۔
شان نزول: جس وقت یہودیوں کا اور نجران کے عیسائیوں کا آپ ﷺ کے سامنے مناظرہ ہوا اس وقت یہودیوں نے یہ کہا کہ یہود کے علاوہ کوئی بھی جنت میں داخل نہیں ہوگا اور نصاریٰ نے کہا کہ نصاریٰ کے علاوہ کوئی بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ان کی آرزوئیں ہیں۔
۱۱۳۔ ﴿ وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصٰرٰی عَلٰی شَیْءٍ ﴾
ربط: اس کا واضح ہے کہ ماقبل میں یہود اور نصاریٰ اور ان کی غلط کاریوں کا ذکر تھا۔ یہاں بھی ان کی خامیاں بیان فرما رہے ہیں۔ یہود اور نصاریٰ دونوں کا دین اصل میں حق تھا لیکن دونوں نے ضد کی وجہ سے ایک دوسرے کی مخالفت کرنی شروع کر دی اور ضد میں آ کر دونوں اہل کتاب نے اپنی نازل شدہ کتاب کی مخالفت کی اور انکار کیا۔
حق تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ فرمایا ایک فیصلہ دلیل سے ہوتا ہے، وہ تو دنیا میں ہوا اور ایک فیصلہ عملی ہوتا ہے۔ وہ آخرت میں ہوگا یہود اور نصاریٰ ضد میں آ کر اصل راستہ سے ہٹ گئے اور کافر ہوئے جبکہ مشرکین نے ان دونوں کے دینوں کا انکار کیا اور کہا کہ ہم ملت ابراہیمی پر ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تینوں غلطی پر ہیں۔
۱۱۴۔ ﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ ﴾
اس کے دو شان نزول بیان کیے ہیں۔
(۱) مسجد اقصیٰ میں طیطروس رومی کی فوجیں داخل ہوئیں۔ وہاں کے نمازیوں کو شہید کر دیا۔ اگر یہ آیت مسجد اقصیٰ کے متعلق ہو پھر تو ربط ظاہر ہے کیونکہ اوپر یہود کا ذکر ہے۔
(۲) دوسری شان نزول یہ ہے کہ آپ ۶ ہجری کو پندرہ سو صحابہ کرام کو لے کر عمرہ کے لئے تشریف لے گئے۔ حدیبیہ کے مقام پر مشرکین نے رکاوٹ ڈالی اور مکہ میں داخل ہونے نہ دیا۔ اگر شان نزول یہ ہو تو آ گے "وقال الذین" کا ذکر ہے جس سے مراد مشرکین ہیں۔
۱۱۴۔ ﴿ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ ﴾
لھم سے مراد اگر مشرکین ہوں تو بھی صحیح ہے کہ ابوجہل وغیرہ بدر میں ہلاک ہوئے اور بھی کافی ذلتیں اٹھائیں اور اگر اس کا مرجع یہود و نصاریٰ ہوں تو مراد اس سے قتل اور جزیہ ہے۔
قرآن میں "حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون" آتا ہے کہ رسوا ہو کر جزیہ دیں گے اور آخرت میں تو ان کے لئے عذاب ہوگا ہی ہوگا۔
۱۱۵۔ ﴿ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ۝ ﴾
ربط: اوپر نسخ کے متعلق ان کا اعتراض تھا۔ اب وہ اعتراض جو قبلے کے بارے میں انہوں نے کیا۔ شان نزول کے

بارے میں دوقسم کی روایات ہیں۔

(۱) مسجد قبا یا بنوسلمہ کی مسجد میں آپ ﷺ ظہر کی نماز ادا کر رہے تھے۔۔۔۔

(۲) تفسیر مظہری اور ابو سعود میں ہے کہ جس وقت قبلہ تبدیل ہوا تو یہودیوں نے شوشہ چھوڑا" ما ولٰھم عن قبلتھم التی کانوا علیھا "تو یہ آیت نازل ہوئی۔

﴿فاینما تولوا فثم وجہ اللّٰہ﴾

علامہ ابوالبرکات نسفی تفسیر مدارک میں لکھتے ہیں۔ جس طرف تم اپنے چہروں کو پھیرتے ہو، وہاں اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ یہ مسئلہ نفلی نماز کے متعلق ہے کہ جنگل میں سواری کا جس طرف منہ ہو اس طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۱۶۔ ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلٌّ لَّهُ قَانِتُوْنَ٥﴾

یہ کون لوگ ہیں؟ قیل: یھود و نصاری وقیل: مشرکی۔ اگر یہود و نصاریٰ ہوں تو وہ کہتے تھے قالت الیھود عزیر ابن اللّٰہ و قالت النصاری المسیح ابن اللّٰہ اگر مشرکین ہوں تو وہ کہتے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ "یجعلون للّٰہ البنات" یہود کے متعلق یہ ہے کہ وہ حد سے تجاوز کرتے ہوئے کہتے تھے کہ نحن ابناء اللّٰہ واحباؤہ"

﴿قانتون﴾ ای مطیعون

﴿كُن فَيَكُوْنُ﴾

نحوی اشکال:

کن امر ہے اور فیکون جواب امر ہے جواب امر مجزوم ہونا چاہئے حالانکہ یہاں مضموم ہے۔

جواب: مبتدا محذوف ہے۔ اصل یوں ہے کن فھو یکون۔ تو یکون خبر ہے (بیضاوی)۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ فیکون جواب امر نہیں ہے۔

۱۲۱۔ ﴿اَلَّذِيْنَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ﴾

یہود میں عبداللہ بن سلام اور حضرت اسد اور اسیدؓ مراد ہیں اور نصاریٰ میں سلمان فارسی، تمیم داری، عدی بن حاتم رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں۔

﴿يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ اذْكُرُوْا﴾

بیان القرآن وغیرہ میں یہ ربط ہے کہ پہلے بھی بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا ذکر تھا اور اب بھی ان کی نافرمانیوں کا ذکر ہے۔

۱۲۴۔ ﴿وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ رَبُّهٗ بِكَلِمَاتٍ فَاَتَمَّهُنَّ قَالَ اِنِّيْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِيْنَ﴾

ربط: تفسیر کبیر اور ابو سعود میں ہے کہ یہود نے قبلہ کے نسخ کے بارے میں اعتراض کیا۔ اس سلسلہ میں مسجد حرام سے روکنے کا ذکر بھی آیا تھا تو آگے اس کے بانی کا ذکر ہے۔ مشرکین کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں تو آگے رب تعالیٰ نے

ابراہیم کے کارنامے ذکر فرمائے ہیں کہ تمہارا ابراہیم سے کیا تعلق وواسطہ ہے؟

﴿ ابتلیٰ ﴾

روح المعانی اور البحر المحیط میں ہے کہ امتحان کی نسبت جب انسانوں کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے مسئول عنہ کی استعداد معلوم کرنا اور جب امتحان کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہو تو معنی ہے حاضرین مجلس پر مسئول عنہ کی فضیلت بیان کرنا۔

بکلمات سے کیا مراد ہے؟

﴿ بِکَلِمَاتٍ ﴾ اس کی مختلف تفاسیر ہیں۔

(۱) خصال فطرت مراد ہیں مثلاً ناخن کاٹنا، زیر ناف بالوں کو کاٹنا، ختنہ کرنا وغیرہ۔

(۲) ابراہیم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا شام کو جاتے ہوئے راستہ میں تکالیف برداشت کیں۔ بیوی بچوں کو وادغیرذی زرع میں چھوڑا۔ اسی طرح اسماعیلؑ عمر بارہ تیرہ سال کی تھی ان کے ذبح کرنے کا حکم دے دیا۔ اس طرح باطل کے مقابلے میں حق کا دامن کبھی نہ چھوڑا۔

۱۲۹۔ ﴿ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِیۡهِمۡ رَسُوۡلاً مِّنۡهُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ وَیُزَکِّیۡهِمۡ اِنَّکَ اَنۡتَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ○ ﴾

حضور ﷺ کے چار کام ہیں:

(۱) یتلوا علیهم ایٰتک (۲) یعلمهم الکتٰب (۳) والحکمة (۴) ویزکیهم

الحکمة سے مراد کیا ہے؟

ابن کثیر اور تفسیر مظہری میں ہے کہ الحکمة سے سنۃ مراد ہے۔ اور ابن القیم نے لکھا ہے کہ الحکمة سے باتفاق علماء سنت مراد ہے۔

حدیث وسنت میں فرق:

بعض نے کہا کہ الفاظ مترادفہ ہیں۔ حدیث کا تعلق قول سے ہے اور سنت کا تعلق فعل وعمل سے ہے۔

﴿ وَیُزَکِّیۡهِمۡ ﴾

یہاں تزکیہ کا اسناد آپؐ کی طرف مجازاً ہے حقیقی تزکیہ کرنے والے رب تعالیٰ ہیں۔ ویز کی من یشاء.

۱۳۰ ﴿ وَمَنۡ یَّرۡغَبُ عَنۡ مِّلَّةِ اِبۡرٰهٖمَ ﴾

پہلے ابراہیم کا تذکرہ تھا آگے فرمایا کہ جو ان کے طریقے سے پھرے گا وہ بے وقوف ہوگا۔ یرغب کا صلہ جب عن آئے تو اس کا معنی ہوگا اعراض کرنا۔

سوال: آپ ﷺ مستقل پیغمبر ہیں پھر آپ ﷺ کو اتبع ملة ابراهیم حنیفا میں ابراہیم کی پیروی کرنے کا حکم دیا۔ معلوم ہوا کہ آپ مستقل پیغمبر نہیں ہیں؟

جواب: روح المعانی، بیان القرآن وغیرہ میں ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ابراہیم یا دوسرے پیغمبروں کی پیروی کا حکم نہیں دیا بلکہ ملت کی پیروی کا حکم دیا۔

سوال: ملت ابراھیم کیوں کہا ملت عیسیٰ یا ملت موسیٰ کیوں نہیں کہا؟

جواب: (۱) موسیٰ وعیسیٰ کی شخصیات متنازع فیہ ہیں۔ یہود عیسیٰ کو اور نصاریٰ موسیٰ کو نہیں مانتے لیکن ابراھیم متفق علیہ شخصیت ہیں۔

(۲) حضور علیہ ﷺ کی شریعت کے بہت سے فروعی مسائل حضرت ابراہیم کی شریعت سے مشترک ہیں۔

۱۳۳۔ ﴿قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰـهَکَ وَاِلٰـهَ اٰبَائِکَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحَاقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ۝﴾

(قاعدہ) مجرور بالاضافت یا مجرور بحرف الجار پر اگر عطف کیا جائے تو اعادہ حرف جار ضروری ہے۔ بغیر اعادہ حرف جار عطف جائز نہیں۔

سوال: و الٰہ ابائک کا الٰھک پر عطف درست نہیں کیونکہ عطف مغایرت کا متقاضی ہے۔

جواب: اس لئے آگے فرمایا الھًا واحدًا تاکہ مغایرت نہ آئے۔

۱۳۴۔ ﴿تِلْکَ اُمَّةٌ﴾

سوال: تلک مؤنث ہے یعقوب علیہ السلام کی طرف راجع ہے وہ مذکر ہے۔

جواب: تلک کے بعد خبر امۃ مؤنث ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ مبتدا اور خبر کے درمیان ضمیر دائر ہو تو خبر کی رعایت کرنا اولیٰ ہے تو یہاں بھی خبر کی رعایت کی گئی ہے اور ضمیر تلک مؤنث لایا گیا۔

ملۃ کا نصب قل بل ملة ابراهیم میں کس وجہ سے ہے؟

(۱) تفسیر بیضاوی، کشاف اور بحر المحیط وغیرہ میں ہے کہ بل تتبع ملة ابراهيم تتبع کی وجہ سے منصوب ہے۔

(۲) اس کا نصب نکون کی وجہ سے ہے انہوں نے کہا کونوا ان کے جواب میں آیا نکون ملة ابراهیم۔

(۳) الزم کی وجہ سے ای الزم ملة ابراهیم.

﴿وَالْاَسْبَاطِ﴾

سبط کی جمع ہے قاموس میں لکھا ہے کہ اس کا معنی ہے ولد بعد ولد۔

﴿لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ﴾

انبیاء کے درمیان ایمان کے اعتبار سے عدم تفریق مراد ہے۔ درجات کے اعتبار سے نہیں

سوال: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ان کے درمیان فرق نہیں کیا اور آگے تیسرے پارے میں تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض اسی طرح پندرھویں پارے میں ہے فضلنا بعضهم علی بعض ۔ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ فرق ہے۔

جواب: بیضاوی، مدارک اور ابو سعود میں ہے کہ عدم تفریق باعتبار ایمان کے مراد ہیں۔ اس کے دو قرینے ہیں۔

(۱) ﴿قُوْلُوْا اٰمَنَّا﴾

اس ایمان کے سلسلے میں تفریق نہیں کرتے۔

(۲) چھٹے پارے میں ہے نؤمن ببعض نصاریٰ نے تفریق کردی۔ باقی ان کے درجات اپنے مقام پر ہیں۔

۱۳۷۔ ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا﴾

اشکال:

اشکال یہ ہے کہ یہاں لفظ مثل ذکر کیا کہ اگر ماامنتم بہ کے مثل پر ایمان لائے تو وہ ایمان لائے۔ تو تم ایمان لائے اللہ کی ذات اور اس کی صفات پر اور وہ ان کی مثل پر۔ تم کتابوں، جنتوں اور دوزخوں، فرشتوں پر ایمان لائے اور وہ ان کی مثل پر ایمان لائے یہ تو کفر ہے؟

جواب:

(۱) جلالین نے لکھا ہے کہ مثل کا لفظ زائد ہے۔ جیسا کہ لیس کمثلہ میں لفظ مثل زائد ہے۔

(۲) باء کا لفظ زائد ہے تو قیف کے لئے اور ما مصدریہ ہے معنی یہ ہے **فان آمنوا مثل ایمانکم۔**

﴿وَإِن تَوَلَّوا﴾

یہ کبھی ماضی کے لئے اور کبھی مضارع کے لئے آتا ہے۔ ان دونوں کا فرق سیاق وسباق سے ہوگا۔ جہاں یہ مضارع کے لئے ہوگا وہاں اس کے آگے پیچھے مضارع کے صیغے ہوں گے اور جہاں ماضی کے لئے ہوگا وہاں اس کے آگے پیچھے ماضی کے صیغے ہوں گے جیسا کہ **فان آمنوا بمثل ماآمنتم۔**

۱۳۸۔ ﴿صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ﴾ بیضاوی اور روح المعانی نے لکھا ہے کہ یہ صبغہ ایک قسم کا پانی تھا۔ جس سے وہ اپنے آپ کو رنگ دیتے تھے، جس کا نام محمودیہ تھا۔

صبغۃ اللہ کی نصب کی تین ترکیبیں ہیں۔

(۱) **الزموا صبغۃ اللہ** یعنی مفعول بہ فعل محذوف الزموا کا۔

(۲) **صبغۃ اللہ صبغۃ**، مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔

(۳) بدل ہے پہلے ملۃ کے لفظ سے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ﴾

اسم تفضیل نفس فعل کے معنی میں ہے۔ اگر اس کو حقیقی معنی پر کر دیں تو اس کا معنی ہوگا کہ اس سے اچھا تو نہیں لیکن اس کے برابر تو ہے۔

اس کا جواب قرطبی نے لکھا ہے تفسیر مدارک میں بھی ہے کہ

(۱) یہ تاکید کے لئے ہے۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ لوگ کہتے تھے کہ ہم صاحب حق اور صاحبزادے ہیں۔ فرمایا کہ نہیں جب تک اللہ کے رنگ میں اپنے آپ کو نہ رنگ لو کوئی فائدہ نہیں۔

۱۴۲۔﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○﴾

ربط: جب قبلہ کے نسخ کا حکم آیا کہ مسجد اقصیٰ کی بجائے کعبۃ اللہ قبلہ مقرر ہوا تو یہود نے بہت اعتراضات کئے۔ ابھی تحویل نہیں ہوئی تھی کہ رب تعالیٰ نے پہلے خبر دی کہ یہ لوگ بہت کچھ کہیں گے۔

تفسیر ابن کثیر، روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ آپؐ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، مسجد القبلتین میں، مقام قبیلہ بنوسلمہ تھا۔ دو رکعتیں پڑھ چکے تھے کہ وحی نازل ہوئی کہ آپ اپنا چہرہ کعبۃ اللہ کی طرف پھیر دیں۔

۱۴۳۔﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَا﴾

ای کما جعلنا قبلتکم الکعبة کذالک جعلنکم امۃ وسطا۔ کہ جیسا ہم نے تمہارا قبلہ کعبہ بنایا (جو بہترین قبلہ ہے) اسی طرح ہم نے تمہیں اعتدال والی امت بنایا۔

بخاری شریف میں اس آیت کے ذیل میں منقول ہے کہ قیامت کا دن ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نوحؑ کو بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا **ھل بلغت رسالتک**؟ وہ عرض کرے گا جی ہاں۔ اس کے بعد ان کی قوم ہوگی۔ وہ انکار کرے گی کہ **ما بلغنا** یعنی ہمیں نہیں پہنچایا۔ قوم کی حیثیت مدعی علیہ کی ہوگی اور نوحؑ کی حیثیت مدعی کی ہوگی۔ **البینۃ علی المدعی** کے تحت حضرت نوحؑ آپؐ کی امت کو بطور گواہ پیش کریں گے۔ پھر امت محمدیہ سے پوچھا جائے گا کہ کیا نوحؑ نے رسالت پہنچائی ہے وہ کہیں گے **نعم**۔

قوم نوحؑ اعتراض کرے گی کہ یہ لوگ اس وقت موجود نہ تھے جواب دیں گے کہ ہم نے رب تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن پاک میں پڑھا ہے۔

﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ﴾

معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ حق تعالیٰ ظہور واقعہ کے بعد سب کچھ جانتے ہیں جبکہ اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ وقوع سے پہلے بھی سب کچھ اللہ کے علم میں ہے۔ وہ لوگ اس آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں۔

لیکن ہمارے نزدیک یہاں علم سے مراد علم مشاہدہ اور علم ظہور ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ظہور ہمارے ہاں ہے چونکہ ظہور سے پہلے ہمارے علم میں نہیں تھا کہ یہ اللہ کے علم میں ہے۔ ہمارے جاننے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ اللہ کے علم میں پہلے سے تھا۔

معتزلہ کا تعارف:

معتزلہ کون ہیں؟ اور کب یہ فرقہ پیدا ہوا؟ تو فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ واصل نامی ایک آدمی بھی اس میں موجود تھا۔ کسی نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اگر کسی نے گناہ کیا تو وہ کافر ہے یا مومن؟ واصل، حسن بصریؒ سے پہلے بولا کہ وہ نہ مومن ہے نہ کافر۔ اس کو کافی سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ انکار کرتا رہا۔ اسی طرح شفاعت تراز و اور قبر میں جسم سے روح کے تعلق کا انکار کیا۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ اعتزل عنا۔ کہ یہ ہم سے الگ ہو گیا۔ اس کے ساتھ اور بھی کچھ لوگ مل گئے اس طرح اس فرقے کا نام معتزلہ پڑ گیا۔

﴿ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً ﴾

یہ ان مخففہ من المثقلۃ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی خبر پر لام آتا ہے۔ کانت کی ضمیر کا مرجع کیا ہے دراصل یہاں پر دو مصدر آتے ہیں ولی یولی .تولّی اور تولیۃ۔ یہاں کانت کی خبر تولیہ کی طرف راجع ہے۔ یہ جلالین تک میں آپ کو ملے گا۔

﴿ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ﴾

ای صلوٰتکم تحویل قبلہ کے بعد مسلمانوں کو اشکال ہوا کہ ہم نے پہلے جو مسجد اقصیٰ کی طرف نمازیں پڑھی ہیں اور جو لوگ اب وفات پا چکے ہیں اور انہوں نے مسجد اقصیٰ کی طرف نمازیں پڑھیں تھیں کیا ان کا ثواب ملے گا۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان نمازوں کو ضائع نہیں کریگا۔

۱۴۴. ﴿قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ﴾

قد جس وقت ماضی پر داخل ہو تو تحقیق کیلئے اور جب مضارع پر داخل ہو تو تقلیل کیلئے آتا ہے لیکن یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ متن متین اور مغنی اللبیب میں لکھا ہے۔

نحاۃ کوفیین کہتے ہیں کہ حروف جارہ مطلقاً ایک دوسرے کی جگہ پر آتے ہیں بغیر کسی شرط کے اور یہاں بھی فی السماء بمعنی الی السماء کے ہے۔

جبکہ بصریین کہتے ہیں کہ فی اصل معنی میں ہے اور لفظ جھت یہاں پر محذوف ہے عبارت یوں ہے فی السماء ای فی جھۃ السماء.

﴿أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ﴾

ضمیر کا مرجع تولّی ہے۔ یعرفونہ میں ہ ضمیر کا مرجع ایک قول کے مطابق کتاب ہے کہ وہ کتاب کو جانتے

ہیں جب کتاب کو جانتے ہیں تو لازمی بات ہے کہ صاحب کتاب کو بھی جانتے ہوں گے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع آنحضرت ﷺ ہے قرینہ اس کا یہ ہے کہ پہلے خطاب کے صیغے تھے اب غائب کے۔ علم معانی وغیرہ میں اس کو التفات کہتے ہیں

علامہ سیوطیؒ نے بخاری کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن سلامؓ نے اس موقع پر کہا تھا کہ ہم اپنے بیٹوں کے بارہ میں تو شک کر سکتے ہیں کہ حقیقی بیٹے نہ ہوں لیکن آپ ﷺ کے بارے میں شک نہیں ہو سکتا۔

۱۴۸. ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا﴾

ربط: اوپر بھی قبلہ کا ذکر تھا اب بھی قبلہ کا ذکر ہے۔ لکل میں تنوین عوض مضاف الیہ کے ہے ای ولکل من الامم۔
اوپر ذکر تھا کہ آپ اپنے چہرے کو کعبہ کی طرف پھیر دیں تو وہم ہو سکتا تھا کہ اقامت کی صورت میں یہ حکم ہے سفر میں نہیں ہے تو وضاحت کر دی کہ سفر میں بھی یہی حکم ہے۔

۱۵۰۔ ﴿لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾

**اس میں الناس سے کون مراد ہے؟**

(۱) یہود و نصاریٰ مراد ہیں کہ یہ لوگ کہا کرتے تھے۔ کہ ہمارا قبلہ تو مانا ہے مذہب کیوں نہیں مانا۔ نیز یہ کہ پہلی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفت نبی القبلتین بیان کی گئی ہے اگر تحویل قبلہ نہ ہوتا تو یہ یہود وغیرہ کہتے کہ محمد آخری نبی نہیں کیونکہ اس کی صفت تو نبی القبلتین ہے اور اس کا قبلہ تو ایک ہے۔

(۲) دوسرا یہ کہ الناس سے مراد مشرکین مکہ ہوں تو اس وقت اس کا مطلب یہ ہوگا کہ مشرکین کہا کرتے تھے کہ یہ اپنے آپ کو ابراہیمی کہتا ہے حالانکہ ابراہیم کا قبلہ تو کعبہ تھا اور اس کا بیت المقدس ہے تو کیسے کہتا ہے کہ میں ابراہیم کے دین پر ہوں۔

۱۵۱۔ ﴿كَمَآ أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنكُمْ﴾

"کما ارسلنا" لاتم سے متعلق ہے تقدیر عبارت یوں ہے ای اتمامًا کاتمامها باءِ رسالنا روح المعانی، سراج المنیر حتی کہ جلالین تک میں ہے،

۱۵۲۔ ﴿وَيُعَلِّمُكُم مَّا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾

**اہل بدعت کا علم غیب پر استدلال اور اس کا جواب:**

اہل بدعت نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ سب کچھ جانتے تھے اس لئے یہاں ما

تعیم کیلئے ہے۔اور تعلیم تعلم کے بعد ہو سکتی ہے۔

اس کے دو جواب ہیں۔ایک یہ کہ اگر یہاں ما سے عموم مراد لیتے ہو تو سورۃ انعام آیت نمبر ۹۱ میں وعلمتم ما لم تعلموا انتم ولا اباؤکم اہل کتاب کے بارے میں ہے تو اس تعیم کے مطابق ماننا پڑے گا کہ تمام یہودی علم غیب جانتے ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اصول سرخسیؒ میں ہے الموصولات لم توضع للعموم بل للعموم والخصوص۔موصولات وضع کے لحاظ سے عموم کیلئے نہیں ہیں قرینے کے وقت عموم کیلئے آتے ہیں۔

۱۵۳۔﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ﴾

ربط: تفسیر بیان القرآن، سبق الغایات، حقانی وغیرہ میں لکھا ہے کہ قبلہ کا مسئلہ یہود اور مشرکین نے بہت اچھالا۔ابتداء میں مسلمانوں کو اس سے تکلیف ہوئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ صبر کرو۔صبر اور نماز کے ذریعے استعانت طلب کرو۔

۱۵۴۔﴿وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ يُّقۡتَلُ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡيَآءٌ وَّلٰـكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ ﴾

اہل حق کا عقیدہ ہے کہ قبر میں اعادہ روح الی الجسم ہوتا ہے:

اموات اور احیاء یہ خبریں ہیں مبتدا محذوف کیلئے ای ھم اموات بل ھم احیاء"۔ اہل حق کا عقیدہ یہ ہے کہ قبر میں اعادۃ روح الی الجسم ہوتا ہے۔

قال ابو حنیفۃؒ واعادۃ الروح الی العبد فی القبر حق لیکن وہ حیات ہمیں محسوس نہیں ہوتی اس لئے فرمایا ولکن لا تشعرون یعنی حیات تو اس میں ہے لیکن تم کو شعور نہیں۔

شرح مواقف میں لکھا ہے کہ اس میں حیات اس طرح ہوتی ہے کمریض السکتۃ بعض لوگ اس کی غلط تاویلیں کرتے ہیں کہ اس حیات سے مراد روح کی حیات مراد ہے۔اور بعض کہتے ہیں کہ جسد مثالی کی حیات مراد ہے۔لیکن دونوں تاویلیں مردود ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ولا تقولوا لمن یقتل الخ قتل روح کو نہیں کیا جاتا بلکہ جسد عنصری کو قتل کیا جاتا ہے۔اور نہ ہی جسد مثالی کو قتل کیا جاتا ہے۔

بل احیاء میں بل حرف للاضراب ہے۔جب کوئی آدمی مرتا ہے تو گھر والوں کے ذہن میں دو باتیں آتی ہیں ایک یہ کہ کیوں مرا دوسرا یہ کہ ہم سے جدا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہو انا للہ کہ اللہ کا وہ بھی تھا اور ہم بھی تو جو اس کا تھا اس نے لے لیا دوسرا فرمایا والیہ راجعون ۔ کہ تمہارا بھی اسی طرف لوٹ کر جانا ہے وہاں ملاقات ہوگی

۱۵۷۔﴿ أُولٰـئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ﴾
حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ صلوٰت سے خصوصی رحمتیں اور رحمۃ سے عمومی رحمتیں مراد ہیں کیونکہ التاسیس اولی من التاکید

۱۵۸۔﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِن شَعَآئِرِ اللّٰهِ﴾
ربط: تفسیر کبیر میں امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ پہلے کعبہ کا ذکر تھا اب ان کے مناسک کا ذکر ہے یعنی وارنا مناسکنا کے ساتھ اس کا تعلق جوڑتے ہیں کہ یہ مناسک حج میں سے ہیں۔
جبکہ سبق الغایات فی نسق الآیات میں یہ ربط ہے کہ قبلہ کے ساتھ صفا مروہ کا تعلق ہے۔
شعائر اللہ:

حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ بڑے شعائر اللہ چار ہیں۔
(۱) نبی (۲) قرآن (۳) کعبہ (۴) الصلوۃ۔

۱۵۹۔﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ ﴾
ربط: اس کا تعلق ماقبل میں ''انّ فريقًا مِنهُمْ ليكتمون الحق'' کیساتھ ہے۔

۱۶۳۔﴿ وَإِلٰـهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ﴾
ربط: اوپر کتمان علم کی مذمت تھی اب یہاں سے توحید کا مسئلہ بیان کیا۔

۱۶۴۔﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ﴾
ربط: اوپر توحید کا مسئلہ تھا یہاں سے توحید کے دلائل بیان کئے۔

**قرآن میں سمٰوٰت جمع اور ارض مفرد کیوں لائے ہیں؟**

تفسیر خازن، روح المعانی، کبیر وغیرہ میں ہے کہ قرآن میں سمٰوات جمع لائے ہیں اور زمین کہیں بھی جمع ذکر نہیں البتہ سورۃ الطلاق کے اخیر میں ہے ومن الارض مثلهنّ اس سے زمینوں کا بھی سات ہونا معلوم ہوتا ہے۔
تو سمٰوٰت جمع اور ارض مفرد کیوں لائے ہیں اس کے ان تفاسیر میں کئی جوابات دیئے گئے ہیں
(۱) ایک جواب یہ ہے کہ سمٰوٰت کی اجناس مختلف ہیں اور زمین کی اجناس مختلف نہیں بلکہ جنس واحد ہے تو سمٰوات کو تعدد اجناس کی وجہ سے جمع لائے۔
دوسرا جواب صاحب نبراس نے دیا ہے کہ اگر ارض کی جمع ہوتی تو ارضون ہوتی بفتحتین اور یہ ثقیل ہے

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ زمین کے وجود کے بارے میں سب قائل ہیں لیکن آسمان کے بارے میں فیثا غورث یونان کا ایک حکیم تھا اس کا یہ نظریہ تھا کہ آسمان کا وجود نہیں بلکہ حد نظر کو یہ لوگ آسمان کہتے ہیں تو ان باطل لوگوں کے اس نظریہ کو رد کرنے کیلئے سمٰوٰت جمع ذکر فرمایا کہ تم ایک آسمان نہیں مانتے حالانکہ آسمان تو سات ہیں۔

۱۶۵۔﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللّٰهِ أَنْدَادًا ﴾

ربط: وبضدهاتتبين الاشياء کے تحت شرک کا رد ہے۔

۱۶۵۔﴿ وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا ﴾

اس مین لو شرطیہ ہے جزاء محذوف ہے ای لرأوا امرًا عظیمایاامرًا عجیبًایاامرًا فزیعًا

۱۶۷۔﴿ يَاأَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا ﴾

ربط: اوپر شرک کا رد تھا اب بعض رسوم شرکیہ کا رد ہے۔

حلال اور طیب میں فرق:

تفسیر عزیزی میں شاہ عبدالعزیز صاحب" فرماتے ہیں کہ حلال وہ ہے جس کے استعمال کی شریعت نے اجازت دی ہو اور طیب وہ ہے جسمیں غیر کا حق ملا ہوا نہ ہو۔

۱۶۹۔﴿ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوءِ وَالْفَحْشَاءِ ﴾

سوء اور فحشاء میں فرق:

(۱) ایک فرق یہ ہے کہ سوء وہ گناہ ہے جس کا تعلق قول کے ساتھ ہو اور فحشاء وہ گناہ ہے جس کا تعلق فعل کے ساتھ ہو۔

(۲) سوء وہ گناہ جو تنہائی میں کر سکے اور فحشاء وہ گناہ جو دوسرے کے ساتھ مل کر کرے۔

(۳) سوء ایسا گناہ جو آدمی چھپ کر کرے اور فحشاء وہ گناہ جو کھل کر کرے۔ یہ تین فرق تفسیر کبیر، البحر المحیط، کمالین، قرطبی، خازن میں ہیں۔

غیر مقلدین کا عدم تقلید پر استدلال اور اس کا جواب:

۱۷۰۔﴿ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا ﴾

اس آیت کو غیر مقلدین حضرات اہل حق کے خلاف پیش کرتے ہیں کہ تم لوگ تقلید کرتے ہو اپنے بڑوں کی اور قرآن تقلید کی تردید کرتا ہے۔ تو گویا یہ لوگ عدم تقلید پر اس آیت کو پیش کرتے ہیں۔

جواب یہ ہے کہ دیکھو قرآن نے جس تقلید کی تردید کی ہے اس کی ہم آپ لوگوں سے زیادہ تردید کرتے ہیں۔ کیونکہ

قرآن نے اس تقلید کی تردید کی ہے جو منصوص علیہ مسائل میں ہو اور جس میں خدا اور رسول کے صریح حکم کو چھوڑ کر آباء واجداد کی پیروی کی جائے۔

ہم جو تقلید کرتے ہیں وہ غیر منصوص علیہ احکام میں ہے کہ جس کے بارے میں قرآن میں یا حدیث میں یا قول صحابی میں وہ مسئلہ مذکور نہ ہو تو ایسے مسائل میں مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہے۔ اور ایسی تقلید قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

۱۷۳۔﴿وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾

نسبت دو قسم کی ہوتی ہے عرفی اور شرعی۔ عرفی کی مثال یہ ہے مثلاً گائے زید کی ہے یہ بکرا خالد کا ہے یہ عقیقہ اور ذبیحہ کا بکرا ہے یہ نسبت عرفی ہے

ایک نسبت وہ ہے جو تقرب کیلئے ہو کہ آپ کوئی چیز غیر اللہ کو اس لئے دے دیں کہ اگر نہ دوں تو نقصان ہوگا دوں تو فائدہ ہوگا۔

اگر غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا تو مولانا عبدالعزیز صاحب ؒ فرماتے ہیں کہ اس پر اگر بسم اللہ بھی پڑھی جائے تو بھی حرام ہے حلال نہیں ہوتا بشرطیکہ تقرب غیر کیلئے ہو اور اگر اکرام ضیف کیلئے ہو تو جائز ہے۔ فتاویٰ عزیزیہ میں ہے

**ماکولات، ملبوسات، مشروبات همی حکم دارد.**

**گیارھویں شریف کا حکم:**

گیارھویں شریف اگر اس ارادے سے کرتا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ بزرگ تھے ولی تھے ان کے ایصال ثواب کیلئے کرتا ہوں، یہ کفر وشرک نہیں بدعت ہے۔ دو وجہ سے ایک یہ کہ تعیین یوم ہے دوسرا نقصان یہ ہے کہ شیخ کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے لوگ ہیں مثلاً امام اعظم ابوحنیفہ ؒ، امام احمد بن حنبل وغیرہ ان کیلئے ایصال ثواب کیوں نہیں کرتے۔ اور اگر اس کو تقرب لغیر اللہ کیلئے کرتا ہے تو **لا شک فی کفرہ** ۔ تفصیل اتمام البرھان میں دیکھیں۔

﴿غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾

امام صاحب فرماتے ہیں کہ لذت کیلئے نہیں کھا سکتا اور ضرورت کی مقدار سے زیادہ نہیں کھا سکتا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ باغ سے مراد اسلامی حکومت کا باغی ہے کہ وہ نہیں کھا سکتا اور عاد سے مراد ڈاکو ہے کہ ڈاکے وغیرہ کیلئے سفر کرے تو بھوک لگنے کی صورت میں نہیں کھا سکتا۔

۱۷۷۔﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ﴾

ربط: قبلہ کے بارے میں یہود نے بہت پروپیگنڈہ کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیکی صرف قبلہ میں بند تو نہیں اور بھی کئی

نیکیوں کے راستے ہیں بیضاوی میں ہے لیس البر منحصرة فی ان تولوا۔

اشکال نحوی:

قاعدہ یہ ہے کہ خبر مبتداء کی ہو یا حروف مشبہ بالفعل کی ہو یا افعال ناقصہ کی ہو وہ مبتدا اور اسم پر محمول ہوتی ہے۔ لیکن یہاں پر ﴿وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ﴾ میں البر وصف محض ہے اور من امن خبر ہے اور ذات ہے اور ذات کا حمل وصف محض پر درست نہیں۔ اس اشکال کے دو جواب دیئے گئے ہیں۔

پہلا جواب صاحب کشاف نے دیا ہے وہ یہ ہے کہ اسم سے پہلے مضاف محذوف ہے عبارت یوں ہے ای ولکن صاحب البر من آمن لہذا ذات کا حمل ذات پر ہوا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ خبر (من امن) سے پہلے مضاف محذوف ہے عبارت یوں ہے ولکن البر برُّ من امن۔

﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ﴾

حبہ میں ہ ضمیر راجع بسوئے اللہ کے اور یہ بھی ہے کہ بسوئے مال کے راجع ہے۔

قاعدہ:

ابن، اَب، اَخ کی اضافت جب غیر ذوی العقول کی طرف ہو تو اس کا معنی والا ہوتا ہے جیسا کہ ابوحنیفہؒ دین حنفی والا۔ ابو الخیر خیر والا، ابن السبیل راستے والا۔

﴿وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾

مشہور لغوی امام محمد بن احمدؒ الازہری (۳۷۰ھ میں وفات ہوئی) فرماتے ہیں کہ البأساء ایسی تکلیف جو مالی طور پر پیش آئے اور ضرّاء ایسی تکلیف جو بدنی طور پر پیش آئے۔

۱۷۷۔﴿وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

ربط: ہمارے حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ آگے تقویٰ کی کئی مدیں بیان کیں پھر آگے وصیت کا ذکر ہے اس کے بعد روزے کا، رمضان شریف میں عورتوں کے پاس نہ جانے کا تمام مدیں تھیں اس لئے اب ان کے ساتھ جوڑ دیا۔

۱۷۸﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾

قتلی قتیل کی جمع ہے بمعنی مقتول کے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حر کو عبد کے بدلے قتل نہیں کیا جائیگا۔
جبکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ عبد کے بدلے قصاص میں حر کو قتل کیا جائیگا۔
قاضی بیضاویؒ جو شافعی المسلک ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ حر کو عبد کے بدلے قصاص میں قتل کرنا چاہیے۔ زمانہ جاہلیت میں اگر کسی بڑے خاندان کے غلام کو کوئی چھوٹے خاندان والے قتل کردیتے تو بڑے خاندان والے قصاص میں اس کے دو غلاموں کو یا ایک حر کو قتل کرتے یعنی زیادتی کرتے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ غلام کے بدلے غلام قتل کیا جائیگا تو اس سے خود بخود دو غلاموں اور حر کی نفی ہوگئی۔

مطلب یہ ہے کہ جو قتل کرے اسی کو قتل کیا جائے۔ قاضی بیضاویؒ نے الحر بالحر والی آیت کو تقابل الاحد بالاحد، والاثنین بالاثنین پر محمول کیا ہے کہ ایک کے بدلے ایک اور دو کے بدلے دو کو قتل کیا جائیگا۔ یہی امام صاحب کا مذہب ہے۔

﴿فَمَنِ اعْتَدٰی﴾

سو جس نے تجاوز کیا اور تجاوز من الجانبین ہوسکتا ہے۔ ایک یہ کہ مقتول کے ورثاء نے دیت لی معاف کردیا۔ اس کے بعد قاتل کو بھی قتل کردیا۔

دوسرا یہ کہ قاتل کی طرف سے زیادتی ہو وہ یوں کہ پہلے مقتول کے ورثاء کے پیچھے لگے رہے کہ ہمیں معاف کرو دیت دے رہے ہیں پھر جب ان کو معاف کیا پھر دیت ادا کرنے میں وہ ٹال مٹول کرتے ہیں۔

۱۷۹۔﴿یَا اُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ﴾

میں اولو ذو کی جمع ہے من غیر لفظہ۔

۱۸۰۔﴿کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَکَ خَیْرَا الْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ٥﴾

یہاں پر لفظی بحث ہے کہ کتب مذکر کا صیغہ ہے اور الوصیۃ اس کا نائب فاعل مؤنث ہے۔ اس کے تین جواب ہیں۔

(۱) کشاف والے نے جواب دیا ہے کہ الوصیة بمعنی الایصاء کے ہے۔

(۲) وصیت مصدر ہے اور مصدر کے بارے میں قانون یہ ہے کہ المصدر یذکر ویؤنث.

(۳) فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو فعل اور فاعل کے درمیان کوئی فاصل آجائے تو فعل مذکر اور مؤنث دونوں استعمال کرسکتے ہیں۔

۱۸۱۔ ﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ ﴾

ربط: اوپر تقوی کی مد یں بیان کیں یہ بھی تقوی کی مد میں داخل ہے۔

۱۸۴۔ ﴿ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ﴾

رمضان المبارک کے روزے دس سے کم ہیں؟

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ ایام جمع قلت ہے جس کا اطلاق دس سے کم پر ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے دس سے کم ہیں

جواب: (۱) قرآنی جواب یہ ہے کہ " **فمن شهد منكم الشهر فليصمه** " **اس سے معلوم ہوا کہ روزے پورا ایک** مہینہ ہے۔

(۲) رضی شارح الکافیہ نے تصریح کی ہے کہ بہت سے مقامات پر جمع قلت جمع کثرت کے معنی میں آتا ہے۔ رضی نحویت کے اعتبار سے امام ہے لیکن ہے غالی شیعہ۔

۱۸۴۔ ﴿ فَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ مَّرِیْضًا ﴾

مریض روزہ کب چھوڑ سکتا ہے؟

اس سے مراد وہ مریض ہے جو خود نفی (ترک صوم) کا فیصلہ کرے فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ سمجھتا ہے کہ میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ البتہ ڈاکٹر کے کہنے پر روزہ ترک کرنے کیلئے تین شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) ایک یہ کہ جو ڈاکٹر ترک صوم کا حکم کرتا ہے وہ خود مسلمان ہو (۲) صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو۔ (۳) ڈاکٹر ماہر فن ہو۔

۱۸۴۔ ﴿ وَعَلَی الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ ﴾

اس میں تین تفسیریں ہیں۔

(۱) ابتداء اسلام میں یہ حکم تھا کہ چاہے روزہ رکھے **یا فدیہ دے دے بعد میں یہ حکم منسوخ ہوا اور " فمن شهد منكم الشهر فليصمه"** یہ ناسخ ہے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ یہاں لا محذوف ہے ای **لا يطيقونه**

(۳) **تیسری تفسیر یہ ہے کہ لا مقدر نہیں بلکہ یہاں باب افعال کا ہمزہ سلب کیلئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں "من اكرم محمدا فهو مؤمن ومن ابغض محمدا فهو كافر"۔**

۱۸۶۔﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ﴾

ربط: حضرت شیخؒ نے از خود یہ ربط بیان فرمایا ہے کہ میں نے کہیں یہ دیکھا نہیں میرے نزدیک اس کا ربط یوں ہے کہ ماقبل میں روزوں کا حکم تھا اس میں یہ حکم ہے کہ ذکر تراویح میں آہستہ کرو نہ کہ زور سے۔

درمنثور اور معالم التنزیل میں ہے کہ ہمارا رب قریب ہے یا دور اگر قریب ہے تو آہستہ سے پکاریں اور اگر دور ہے تو زور سے۔ اس پر آیت نازل ہوئی کہ تمہارا رب قریب ہے۔

۱۸۹۔﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ﴾

ربط: حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کا ربط تو یہ ہے کہ ماقبل میں تقوی کا بیان تھا اس میں بھی تقوی کا ذکر ہے امام رازیؒ یوں ربط بیان کرتے ہیں کہ پہلے رکوع میں روزے کا بیان تھا جو ارکان اسلام میں سے ہے اور اب حج کا بیان ہے دونوں کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔

﴿قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ﴾

مواقیت میقات کی جمع ہے وقت کے شناخت کے آلے۔

﴿وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَنْ تَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا﴾

حج کیلئے جو آدمی جاتا تو اگر فراغت سے پہلے آجاتا تو گھر کے دروازے سے نہ آتا بلکہ پیچھے سے کہیں دیوار سے چھلانگ لگا کر آجاتا۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ یہ کوئی نیکی نہیں۔

۱۹۰۔﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾

صحابہؓ کرام کو تین مشکلات درپیش تھیں۔

(۱) ایک یہ کہ ہم احرام میں ہیں اگر کافروں نے حملہ کرلیا تو ہم ان کو کیا جواب دیں گے۔

(۲) دوسرا یہ کہ مقام حرم ہے اور حرم میں لڑائی جائز نہیں

(۳) تیسرا یہ کہ مہینہ حرمت کا ہے اور اشہر حرم میں لڑائی جائز نہیں تو اللہ تعالی نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ اگر وہ لوگ حملہ کریں تو تم بھی ان سے لڑائی کرو۔

۱۹۲۔﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾

ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ فتنہ سے مراد شرک ہے۔

۱۹۴۔﴿ وَأَنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ ﴾

ربط: پہلے قتال و جہاد کا ذکر تھا اور قتال بغیر اسلحہ کے نہیں ہو سکتا اس لئے فرمایا کہ مال خرچ کریں ہتھیار خریدیں۔

۱۹۶۔﴿ وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ ﴾

ربط: یہاں سے حج کا ذکر ہے۔

۱۹۶۔﴿ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ﴾

امام شافعیؒ فرماتے ہیں اذا رجعتم الی أوطانکم اور امام صاحب فرماتے ہیں اذا رجعتم من افعال الحج۔

۱۹۷۔﴿ الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ ﴾

ربط: پہلے بھی حج کا ذکر تھا اب بھی حج کا ذکر ہے۔

سوال: یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ الحج مبتدا ہے اور أشهر معلومت خبر ہے تو معنی ہوگا کہ حج معلوم مہینے ہیں حالانکہ حج تو افعال کا نام ہے نہ کہ وقت کا؟

جواب: اس کا جواب بیضاوی اور کشاف میں یہ دیا ہے کہ الحج سے پہلے مضاف محذوف ہے عبارت یوں ہے وقت الحج أشهر معلومت۔

سوال: دوسرا سوال یہ ہے کہ یہاں اشھر جمع کا لفظ لایا اور جمع کا قل عدد تین ہے تو اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ حج کا وقت تین ماہ یا اس سے زائد ہے حالانکہ ہے دو ماہ دس دن؟

جواب: اس کا یہ دیا گیا ہے کہ "أشهر" تغلیبا کہا۔

۲۰۴۔﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ﴾

ربط: اس سے پہلے ومن الناس میں دو قسم کے لوگوں کا ذکر تھا یہاں سے ہر ایک گروہ کے بارے میں دو واقعے ہیں۔

اخنس بن شریق منافق کا ذکر:

ومن الناس من يعجبك سے اخنس ابن شریق مراد ہے اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ ایک منافق تھا آپ کے پاس آتا تھا اور خوشامد کرتا کہ حضرت ہمیں آپ ﷺ جیسے لوگ ملے ہیں ہم بہت خوش قسمت ہیں آپکو دیکھ کر دل خوش ہو جاتا ہے جب آپ ﷺ سے دور ہو جاتے ہیں تو ہماری زندگی اس مچھلی کی مانند ہوتی ہے جو پانی سے باہر ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن الناس من يعجبك قوله۔ حالانکہ جب آپ ﷺ کی مجلس سے چلا جاتا ہے

تو لوگوں کے کھیتوں اور مویشیوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور زمین میں فساد مچاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو متنبہ کیا کہ اس کی باتوں میں نہ آنا۔

﴿وتزودوا فان خير الزاد التقوىٰ﴾

تقویٰ سے مراد سوال سے بچنا ہے:

امام بخاریؒ نے لکھا ہے کہ یمن کے کچھ لوگ تھے وہ حج پر جاتے تو سفر کا خرچہ ساتھ نہ لے جاتے وہ کہتے کہ "نحن المتوكلون" پھر وہاں جا کر سوال شروع کر دیتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وتزودوا فان خير الزاد التقوىٰ" یہاں تقویٰ سے مراد سوال سے بچنا ہے۔

۲۰۷۔﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ﴾

اس سے مراد حضرت صہیب رومیؓ ہیں کہ اپنا مال و جائیداد کفار کو دے دیا اور اپنے آپ کو چھڑا کر مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ جس وقت کفار نے آپ کو راستے میں گھیر لیا تھا واقعہ تفسیروں میں ہے۔

۲۰۸۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِى السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

حضرت عبداللہ بن سلامؓ اور دیگر چند صحابہؓ جو کہ پہلے یہودی تھے بعد میں مسلمان ہوئے انہوں نے آپس میں مشورہ کیا تھا کہ ہم اونٹ کا گوشت حلال سمجھیں گے لیکن کھائیں گے نہیں تاکہ احتیاط پر عمل ہو کیونکہ یہودیوں کے ہاں اونٹ کا گوشت حرام سمجھا جاتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی۔

۲۱۰۔﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ﴾

صفات متشابہات کا حکم:

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر طبری وغیرہ میں اس مقام پر بہت تفصیل ہے متقدمین کے نزدیک ایسی صفات اپنی حقیقت پر محمول ہیں یعنی لغوی معنی حق اور کیفیت معلوم نہیں

متاخرین اور متقدمین سے مراد کون ہیں؟

محدثین کے ہاں تیسری صدی کے بعد والے متاخرین اور اس سے پہلے والے متقدمین ہیں اور فقہاء کے ہاں شمس الائمہ حلوائیؒ تک فقہاء متقدمین اور اس کے بعد والے متاخرین کہلاتے ہیں۔ متاخرین فرماتے ہیں کہ ایسی صفات اپنی حقیقت پر محمول نہیں بلکہ وہ ان جیسی صفات کی تاویل کرتے ہین۔ جیسا کہ الرحمن على العرش استوىٰ. يداه مبسوطتان وغیرہ الا ان یاتیهم الله میں فرماتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے عبارت یوں

ہے الا ان یأتیهم امر الله اور قرینہ پیش کرتے ہیں کہ سورۃ نحل میں ہے کہ ان یأتی امر ربک۔

﴿سَلْ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ كَمْ اٰتَیْنَاهُم مِّنْ اٰیَةٍ بَیِّنَةٍ﴾

ربط: تفسیر بیان القرآن، سبق الغایات فی نسق الآیات میں یہ ربط بیان کیا ہے کہ پہلے عذاب کی دھمکی تھی اب یہاں وقوع عذاب کا بیان ہے آیۃ بینہ سے مراد وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیں مثلاً من وسلویٰ دیا۔ دریا میں بارہ راستے ان کیلئے بنائے، ان میں چار ہزار پیغمبر آئے وغیرہ تو چاہیے تو یہ تھا کہ یہ لوگ شکر یہ ادا کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔

۲۱۲۔﴿زُیِّنَ لِلَّذِیْنَ كَفَرُوا الْحَیَاةُ الدُّنْیَا﴾

ربط: ماقبل میں بنی اسرائیل کی نافرمانی کا ذکر تھا یہاں ان کی نافرمانی کا ایک سبب کہ دنیا کی چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں بیان کیا گیا۔

﴿وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ﴾

ای اتقوا عنْ الشرک و المعاصی

فوقهم میں فوقیت حسی اور معنوی دونوں مراد ہیں کہ مومن جنت میں حسی فوقیت بھی رکھتے ہیں اور مرتبے کے اعتبار سے بھی فوقیت ہوگی۔ اور حسی فوقیت اور معنوی فوقیت دونوں مومنوں کو حاصل ہونگی۔

بغیر حساب کا لفظ قرآن میں تین معانی میں مستعمل ہے:

۲۱۲۔﴿وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾

تفسیر ابو سعود میں ہے کہ بغیر حساب کا لفظ قرآن میں تین معانی میں مستعمل ہے۔

(۱) بغیر حساب ای بغیر عدد یعنی بغیر گنتی وشمار کے (۲) بغیر تعب ومشقة (۳) بغیر مطالبة

۲۱۳۔﴿كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَّاحِدَةً﴾

ربط: اس میں مسلمانوں کو تسلی ہے کہ کفار اگر دنیا میں موجود ہیں تو کوئی بات نہیں یہ لوگ پہلے سے ہیں حضرت آدمؑ کے بعد دو ہزار سال تک لوگ ایک ہی دین پر تھے۔

جب لوگ ایک دین پر تھے تو انبیاء کرام کے مبعوث کرنے کا کیا فائدہ؟

سوال: سوال یہاں پر یہ ہوتا ہے کہ جب لوگ ایک دین پر تھے تو انبیاء کرام کے مبعوث کرنے کا کیا فائدہ؟

جواب: اس کا جواب مستدرک حاکم اور درمنثور وغیرہ میں یہ دیتے ہیں کہ یہاں لفظ فا ختلفوا مقدر ہے عبارت یوں

ہے "کان الناس امة واحدة فاختلفوا فبعث اللّٰه النبيين" اوراس پرقرینہ پیش کرتے ہیں" فیما اختلفوا فیه"

۲۱۳۔﴿وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا الَّذِينَ أُوتُوهُ﴾

یہاں سے اختلاف کا منشاء بیان کررہے ہیں کہ غلط فہمی نہیں تھی بلکہ عناد تھا اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ عربیت کا قاعدہ ہے کہ کسی کلام میں جب قید ہو تو حکم اثبات کا ہو یا نفی کا اس قید کی طرف راجع ہوتا ہے مثال کے طور پر "ماجاء نی زید راکباً" اب نفی رکوب کی طرف راجع ہے اب اگر یہ قاعدہ یہاں جاری کردیں تو چونکہ اس کلام میں بغیاً قید ہے تو معنی ہوگا کہ انہوں نے اختلاف نہیں کیا سرکشی کی بناء پر اور چونکہ بغی کا متضاد رشد ہے تو معنی ہوگا کہ انہوں نے اختلاف کیا ہدایت اور رشد کی بناء پر حالانکہ یہ معنی اور مطلب بالکل غلط ہے۔

اس کا جواب علامہ سیوطیؒ نے جلالین میں یہ دیا ہے کہ اس میں تقدیم وتاخیر ہے الا الذین اوتوہ کے تحت بغیاً داخل نہیں۔اصل عبارت یوں ہے۔ وما اختلف فيه من بعد ما جاء تهم البينت بغيا بينهم الا الذين اوتوه۔

۲۱۴۔﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾

ربط:اوپر کافروں کا ذکر تھا کہ سرکشی کرتے ہیں اور ظاہر بات ہے کہ اہل حق کو بھی کچھ کرنا پڑے گا جنت کے حصول کیلئے لہذا یہاں اس کا ذکر ہے۔

## زلزلوا میں زلزلہ سے حسی زلزلہ مرادنہیں:

زلزلوا میں زلزلہ سے حسی زلزلہ مراد نہیں بلکہ دشمن کا دفعةً واحدةً حملہ کرنا (جیسا کہ زلزلہ آئے) مراد ہے

۲۱۵۔﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنْفِقُونَ﴾

ربط:اوپر ان لوگوں کا ذکر تھا جن کو اللہ کی راہ میں تکلیفیں پیش آئیں تھیں۔اس پر صحابہ نے سوال کیا کہ اللہ کے راستہ میں کیا چیز خرچ کریں؟

۲۱۶۔﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ﴾

ربط:اوپر ان لوگوں کے زلزلوں کا ذکر تھا کہ ان پر تکلیفیں آئیں لہذا ان پر بھی جہاد کو فرض کیا گیا۔

۲۱۷۔﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ﴾

حضرت حسین علی صاحب نے یہ ربط دیا ہے کہ ماقبل میں تھا یسئلونک ماذا ینفقون یہاں بھی ایک سوال کا ذکر ہے اور آگے بھی کچھ سوالات کا ذکر ہے جو صحابہؓ نے اور کفار وغیرہ نے آپ ﷺ سے کیے۔

شہر حرام میں ابن حضرمی کے قتل کا واقعہ:

شان نزول: اس آیت کا یہ بیان کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحشؓ کے ساتھ آپ ﷺ نے ایک سریہ بھیجا جمادی الاخریٰ کا مہینہ تھا انہوں نے یہ سمجھا کہ جمادی الاخریٰ ابھی تک ختم نہیں ہوا تو انہوں نے ابن حضرمی کو اس میں قتل کیا اس خیال سے کہ یہ جمادی الاخریٰ کا آخری دن ہے حالانکہ وہ رجب کا پہلا دن تھا۔ اس پر کفار نے اعتراضات شروع کئے کہ دیکھو حرمت والے مہینے میں بھی یہ لوگ قتال کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ

﴿قِتَالٍ فِيهِ﴾ صاحب کشاف نے کہا ہے کہ "قتال فیه" بدل الاشتمال ہے الشهر الحرام سے۔

۲۱۷۔ ﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُوْنَ﴾

مرتد اگر دوبارہ اسلام قبول کرے تو اس کے اعمال سابقہ کا ثواب کیا اس کو ملے گا؟

مرتد کا حکم یہ ہے کہ اس کا نکاح ختم، وراثت سے محروم اور مسلمانوں کے قبرستان میں اس کو دفن نہیں کیا جائیگا۔
امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ مرتد اگر دوبارہ اسلام قبول کرے تو پہلے ارتداد کی وجہ سے جو اس کے اعمال ضائع ہو چکے ہیں وہ اعمال اور نیکیاں اس کو دوبارہ نہیں ملیں گی اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ دوبارہ وہ اعمال اور نیکیاں ملیں گی امام صاحب اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ حبطت اعمالهم فى الدنيا و الاخرة فرمایا گیا ہے۔

۲۱۸: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا﴾

جن لوگوں نے اس حرمت والے مہینے میں جہاد کیا تھا ان کو وہم ہوا کہ آیا ہمیں اس جہاد کا ثواب ملے گا یا نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ان کو ثواب ملے گا۔

۲۱۹: ﴿يَسْأَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ إِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَآ أَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا وَيَسْأَلُوْنَكَ مَاذَا يُنفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ۝﴾

شراب سے متعلق چار دور گزرے ہیں:

ربط: حضرت حسین علی صاحبؒ ربط بیان کرتے ہیں کہ پہلے بھی سوال تھا اب بھی ایک سوال ہے شراب کے متعلق چار دور گزرے ہیں۔

پہلا دور مکی تھا اس وقت شراب کو نعمتوں میں سے شمار کیا ہے سورۃ نحل میں ہے۔
دوسرا دور وہ ہے جس میں شراب کے کچھ فائدے اور کچھ نقصانات بیان کئے جو کہ اس آیت میں ہے کہ "واثمهما

اکبر من نفعهما“ تو گویا اس آیت میں ترک کرنے کی ترغیب ہے

تیسرا دور وہ ہے جس میں ایک مخصوص وقت یعنی وقت نماز میں شراب کو ممنوع قرار دیا۔ فرمایا کہ ”لا تقربوا الصلوٰة وانتم سکٰری“

چوتھا دور وہ ہے جس میں بالکل ہر وقت میں شراب کو مکمل حرام قرار دے دیا۔ انما الخمر والمیسر......... رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ‘

۲۲۱۔﴿ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ جو مرتد ہوا اس کے اعمال ختم ہوئے دنیا اور آخرت میں۔ آگے ارتداد کے اسباب میں سے ایک سبب کا ذکر ہے کہ نکاح بھی جائز نہیں کیونکہ مشرکہ کے ساتھ نکاح ارتداد کا سبب بنتا ہے۔

شاہ عبدالقادر صاحبؒ اسی آیت کی روشنی میں حاشیہ پر لکھتے ہیں کہ پہلے مسلمان اور کافر میں نسبت ناطہ جاری تھا اس آیت سے ٹوٹ گیا اور رشتہ حرام ٹھہرا۔

آپ ﷺ کی تین صاجزادیاں مشرکوں کے نکاح میں تھیں:

اس آیت کے نزول سے پہلے آپ ﷺ کی تین صاجزادیاں حضرت ام کلثومؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت رقیہؓ مشرکوں کے نکاح میں تھیں۔

۲۲۲۔﴿وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ﴾

ربط: حضرت حسین علی صاحب مرحوم یہ ربط دیتے تھے کہ پہلے بھی کچھ سوال تھے آگے ان میں سے ایک سوال حیض کے بارے میں بھی تھا۔ المحیض مصدر میمی بھی بناتے ہیں اور اسم ظرف بھی۔

۲۲۳۔ ﴿فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ﴾

انی بمعنی کیف کے ہے ای کیف شئتم۔ علامہ رضی نے تصریح کی ہے کہ انی بمعنی أین قرآن میں کہیں بھی نہیں آیا ہے۔

۲۲۴۔﴿لَا تَجْعَلُوا اللَّهَ عُرْضَةً لِأَيْمَانِكُمْ أَنْ تَبَرُّوا وَتَتَّقُوا وَتُصْلِحُوا بَيْنَ النَّاسِ ﴾

اصل میں یوں تھا ان لا تبروا ولا تتقوا ولاتصلحوا بین الناس یعنی لا کو مقدر مانتے ہیں یہ صاحب جلالین وغیرہ نکالتے ہیں اور علامہ آلوسی اور تعبیر اختیار کرتے ہیں وہ عن نکالتے ہیں ای عن ان تبرو الخ اور عن بمعنی آڑ رک جانا۔ تا کہ تم رک جاؤ نیکی کرنے سے وغیرہ۔

قسم کی تین قسمیں اور ان کا حکم:

قسم کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) یمین لغو (۲) یمین غموس (۳) یمین منعقدہ۔

(۱) یمین لغو وہ قسم ہے کہ بغیر قصد وارادے کے کوئی قسمیہ لفظ کہے یا گذشتہ زمانہ کے کسی فعل پر قسم اٹھائے اور اپنے کو سچا سمجھتا ہو۔

(۲) یمین غموس وہ قسم ہے کہ زمانہ گذشتہ کے کسی فعل پر قسم اٹھائے اور اس کو معلوم ہو کہ میں اس قسم اٹھانے میں جھوٹا ہوں

(۳) یمین منعقدہ وہ قسم ہے کہ زمانہ آئندہ میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے پر قسم اٹھائے پہلی دوصورتوں میں کفارہ نہیں تیسری میں ہے۔

۲۲۶۔ ﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾

ایلاء اور اس کا حکم:

ربط: پہلے رکوع میں مطلق قسم کا ذکر تھا اس میں خاص قسم (ایلاء) کا ذکر ہے۔ ایلاء چار ماہ یا اس سے زیادہ ہو تو ایلاء شرعی ہے اور اس سے کم ایلاء لغوی ہے۔ چار ماہ گزرنے سے پہلے جماع کیا تو کفارہ ہے اگر چار ماہ گزرنے کے بعد کیا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک طلاق بائن واقع ہو جاتی ہے جب کہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمدؒ کے نزدیک مدت ایلاء گذرنے کے بعد یا طلاق دی جائے گی یا رجوع کیا جائے گا محض مدت گذرنے سے طلاق واقع نہیں ہوگی۔

۲۲۸: ﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ﴾

اس سے پہلے طلاق کا ذکر تھا اب یہاں سے مطلقات کا ذکر ہے۔

ما خلق اللّٰه: ما سے مراد ہے کہ پیٹ میں بچہ ہو تو نہ چھپائے یا حیض ہو تو نہ چھپائے۔

۲۲۹۔ ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ﴾

ربط: اوپر بھی طلاق کا ذکر تھا آگے بھی طلاق کا ذکر ہے۔

روح المعانی، قرطبی میں ہے کہ الف لام عہد کیلئے ہے مراد طلاق رجعی ہے اور بعض یہاں صفت محذوف نکالتے ہیں ای الطلاق الرجعی مرتان

﴿فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾

## خلع میں شوہر کے بیوی سے مال لینے میں تفصیل:

خلع میں تفصیل ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ اگر زیادتی شوہر کی ہوتو خلع میں مال لینا مکروہ ہے اور مہر سے زیادہ لینا درست نہیں۔ دوسرے ائمہ فرماتے ہیں کہ لینا غیر مکروہ ہے اور مہر سے زیادہ لینا بھی جائز ہے۔
امام صاحب استدلال کرتے ہیں کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے خلع لیا تھا اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ زیادہ بلاء ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ لینا جائز نہیں۔

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ﴾

صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ خطاب حکام کو ہے ای فان خفتم ایها الحکام الا یقیما حدود الله۔
دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے ولی اور رشتہ دار مراد ہیں کہ مرد وعورت کے اولیاء کو خطاب ہے۔

﴿وَمَآ أَنزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ﴾

کتاب سے قرآن اور حکمت سے سنت مراد ہے۔

## کتاب اور سنت میں فرق:

کتاب اور سنت دونوں لوح محفوظ سے اترے ہیں لیکن کتاب کے الفاظ بھی وہی ہیں جو لوح محفوظ میں ہیں لیکن سنت کے الفاظ وہی نہیں ہیں نیز حدیث قدسی میں الفاظ بھی وہی ہیں البتہ اس میں تواتر اور بلاشبہ نہیں۔

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ﴾

ربط: طلاق کے مسائل چل رہے ہیں پہلے ذکر تھا کہ عدت ختم نہ ہوتو کیا کرو اب یہاں ذکر ہے کہ عدت ختم ہو جائے تو کیا کرو۔

## معقل بن یسارؓ کا اپنی بہن کو پہلے خاوند کے ساتھ نکاح سے منع کرنا:

شان نزول: معقل بن یسارؓ کی بہن کا نکاح ہوا تھا خاوند نے طلاق دے دی۔ عدت ختم ہوئی تو لوگوں نے بھی اور سابقہ خاوند نے بھی نکاح کا پیغام بھیجا تو بھائی نے منع کر دیا جبکہ بیوی کا رجحان بھی پہلے خاوند کی طرف تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۳۲۔﴿ ذٰلِكُمْ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَأَطْهَرُ﴾

از کیٰ کا معنیٰ کر تمہارا دل بھی صاف ہو اور اطهر کا معنیٰ کہ تمہارا بدن بھی صاف ہو۔

۲۳۳۔﴿وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ﴾
ربط: اوپر طلاق کا ذکر تھا اس سلسلے میں ایک اور مسئلہ پیش آتا ہے کہ بچے کے دودھ کا کیا بندوبست ہوگا اس مناسبت سے یہاں رضاعت کا مسئلہ بیان فرمایا۔
۲۳۴۔﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ﴾
ربط: اوپر طلاق کی عدت کا بیان تھا یہاں وفات کی عدت کو بیان فرمایا۔
۲۳۴۔﴿أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا﴾
تفسیر کشاف وبیضاوی والے کہتے ہیں کہ اربعة اشهر وعشرا ای ليالی کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب ممیز مذکر ہو تو تمیز مؤنث ہوگی یہاں عشر ممیز مذکر ہے تو تمیز لیالی مؤنث ہوگی۔
۲۳۶۔﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِن طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ﴾
ربط: پہلے طلاق کا ذکر تھا آگے طلاق کے متعلق کچھ احکام کا ذکر ہے مالم تمسوهن جلالین تک ملے گا کہ ما مصدریہ ظرفیہ ہے کہ جس زمانے میں ہمبستری نہیں کی۔
متعہ کے تین معانی آتے ہیں:
ومتعوهن: متعہ کے تین معانی آتے ہیں۔
(۱)متعة الطلاق یعنی مطلقہ کو ایک جوڑا دو مہر مقرر ہو تو متعہ دینا مستحب ہے مہر مقرر نہ ہو تو دینا واجب ہے۔
(۲)متعة الحج یعنی حج تمتع۔(۳)متعہ بغیر نکاح کے عورت کے ساتھ جماع کرنا۔
۲۳۸۔﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ﴾
ربط: شیخ الهند فرماتے ہیں کہ اوپر معاملات کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صرف معاملات میں نہ الجھو بلکہ نماز کا بھی خیال کیا کرو۔
﴿وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ﴾
صلوۃ وسطیٰ کی تفسیر میں راجح قول:
وسطیٰ کی تفسیر میں کئی اقوال ہیں لیکن راجح یہ ہے کہ اس سے صلوٰۃ عصر مراد ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس سے عصر کی نماز فوت ہوئی تو گویا اس کا گھر و مال سارا ضائع ہوگیا۔
قوموا اللہ قانتین ای ساکتین . فان خفتم فرجالاًاو رکبانا ای فصلوا راجلین او راکبین

امام صاحب فرجالاً کا معنی کرتے ہیں قائماعلی الرجل۔امام شافعیؒ ماشی مراد لیتے ہیں۔

۲۴۰۔﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾

متوفی عنھا زوجھا کی عدت:

اس کی دوتفسیریں ہیں

(۱) پہلے متوفی عنھا زوجھا کی عدت ایک سال تھی خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ یہ حکم نزول کے اعتبار سے پہلے کا ہے بعد میں یہ عدت بتلائی گئی یعنی چار ماہ دس دن یہ نزول میں اس کے بعد کا ہے۔

(۲) ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عدت غیر حاملہ کی پہلے بھی چار مہینے دس دن تھی اور اب بھی ہے اس میں تاکید ہے کہ اس کو کہیں کہ اس کو ایک سال تک نکالے نہیں۔

۲۴۳۔﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ﴾

ربط: فان خفتم فرجالاً میں جہاد کا ذکر ضمناً تھا یہاں سے جہاد کا ایک واقعہ بیان کیا

شان نزول:

(۱) حضرت حزقیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو جہاد کے لئے آمادہ کیا اور یہ لوگ نہ مانے

(۲) یا موت سے یہ لوگ بھاگے یعنی طاعون کی بیماری تھی اس سے بھاگے۔

﴿الم تر﴾ ،خازن، ابن جریر طبری اور ابن عوینہ نے لکھا ہے کہ یہاں رویت سے رویت العین مراد نہیں یعنی رویت سے آنکھ کا دیکھنا نہیں بلکہ دل کا دیکھنا مراد ہے۔

۲۴۵۔ ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾

ربط: اوپر قتال کا ذکر تھا اور قتال میں پیسے کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہاں انفاق کا ذکر فرمایا قرضًا حسنًا۔

انفاق فی سبیل اللہ کو قرض کے ساتھ تشبیہ کیوں دی؟

سوال: سوال یہاں یہ ہوتا ہے کہ انفاق فی سبیل اللہ کو قرض کے ساتھ تشبیہ کیوں دی؟

جواب: جواب یہ ہے کہ تشبیہ من کل الوجوہ مساوات کو نہیں چاہتی مثلاً زید کا لاسد میں زید کو اسد کے ساتھ تشبیہ صرف ایک وصف میں دی ہے من کل الوجوہ نہیں۔تو یہاں تشبیہ اس لئے دی کہ جیسا کوئی کسی کو قرض دیتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھے واپس ملے گا اس طرح جو اللہ کو دیتا ہے اس کو بھی یقینی طورر پر ملے گا تو یہاں ملنے میں تشبیہ ہے یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ حق تعالیٰ قرض کے محتاج ہیں۔

۲۴۶۔﴿ أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ ﴾

شموئیلؑ اور یا اشموئیل کے واقعہ کا ذکر:

یہاں سے شموئیلؑ یا اشموئیلؑ کا واقعہ ہے یہ بوڑھے تھے قوم نے ان سے کہا کہ ہمارے لئے جرنیل مقرر کر دیں تو انہوں نے طالوت کو مقرر فرمایا۔

طالوت کون تھے؟

یہ طالوت کون تھے اس کے بارے میں کئی روایات ہیں

(۱) یہ کہ رنگریز تھے۔(۲) چرواہا تھے (۳) ساقی تھے۔

جب طالوت کو اس کا جرنیل مقرر کر دیا اور فرشتوں نے اس کو صندوق پیش کر دیا تو جہاد کیلئے روانہ ہوئے۔ طالوت بڑے زیرک اور دانا تھے انہوں نے دیکھا کہ یہ سارے لوگ تو جہاد والے نہیں اس لئے ان کا امتحان لیا۔ جالوت کے لشکر کی تعداد ایک لاکھ تھی طالوت کے ہمراہ تین سو تیرہ (۳۱۳) آدمی تھے۔

روح المعانی، کبیر میں لکھا ہے کہ نہر پار کرنے کے بعد دو فریق بن گئے کامل الایمان، اکمل الایمان۔ جو کامل الایمان تھے انہوں نے کہا کہ ہم ایک لاکھ کے مقابلے میں کیا کریں گے اور جو اکمل الایمان تھے انہوں نے اسباب کی طرف نظر نہ کی۔

۲۵۰۔﴿ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا ﴾

یہ میدان میں جاتے وقت دعا کی تھی اس لشکر میں داؤدؑ اور ان کے بھائی بھی تھے۔ جالوت کو داؤد نے قتل کیا لیکن یہ نبوت سے پہلے کی بات تھی اب تک ان کو نبوت نہیں ملی تھی۔

۲۵۱۔﴿ وَعَلَّمَهُ مِمَّا يَشَاءُ ﴾

اللہ تعالیٰ کی مشیت دو قسم پر ہے تشریعی اور تکوینی:

(۱) تشریعی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کو نیکی اور برائی کی طاقت دی ہے **فمن شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر**.

(۲) تکوینی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے لڑائی کا مادہ نہ نکالا اگر ایسا کرتے تو انسان انسان نہ رہتا بلکہ فرشتہ بن جاتا۔

﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ مِّنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ﴾

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ ﴾

ربط: تفسیر کبیر، سبق الغایات، ابوسعود وغیرہ میں ربط یہ ہے: پہلے "من یقرض اللہ قرضا حسنا" میں انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر تھا یہاں اس رکوع میں بھی اسی کی ترغیب ہے۔

عام مفسرین انفاق سے انفاق مال مراد لیتے ہیں لیکن امام رازیؒ، اندلسی اور علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اس انفاق میں علم، قوت بدنی، اصابت رائے سب شامل ہیں۔

﴿وَلَا خُلَّةٌ ﴾

ابوسعود، مدارک، خازن اور بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ دوستی غیر متقین کی نہ ہوگی متقین کی ہوگی۔

۲۵۵ ﴿وَلَا شَفَاعَةٌ﴾

سوال: شفاعت تو حق ہے اس کی نفی کیوں کردی؟

جوابات (۱) شفاعت نہ ہوگی الا باذنہ (۲) شفاعت نہ ہوگی کافروں کیلئے قرینہ ہے والکافرون هم الظالمون.

﴿اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾

ربط: اصل الاصول تین چیزیں ہیں۔

(۱) توحید (۲) رسالت (۳) معاد

تلک الرسل میں رسالت کا ذکر ہے اور یہاں توحید کا ذکر ہے۔ آیت الکرسی کی فضیلت بخاری نے روایت کی ہے کہ جو اس کو جس وقت پڑھے گا شیطان کے اثر سے محفوظ ہوگا۔

قیوم کے دو معنی ہے لازمی اور متعدی۔ لازمی معنی قائم رہنے والا اور متعدی معنی قائم رکھنے والا۔

## علم غیب کلی پر استدلال اور اس کا جواب:

۲۵۵ ﴿وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ﴾

بریلوی مسلک کا ایک مولوی اس آیت سے آپ ﷺ کیلئے علم غیب کلی کو یوں ثابت کرتا ہے کہ یہاں ما عموم کیلئے ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ ان کا یہ استدلال دو طریقوں سے باطل ہے۔

(۱) الموصولات لم یوضعُ لِلعموم.

(۲) اگر ما کو عموم کیلئے مان لیں تو استثناء الکل عن الکل لازم آتا ہے جو باطل ہے۔ لازم یوں آتا ہے کہ اس صورت میں معنی ہوگا کہ وہ احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز پر اس کے علم میں سے۔ یہ بھی کل پر دال ہے اور بعد میں ما بھی عموم پر دال ہے لہٰذا اس صورت میں استثناء الکل عن الکل لازم آتا ہے جو کہ باطل ہے۔

کرسیہ' کے معنی علمہ یا اس سے حقیقی معنی کرسی کا بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔ ساتویں آسمان کے اوپر عرش پھر عرش کے اوپر کرسی ہے۔

اشکال:

السموت کو جمع ذکر کیا اور الارض کو مفرد ذکر کیا۔ السموات جب ارض کے ساتھ مل گیا تو چاہیئے تھا کہ ولا یؤده حفظهن کہہ دیتے کیونکہ جمع ہے اور اس کے بعد تثنیہ ذکر کر دیا **حفظهما**۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ سموت کو شی واحد قرار دیا۔ اور زمین کو الگ لہٰذا دو ہوئے اس لئے تثنیہ لایا۔

﴿لَاۤ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾

شان نزول:

مدینہ میں دو خاندان کفار کے تھے اوس اور خزرج۔ انہوں نے اپنے بیٹے یہود کو دیدئے وہ ان کے پاس پڑھتے تھے اور کھاتے پیتے تھے جس وقت یہود مدینہ سے چلے وہ بچے بھی ان کے ساتھ چلے والدین اس وقت مسلمان ہوگئے تھے۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو مجبور کر دیا کہ ان کے ساتھ نہ جاؤ۔ بچوں نے کہا کہ ہم تو انہی کے بیٹے ہیں یہاں تک کہ بعض نے اپنے بیٹوں کو مارا بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ **لا اکراه فی الدین**۔

۲۵۷ ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ﴾

**طاغوت سے کون مراد ہے؟**

طاغوت سے مراد یا تو شیطان ہے یا بت۔ ہمارے خیال میں طاغوت کی جامع مانع تعریف امام جعفر صادقؒ نے کی ہے **کل مایشغلک عن الحق فهو طاغوت**۔ جلالین شریف میں ہے طاغوت جنس ہے **یطلق علی المفرد والجمع**۔

۲۵۷ ﴿يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ﴾

**ظلمات کو جمع اور نور کو مفرد کیوں لائے؟**

تفسیر کبیر اور روح المعانی میں ہے کہ ظلمات کو جمع اور نور کو مفرد کیوں لائے؟

جواب: باطل کے طرق کثیرہ ہیں اور ایمان وحق شی واحد ہے اس وجہ سے ظلمات کو جمع اور نور کو مفرد لائے۔

۲۵۸ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ﴾

ربط: یہاں سے پہلے طاغوت والوں کا ذکر تھا اب آگے مومنوں کا ذکر ہے **الم تر ای الم ینته علمک الی الذی**۔

ابراہیمؑ کے مقابلے میں جو ظالم و جابر حکمران تھا اس کا نام کمالین اور قاموس والے نے (نمرود بن کنعان) لکھا ہے۔

**چار بادشاہ ایسے گزرے جنہوں نے پوری دنیا پر حکومت کی ہے:**

تفسیر خازن میں لکھا ہے کہ چار بادشاہ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے پوری دنیا پر حکومت کی ہے ان میں سے دو مسلمان اور دو کافر تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک حضرت سلیمانؑ اور ایک اسکندر اعظم (ذوالقرنین) تھے اور کافروں میں سے نمرود اور بخت نصر۔

دکھائے تو اللہ تعالیٰ اسی طرح کر دیتا۔ فبھت الذی کفر ای حیر الذی کفر۔۔

۲۵۹ ﴿او کالذی (او کالذی مر علی قریۃ﴾ کا عطف الم تر پر ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کا واقعہ

واقعہ: حضرت عزیرؑ بیت المقدس کے قریب سے گزرے گدھے پر سوار تھے آپ کے پاس تورات بھی تھی وہاں بیت المقدس کا شہر دیکھا جو ایرانیوں کے حملوں کی وجہ سے برباد ہو چکا تھا۔ حیرانگی کی حالت میں کہا کہ یا اللہ یہ شہر پھر کیسے آباد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپؑ کو موت دے دی سو سال گزرنے کے بعد عصر کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کر دیا آپ کا کھانا جو کہ انجیر تھا صحیح سالم تھا اور گدھا متغیر ہو چکا تھا صرف اس کی ہڈیاں باقی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کر کے دکھلایا۔

ولنجعلک کا عطف جلالین وغیرہ میں ہے کہ فعلنا ذالک لتعلم معطوف علیہ محذوف پر ہے۔

(قَالَ بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ)

حیات انبیاء کے منکرین کا حضرت عزیر علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال کا جواب:

بعض حضرات نے حضرت عزیرؑ کے اس واقعہ سے استدلال کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر روح کا تعلق جسم کے ساتھ ہوتا تو ضرور اس کو سماع ہوتا اور وقت کا اس کو پتہ چل جاتا۔

لیکن یہ استدلال ان کا بالکل باطل اور مبنی برفساد ہے کیونکہ آپ ادھر موجود ہیں زندہ ہیں اور میری بات سنتے ہیں اب میں سوال کرتا ہوں کہ کم لبثتم فی الارض بعدالولادۃ میں اسی طرح پوچھتا کہ کتنے گھنٹے ہوئے کہ آپ حضرات ادھر موجود ہیں تو آپ قطعاً نہیں بتلا سکتے ہیں اگر آپ کی نہ بتانے کی وجہ سے کہہ دوں کہ تم سب مردے ہو سنتے نہیں ہو تو یہ سب غلط ہوگا۔

لہٰذا بالکل اسی طرح اس مسئلہ مذکورہ کا اس مسئلہ حیات وممات سے کوئی تعلق نہیں۔

۲۶۰ ﴿كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى﴾

ابراہیمؑ نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ مردوں کو کس طرح زندہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اولم تؤمن۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے سوال نہیں کیا کہ وہ نعوذ باللہ گویا کہ مومن نہیں تھے۔

بلکہ یہ سوال اس لئے کر دیا تا کہ ابراہیمؑ کا ایمان واضح ہو جائے جمہور اس کا یہی معنی کرتے ہیں۔

وَلٰكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ.

تفسیر اتقان میں ہے کہ قلبی ابراہیمؑ کا ایک دوست تھا اس لئے حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا تا کہ میرا دوست قلبی مطمئن ہو جائے کیونکہ وہ قیامت کے بارے میں متردد تھا۔

﴿قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ﴾

تفسیر بیضاوی اور روح المعانی میں ہے کہ وہ چار پرندے یہ تھے۔

(۱) طاؤس (۲) مرغ (۳) کبوتر (۴) کوا۔

فرمایا کہ ان تمام کا قیمہ بنا کر رلا ملا کر مختلف پہاڑوں پر رکھ لیں۔

ابوالاکلام آزاد سے ایک تفسیری غلطی:

یہاں ایک غلطی بعض حضرات سے ہوئی ہے ان میں سے ابوالکلام آزاد بھی ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ ان چار پرندوں کو کاٹا نہیں تھا بلکہ یوں فرمایا کہ ان کو پہاڑوں پر اسی طرح رکھ دو پھر ان کو بلاؤ لیکن یہ تفسیر صحیح نہیں۔

۲۶۱۔ ﴿مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾

ربط: پہلے انفاق کا ذکر تھا۔ اب اس کی فضیلت اور انفاق کے شرائط کا ذکر ہے۔

قرآن میں ہے ﴿من جاء بالحسنة فله عشرا مثالها﴾

لیکن فی سبیل اللہ ایک نیکی کرنا سات سوگنا ثواب ہے۔ علم دین کیلئے سفر، حج کیلئے سفر یہ تمام فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

الترغیب والترھیب میں روایت ہے کہ اگر ایک صحیح العقیدہ مسلمان جائز طریقہ سے مال کماتا ہے کسی دوسرے ملک میں بشرطیکہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو اس کو بھی سات سوگنا اجر ملے گا۔

نحوی اشکال:

مثل الذین الخ میں الذین مشبہ اور حبۃ مشبہ بہ۔ لوگوں کی ذوات کو دانے کیساتھ تشبیہ دینا کیسا ہے؟

جواب: جلالین تک ملے گا کہ یہاں مضاف محذوف ہے اصل میں یوں ہے مثل نفقات الذین ینفقون اموالهم۔

انفاق فی سبیل اللہ کی قبولیت اور بقاء کی شرائط کا بیان:

کچھ صدقات کی قبولیت کی شرائط ہیں اور کچھ بقاء کی۔ شرائط قبولیت یہ ہیں ایمان ہو اور خرچ کرنے والی چیز حلال اور خدا کی رضا کیلئے ہو۔ بقاء کی شرط یہ ہے کہ انفاق کے بعد مَن اور اذیٰ نہ ہو۔ مال کا پاکیزہ ہونا اس لئے شرط ہے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے لا تقبل صدقة من غلول۔ حرام چیز کا صدقہ کرنے کے بعد اگر ثواب کی نیت کرے تو کافر ہو جاتا ہے۔

حرام چیز کے صدقہ کرنے پر تعمیل حکم کا ثواب ملتا ہے صدقہ کا نہیں:

یہ حرام چیز غریب کیلئے جائز ہے حرام چیز کے صدقہ کرنے پر تعمیل حکم کا ثواب ملتا ہے صدقہ کا نہیں۔

۲۶۵ ﴿جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا﴾

تفسیر کبیر، روح المعانی میں ہے کہ اونچی جگہ کی قید اس لئے لگائی کہ ہر طرف سے دھوپ بھی لگے گی اور ہوا بھی لگے گی۔

﴿وَابِلٌ﴾

سے مراد کثیر مقدار میں صدقہ کرنا ہے اور طل سے قلیل مقدار میں صدقہ ہے نخیل واعناب فرمایا کیونکہ اس کا میوہ دیر تک رہتا ہے۔ اعصار وہ ہوا جو ستون کی شکل میں بہت تیزی سے چلتی ہے۔

فاحترقت لازمی ہو تو ضمیر راجع بسوئے جنة اور اگر متعدی ہو تو نار مراد ہوگا۔

۲۶۷۔ ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ﴾

ربط: پہلے نفقات کی قبولیت کی شرائط کا بیان تھا۔ یہاں مال کی صفت بیان کرتے ہیں۔

۲۶۸۔ ﴿اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ﴾

۲۶۸۔﴿اَلشَّیْطَانُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَیَاْمُرُکُم بِالْفَحْشَآءِ﴾
مصادر کے تبدیل ہوجانے سے معانی میں تبدیلی آجاتی ہے۔
یہاں وعد یعد وعیداً ہوتو معنی ڈرانا اور اگر وعداً ہوتو معنی وعدہ کرنا۔
﴿یُؤتِی الْحِکْمَةَ مَنْ یَّشَآءُ﴾
حکمت کی تعریف:
"العلم النافع المودی الی العمل"
﴿أَوْ نَذَرْتُم مِّنْ نَّذْرٍ﴾
نذر یہ ہے کہ میرے پروردگار اگر میرا یہ کام ہوا تو یہ کام کروں گا۔ شریعت میں نذر مستحسن چیز نہیں ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ سے سودا کرنا ہے۔ دوسرا یہ کہ جاہل سمجھتا ہے کہ میرا کام نذر سے ہوا۔ نذر غیر اللہ کیلئے ماننا باطل ہے کیونکہ نذر ایک عبادت ہے اور عبادت غیر اللہ کیلئے جائز نہیں۔ نیز غیر اللہ کو (میت وغیرہ) کو متصرف تسلیم کرنا ہے۔
۲۷۱۔﴿إِنْ تُبْدُوْا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَإِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَیُکَفِّرُ عَنْکُمْ مِّنْ سَیِّئَاتِکُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝﴾
یہاں سے ان صدقات کی ادائیگی کے اوصاف بیان کرتے ہیں۔ ھی ضمیر کا مرجع صدقات ہیں لیکن یہاں پر مضاف محذوف ہے اصل عبارت یوں ہے "ان تبدوا الصدقات فنعم شیء" ابداؤھا" مخفی صدقہ کرنے میں ریاکاری نہیں ہوتی اگر آپ مجمع میں دیتے ہو تو لینے والے کا ضمیر اس کو برداشت نہیں کریگا۔
دوسرا نقصان یہ ہے کہ چور دیکھ لے گا کہ اچھا اتنا تو اس نے زکوۃ دی اس سے کہیں زیادہ اس کے گھر میں موجود ہے لہذا صدقہ خفیہ طور پر دینا چاہیے۔
۲۷۴۔﴿الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً﴾
ربط: پہلے صدقات کے اوصاف کا بیان تھا اب صدقات کے لئے وقت کو بیان کرتے ہیں۔
۲۷۵۔﴿الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ الرِّبَا لَا یَقُوْمُوْنَ﴾
ربط: اوپر صدقات کا ذکر تھا جس سے مال بظاہر کم ہوتا ہے اور اب ربوٰ کا ذکر ہے جس سے مال بظاہر زیادہ ہوتا ہے **وبضدها تتبین الاشیاء۔**
امام سرخسیؒ مبسوط میں فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا یہ نظریہ ہے کہ جنات انسان کو تکالیف پہنچاتے ہیں ایک اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اور ایک ساتویں پارہ میں ہے (غالباً سورۃ الانعام آیت نمبر ۷۱ ہے) شمائل ترمذی مع خصائل نبوی میں روایت ہے
**عن عائشةؓ قالت حدث رسول اللہ ﷺ ذات لیلة نسائه حدیثاً فقالت امرأة منهن کأن الحدیث حدیث خرافة فقال أتدرون ما خرافة ان خرافة کان رجل من عذرة اسرته الجن فی الجاهلیة فمکث فیهم دهراً ثم ردوه الی الانس فکان یحدث الناس بما رای فیهم من الا عاجیب فقال الناس حدیث خرافة.**
ترجمہ: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور ﷺ نے اپنے گھر والوں کو ایک قصہ سنایا ان میں سے ایک

عورت نے کہا کہ یہ قصہ حیرت اور تعجب میں خرافہ کے قصوں جیسا ہے۔ (عرب میں خرافہ کے قصے ضرب المثل تھے) حضور ﷺ نے دریافت کیا کہ جانتی ہو خرافہ کا اصل واقعہ کیا تھا خرافہ بنوعذرہ کا ایک شخص تھا جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصہ تک انہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر لوگوں میں چھوڑ گئے وہاں کے زمانہ قیام کے عجائبات وہ لوگوں سے نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اس کے بعد سے لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

﴿إِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا﴾

الٹی تشبیہ دی کہ بیع اس لئے حلال ہے کہ ربٰو حلال ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو رد کیا مستدرک کی روایت ہے کہ جس قوم میں دو باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اس قوم کو برباد کر دیتے ہیں ایک سود دوسرا زنا۔

۲۷۵۔﴿فَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾

سود کو حلال سمجھنا کفر ہے:

تفسیر روح المعانی اور بیان القرآن میں ہے کہ اگر سود حلال سمجھ کر کرتا ہے اور کھاتا ہے تو کافر ہوگا اور خلود فی النار اس کیلئے ہوگا۔ اور اگر حرام سمجھ کر کھاتا ہے اور کرتا ہے تو خلود سے مراد مکث طویل ہوگا۔ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ سجن مخلد سے مراد مکث طویل ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے سمجھانے کیلئے مثال دی ہے ایک آدمی بیمار ہے اس کا بدن سوج گیا خوش ہوتا ہے کہ میں پہلوان ہوں لوگ کہتے ہیں کہ تم بے وقوف ہو یہ تو پاؤں سوج گئے اور تم خوش ہوتے ہو۔ تو ربوا سے بھی بظاہر مال بڑھتا ہوا نظر آتا ہے لیکن دراصل یہ نقصان ہے۔ صدقات سے مواد غلیظہ ساقط ہو جاتے ہیں جیسا کہ جلاب سے مواد غلیظہ جسم سے خارج ہو جاتے ہیں۔

۲۸۰۔﴿وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ۝﴾

اس میں دو ترکیبیں ہیں قاضی ابوبکر جصاصؒ فرماتے ہیں نظرۃ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کیلئے ای فالحکم نظرۃ الی میسرۃ۔

علامہ سیوطیؒ فنظرۃ کو مبتدا موخر بناتے ہیں ای فعلیکم نظرۃ

۲۸۲۔﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ إِلٰى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ اگر تمہارا مدیون تنگ دست ہو تو مہلت دے دو اب اسی ادھار کا ضابطہ بیان کر رہے ہیں۔

قرض اور دین میں فرق:

اگر کسی کو نقد پیسے دے دو تو یہ قرض ہے اور اگر کوئی چیز بیچ دو تو یہ دین ہے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ نفس شہادت پر اُجرت لینا جائز نہیں البتہ کھانا پینا اور کرایہ معمول کے مطابق لے سکتا ہے۔

﴿أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ﴾: یا تو گونگا ہے یا زبان نہیں چلتی یا عدم استطاعت کیوجہ سے۔

مرتھن رھن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا:

۲۸۳۔﴿وَإِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوا كَاتِبًا فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ﴾

سفر کی قید اتفاقی ہے، احترازی نہیں امام بخاریؒ نے اس پر مستقل باب قائم کر دیا یعنی الرھن فی الحضر۔ یہاں رھن سے انتفاع کے متعلق سوال ہے اور بحث ہے میرے خیال میں اس کے بارے میں احکام القرآن میں ابوبکر

جصاصؒ نے ٹھوس بحث کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو چیز رھن ہو اس سے مرتھن نفع نہیں اٹھا سکتا تمام ائمہؒ کا اس پر اتفاق ہے کہ رھن صرف ایک وثیقہ ہے زمین تو راھن کاشت کرے گا وغیرہ۔

مولانا عبدالحی صاحب لکھنویؒ نے ایک رسالہ لکھا ہے اس میں انہوں نے فقہی طور پر ٹھوس حوالے جمع کئے ہیں کہ مرتھن رہن سے نفع نہیں اٹھا سکتا۔

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ﴾

ربط: سورۃ بقرہ میں بہت سے مسائل مذکور تھے یہاں فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین کے مالک ہم ہیں ہم جو حکم دیں اس کو کرو۔

غیر اختیاری وسوسوں کا حکم:

۲۸۴۔﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo﴾

اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ پریشان ہوئے کہ وسوسے تو ہمارے اختیار میں نہیں ہیں۔ اس کے بارے میں آگے حکم دیا **لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔**

اشکال: خبر میں نسخ نہیں ہوسکتا کیونکہ نسخ انشاء ہوتا ہے اور یہ خبر ہے۔

جواب: جواب یہ ہے کہ **خبر من حیث الخبر** میں نسخ نہیں ہوسکتا البتہ **خبر من حیث الانشاء** میں نسخ ہوسکتا ہے۔

(۲) دوسری تفسیر یہ ہے کہ غلط وسوسے اس میں داخل نہیں اگر وسوسے کے طور پر کسی گناہ کا خیال ذہن میں آئے تو کوئی گناہ نہیں اور اگر عزم کے طور پر گناہ کا خیال آئے یعنی ارادہ کرے تو اس میں گناہ ہے۔ **ما فی انفسکم** سے مراد وہ ہیں جو قصداً ارادۃً تم اپنے دلوں میں رکھتے ہو غیر ارادی طور پر نہیں۔

بخاری کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کی بات کو معاف فرمایا ہے۔ **مالم یتکلم اومالم تعمل** تو جب تک وہ بولے نہیں یا اس پر عمل نہ کرے اس سے پہلے معتبر نہیں اور جو چیز دل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے مثلاً عقیدہ، ایمان، حسد وغیرہ ان کیلئے تکلم یا عمل ضروری نہیں جبکہ وہ دل میں اس پر مطمئن ہو۔

﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا﴾

**غفرانک** یہ **مفعول بہ للفعل المحذوف** ہے **ای اسئل غفرانک۔**

رضی شارح کافیہ کہتے ہیں کہ مفعول مطلق ہے **ای اغفر غفرانک۔**

فقہی اختلاف:

امام صاحب فرماتے ہیں کہ خطاء کی صورت میں روزہ فاسد ہوتا ہے اور صائم کے ذمہ قضاء ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹتا تو پھر قضاء بھی واجب نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ خطاء اور نسیان ایک ہی چیز ہے دلیل ان کی یہ

ہے ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہاں مواخذہ سے اخروی مواخذہ مراد ہے دنیا کا نہیں۔

## خطاء اور نسیان میں فرق:

ہم خطاء اور نسیان میں فرق کرتے ہیں۔نسیان یہ ہے کہ نفس فعل بھول جائے جیسا کہ روزہ کو بھول گیا۔اور خطاء یہ ہے کہ نفس فعل یاد ہو لیکن غیر اختیاری طور پر کیا جائے۔

﴿ وَاعْفُ عَنَّا﴾ ہمارے صغیرہ گناہ معاف فرما

﴿ وَاغْفِرْ لَنَا﴾ ہمارے کبیرہ گناہ معاف فرما اور بعض نے اس کا برعکس معنی بیان کیا ہے۔

# سورۃ آل عمران

﴿الٓمٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾

ربط: بیان القرآن وغیرہ میں یہ ربط لکھا ہے پہلی سورت کے آخر میں تھا فانصرنا علی القوم الکافرین.
مدد و نصرت دو قسم کی ہوتی ہے باللسان و بالسنان (زبانی اور سیفی)
اس سورت میں دونوں کا ذکر ہے پہلے نصرت باللسان کا ذکر ہے کہ نجران کے عیسائیوں کو زبان سے مغلوب کرلیا اور آگے نصرت بالسنان کا ذکر ہے جو کہ غزوہ بدر کی صورت میں آئی۔

شان نزول:

تفسیر طبری، مدارک اور روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ ہجرت کا نواں سال تھا رجب کا مہینہ تھا نجران کے ساٹھ عیسائی آپؐ کے پاس آئے۔ وہاں کچھ مذہبی گفتگو ہوئی اور مناظرہ ہوا انہوں نے کہا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے عیسیٰ کا خدا کا بیٹا نہ ہونے پر آپؐ نے ایسے دلائل پیش کیئے کہ انہوں نے اقرار کرلیا پھر انہوں نے کہا کہ تمہارے قرآن میں عیسیٰ کو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا ہمارے مدعا کیلئے صرف اتنی بات کافی ہے اس کی تردید قرآن کریم نے تحقیقی انداز سے **منه اٰیٰت محکمات** الخ سے فرمائی۔

قرآن میں دو قسم کی آیات ہیں ایک تو وہ ہیں جن کا مطلب اور مفہوم بالکل واضح ہے اور ان کے معانی میں اور کسی معنی کا احتمال نہیں ان کو محکمات کہتے ہیں دوسری وہ آیات ہیں جن کی مراد واضح نہیں اور کئی معانی کا احتمال رکھتی ہیں ان کو متشابہات کہتے ہیں اس سورۃ کا نام آل عمران ہے عمران حضرت مریمؑ کے والد کا نام تھا۔

۱۰۔ ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ﴾

ربط: پہلے نصرت باللسان کا ذکر تھا اب کفار کا مقولہ ذکر کرتے ہیں کفار نے مسلمانوں کو کہا کہ تم کہتے ہو کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں حالانکہ تمہارے پاس نہ مال ہے اور نہ اولاد ہے۔

**کداب ال فرعون** یہ خبر ہے مبتدا محذوف ہے ای **دأبهم کدأب** الخ.

۱۲۔ ﴿قُلْ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ﴾

غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح اور کفار مشرکین کو شکست ہوئی تو یہود کہنے لگے کہ تم ناتجربہ کار لوگوں سے لڑے ہو آؤ ہمارے ساتھ لڑو تا کہ پتہ چل جائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قل للذین کفروا** الخ

۱۳۔ ﴿یَرَوْنَهُمْ مِّثْلَیْهِمْ رَاْیَ الْعَیْنِ﴾

اس میں دو ترکیبیں ہیں:
(۱) **یرون** کی ضمیر مسلمانوں کی طرف راجع ہے یعنی مسلمانوں نے کافروں کو اپنے آپ سے دگنا دیکھا۔
(۲) **یرون** کی ضمیر کافروں کی طرف راجع ہے یعنی کافر اپنے آپ کو مسلمانوں سے دگنا دیکھنے لگے۔

﴿زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِیْنَ وَالْقَنَاطِیْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَیْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ﴾

پہلے مال کا ذکر تھا اب لوگوں کی اور محبتوں کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن لوگوں میں یہ محبتیں تھیں ان چیزوں کی

خواہش رکھتے تھے۔

﴿وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ﴾

اس لفظ کے تین معانی ہیں:

(۱) خوبصورت گھوڑے (۲) تام الخلقت گھوڑے (۳) نشان لگائے ہوئے گھوڑے۔

(شهد الله انه لااله الا هو والملئكة واولوا العلم) اولوا العلم سے انبیاء صحابہ اور علماء مراد ہیں۔ قائماً حال ہے ھو سے (لا اله الا هو میں) اور اس میں عامل مضمون جملہ ہے۔ ای تفرد قائما بالقسط اور بعض نے شهد الله میں لفظ اللہ سے اس کو حال بنایا ہے۔

اور بعض نے تمام معطوفات سے اس کو حال بنایا ہے۔ (مزید تفصیل کیلئے تفسیر کشاف دیکھیں)

۱۹۔﴿إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ أُوْتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَإِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ٥﴾

ربط: اوپر یہود کا ذکر تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا دین قیامت تک رہیگا۔ یہ ربط بھی بیان کیا ہے کہ اوپر یہود نے کہا تھا کہ تم نے جو غلبہ حاصل کیا ہے وہ صدق دین کی وجہ سے نہیں بلکہ وہ نا تجربہ کار تھے دین تو ہمارا سچا ہے اس کی یہاں سے تردید فرمائی کہ دین حق صرف اسلام ہے۔ "ان الدين (مرضيا) عند الله الاسلام" اس کا قرینہ ہے ورضيت لكم الاسلام ديناً۔ بعض نکالتے ہیں ان الدين (كاملاً) عندالله الاسلام قرینہ یہ ہے اليوم اكملت لكم دينكم۔ اور بعض نکالتے ہیں ان الدين (مقبولاً) عند الله الاسلام قرینہ ہے ومن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه اور بعض نکالتے ہیں ان الدين (المنجي) عند الله الاسلام۔

۲۱۔﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيِّيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ اہل کتاب نے سرکشی کی تھی انہوں نے جو اختلاف کیا تھا سرکشی کی بناء پر آگے ان کی سرکشی کا بیان ہے۔

یہود نے ایک دن میں ۱۴۳ انبیاء کرام کو قتل کیا:

روح المعانی اور در منثور میں روایتیں ہیں کہ یہود نے ایک دن میں ۴۳ انبیاء کرام کو قتل کیا اور ان کے ایک سو ستر (۱۷۰) حواریوں کو بھی شہید کر دیا۔

۲۳۔﴿أُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ٥﴾

نصيباً مِنَ الكتاب (کتاب کا کچھ حصہ) سے مراد یہ ہے کہ صرف الفاظ دیے گئے نہ کہ معنی اور بعض نے کہا کہ کچھ الفاظ۔ اور يدعون الى الكتاب میں کتاب سے تورات مراد ہے۔

۲۶۔﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ٥﴾

آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود عنقریب مغلوب ہوں گے نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت پر مسلمانوں کا غلبہ ہوگا اس پر انہوں نے پوچھا کہ مسلمان وہاں کے بادشاہ ہوں گے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اس

پر انہوں نے قہقہہ لگایا یہاں ان کا رد ہے۔

۲۸۔ ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكَافِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۝﴾

ربط: اوپر یہود کے ساتھ گفتگو اور مشرکین کے ساتھ لڑائی کا ذکر تھا اب یہاں سے ان کفار کیساتھ ترک تعلقات کی تاکید ہے۔

**کفار کے ساتھ تعلقات کی تین صورتیں ہیں:**

بیان القرآن میں ہے کہ کفار کے ساتھ تعلقات کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) موالات (۲) مدارات (۳) مواسات

پہلی قسم موالات تو کسی صورت میں جائز نہیں یعنی دوستی رکھنا یہ حرام ہے۔ دوسری چیز مدارات ہے مدارات کے معنی ظاہری خوش خلقی یہ کفار کے ساتھ تین صورتوں میں جائز ہے۔

(۱) اکرام ضیف کی بناء پر

(۲) دینی مصلحت کی بناء پر جب امید ہو کہ اس سے دین اسلام کی طرف مائل ہوگا۔

(۳) دفع ضرر کی وجہ سے

(۳) مواساۃ یعنی مالی ہمدردی واحسان۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے۔

﴿اِلَّا اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقَاةً﴾

اس میں مدارات کی صورت کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ یہاں تقیہ سے وہ شیعوں والا تقیہ مراد نہیں ہے جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ نو حصے دین تقیہ میں ہے اور کہتے ہیں کہ **لا دین لمن لا تقیہ لہ**۔ اس کی مزید تفصیل دیکھنی ہو تو بیان القرآن میں دیکھیں۔

۳۰۔ ﴿مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ﴾

روح المعانی اور بحر المحیط میں ہے کہ **وما عملت** کا عطف پہلے **ما عملت من خیر** پر ہے اور دونوں ملکر پورا جملہ ہوگا۔ اور **تودلو ان بینھا وبینہ امدا بعیدا** جملہ مستانفہ ہے۔

اور تفسیر جلالین میں ہے کہ دونوں الگ جملے ہیں اور **وما عملت من سوء** مبتدا ہے اور **تودلو ان** اس کی خبر ہے۔

۳۱۔ ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ﴾

ربط: پہلے رکوع میں توحید کا ذکر تھا یہاں رسالت کا ذکر ہے۔

۳۲۔ ﴿قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۝﴾

**اتباع اور اطاعت میں فرق:**

اتباع اور اطاعت میں فرق یہ ہے کہ اتباع ہوتا ہے عمل میں اور اطاعت ہوتی ہے قول میں۔

﴿ذریۃ بعضھا من بعض﴾

تفسیر کشاف میں ہے کہ ذریۃ منصوب ہے بدل ہے **آل ابراھیم و آل عمران** سے۔ دوسرے حضرات

کہتے ہیں کہ منصوب بنابر حال ہے۔
حضرت مریمؑ کے والد کا نام عمران بن ماثان اور والدہ کا نام حنۃ بنت فاقوذا ہے:
یہاں آل عمران میں عمران سے مراد عمران بن ماثان ہیں جو حضرت مریمؑ کے والد اور حضرت عیسیٰؑ کے نانا تھے اور آگے امرأۃ عمران میں بھی اس سے امرأۃ عمران بن ماثان مراد ہے۔ جو کہ حضرت مریمؑ کی والدہ اور حضرت عیسیٰؑ کی نانی تھی جس کا نام حنۃ بنت فاقوذا ہے۔

﴿الْمِحْرَابَ﴾

یہ ظرف مکان کا صیغہ ہے لڑنے کی جگہ یہ علامہ آلوسیؒ کی تحقیق ہے۔ بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اسم مبالغہ کا صیغہ ہے بمعنی سخت لڑاکا۔

۴۲۔﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾

ربط: واضح ہے اوپر بھی حضرت مریمؑ کا ذکر تھا اب بھی انہی کا ذکر ہے۔ وطھرک افعال ذمیمہ سے پاک کر دیا یا مردوں کے اختلاط سے پاک کر دیا۔

﴿عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ﴾ یہ اُن کی جزوی فضیلت ہے اور اپنی ہم عصر لڑکیوں پر کلی فضیلت ہے۔

مسیح کی وجہ تسمیہ:

یہاں سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں ان کو مسیح کیوں کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ مسیح مسح یمسح (ف) بمعنی ہاتھ پھیرنا سے ہے کہ برص والے اور نابینا آپ کے مسح سے ٹھیک ہو جاتے۔ قاموس، عمدۃ القاری اور فتح الباری میں ہے کہ مسیح کا لفظ عیسیٰ کیلئے بھی استعمال ہوتا ہے اور دجال کیلئے بھی، فرق کیا ہے۔ (۱) اس کا مادہ مجرد مسح یمسح ہے اور دجال کے مسیح کا مادہ ساح یسیح سیاحت سے ہے۔ (۲) اگر دونوں کا اصل مادہ مسح یمسح ہو تو فعیل کا وزن چونکہ فاعل اور مفعول دونوں کیلئے آتا ہے۔ تو مسیح بروزن فعیل عیسیٰؑ کیلئے فاعل کے معنی میں ہے اور دجال کیلئے مفعول یعنی ممسوح عینہ کے معنی میں ہے۔

۴۸۔﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنجِيلَ﴾

اس میں دو قول ہیں (۱) کتاب سے مراد کتابت ہے۔ (۲) مولانا ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمۃ سے سنت ہے کہ آخری زمانے میں اس کی تعلیم دیں گے۔

۵۰۔﴿وَلِأُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾

حلال اور حرام کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے نہ کہ انبیاء کرام کا:

تاریخ ابن ہشام میں مبسوط بحث ہے حلال حرام کرنا رب کا کام ہے، مخلوق کا کام نہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ حلال اور حرام کرنا صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور انبیاء کرام صرف ان کو بیان کرنے والے ہیں۔

لفظ حواری کی تحقیق:

حواری کا لفظ حور سے مشتق ہے جس کے معنی سفید کے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان کے رنگ سفید تھے بعض کہتے

ہیں کہ دھوبی تھے کپڑے صاف کرتے تھے اور بعض کہتے ہیں کہ ان کے دل سفید تھے۔

۵۵۔﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يَا عِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ﴾

**مرزائی کا اس آیت کے لفظ متوفیک سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال**

مرزائی اس آیت کے لفظ متوفیک سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال:

مرزائی اس آیت کے لفظ متوفیک سے حضرت عیسیٰؑ کی موت پر استدلال کرتے ہیں کہ ان کو موت دی گئی ہے۔

جواب: متوفی کا مجرد مادہ وفی سے ہے جس کا معنی ہے پورا پورا لینا مثال کے طور پر الکریم اذا وعد وفی. وفیت کل نفس کا مجرد مادہ بھی وفی ہے اور وفات اس کا معنی مجازی ہے تو یہاں اگر معنی حقیقی لے لیں تو معنی ہوگا کہ میں تمہیں پورا پورا لوں گا۔ اور اس میں وفات کا کوئی معنی نہ ہوا اور اگر معنی مجازی یعنی وفات لے لیں تو بھی اہل حق پر زد نہیں پڑتی کیونکہ متوفیک ای ممیتک یہ اسم فاعل ہے تو معنی ہوگا کہ میں تجھے وفات دوں گا اور اب اپنی طرف اٹھاتا ہوں کیونکہ اسم فاعل میں زمانہ استقبال بھی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے متوفیک بمعنی ممیتک کے کئے ہیں اور نیز حضرت عیسیٰؑ کے زندہ ہونے اور دوبارہ آنے کے بارہ میں احادیث متواترہ ومشہورہ موجود ہیں اور اس پر اجماع ہے۔

**اتباع کی قسمیں:**

اتبعوک: تفسیر روح المعانی اور بیان القرآن میں ہے کہ اتباع کی دو قسمیں ہیں (۱) اتباع کامل (۲) اتباع قاصر۔ اتباع کامل مسلمانوں نے کی اور اتباع قاصر نصاریٰ نے کی۔ اور یہاں پر اتباع کامل والوں کی فوقیت کا تذکرہ ہے۔

الذین کفروا سے مراد یہودی ہیں۔

۵۹۔﴿اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾

ربط: پہلے ذکر کیا تھا کہ وفد نجران کے عیسائیوں نے آپؐ سے مناظرہ کیا جب دلائل سے عاجز آگئے تو کہنے لگے کہ تمہارے قرآن میں عیسیٰؑ کو روح اللہ اور کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ خدا کا بیٹا ہے اگر بیٹا نہیں تو عیسیٰؑ کا باپ کون ہے؟ اس کا جواب دے دیا کہ جیسا حضرت آدمؑ کو بغیر باپ کے پیدا کیا اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو بھی بغیر باپ کے پیدا کیا۔ حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر پیدا کیا پھر آسمان پر اٹھالیا پھر زمین پر بھیجا گیا اسی طرح عیسیٰؑ بھی ہیں۔

﴿ثُمَّ نَبْتَهِلْ﴾

باب افتعال سے بھی آتا ہے اور مفاعلہ سے بھی مباہلہ کا معنی ہے الدعاء بالتضرع۔ عاجزی سے دعا کرنا۔ القصص یہ مصدر ہے بمعنی بیان۔

**مباہلہ کے واقعہ سے شیعوں کا غلط استدلال:**

اس واقعہ سے شیعہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت نبی علیہ السلام کی ایک بیٹی تھی کیونکہ اگر اور ہوتیں تو آپؐ ان کو بھی لے کر آتے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ نہ لانے سے نہ ہونا لازم نہیں آتا جیسا کہ آپؐ کے تین بیٹے تھے۔ لیکن ان کو نہیں لائے تھے۔ اور ان کو نہ لانے سے ان کا سرے سے انکار لازم نہیں آتا کہ تھے ہی نہیں۔ نیز یہ مباہلہ ۹ھ میں ہوا تھا اور آپ ﷺ کی ایک بیٹی ۲ھ میں اور ایک ۸ھ میں فوت ہوئی تھی۔

٦٤۔﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ﴾
ربط: مناظرے میں جب ان کو شکست ہوئی اور مباہلے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہودی بھی موجود ہیں اور نصاریٰ بھی ان کو کھلے طور پر دعوت دو۔
٦٩۔﴿وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ وَمَا يُضِلُّونَ﴾
ربط: اوپر اہل کتاب کو دعوت کا بیان تھا آگے ان کی شرارتوں کا ذکر ہے کہ یہ لوگ ایمان کیا لائیں گے۔
حنيفاً المائل عن الاديان كلها.
٧٢۔﴿وَقَالَتْ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنْزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا﴾
یہودیوں کے پیشواؤں کے اپنے چیلوں کو غلط مشورے:
ربط: اوپر تھا کہ اہل کتاب کا ایک طائفہ تمہیں بہکانا چاہتا ہے اب ان کے بہکانے کا طریقہ بیان کیا ہے وہ یہ تھا کہ عبداللہ بن صیف، عادی بن زید اور حارث بن عود یہ یہودیوں کے پیشوا تھے۔ انہوں نے اپنے چیلوں کو سبق دیا کہ دن کے شروع میں زبانی مسلمان بن جاؤ نہ کہ دل کیساتھ پھر شام کے وقت اس سے پھر جاؤ یہ کہکر کہ ہمیں اسلام میں کوئی اچھی بات نظر نہیں آئی۔ تو اس کو دیکھ کر دوسرے مسلمان بھی اسلام سے پھر جائیں گے۔
وجه النهار میں ابتداء نہار کو وجہ کیساتھ اس لئے تعبیر کیا کیونکہ ملاقات کے وقت سب سے پہلے چہرے کو دیکھا جاتا ہے
٧٣۔﴿أَنْ يُؤْتَىٰ أَحَدٌ مِثْلَ مَا أُوتِيتُمْ أَوْ يُحَاجُّوكُمْ﴾
روح المعانی کبیر، قرطبی وغیرہ میں ہے کہ (۱) ان یوتی احد '' یہ یہود کا مقولہ ہے اور لا یؤمنوا کیساتھ اس کا تعلق ہے یعنی یہ نہیں ماننا کہ کوئی دوسرا بھی دیا جائے تم جیسا اور یہ نہ ماننا کہ تم غالب آئے حق کی تعیین میں۔
(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ یہ حق تعالیٰ کا مقولہ ہے یعنی اس لئے یہ کہتے ہیں کہ کوئی دیا جائے مثل اس کے جو تم کو دیا گیا ہے۔
سبیل میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای سبیل الزام.
٧٩۔﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ﴾
ربط: ابورافع یہودی تھا جب آپ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ خدا کے بندے ہیں معبود نہیں اور حضرت عزیز بھی خدا کے بندے اور رسول تھے اس پر انہوں نے کہا کہ کیا اپنے آپ کو رب کہتے ہو۔ حق تعالیٰ نے یہاں اس کی تردید فرمائی۔
٨١۔﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ﴾
ربط: سبق الغایات میں ہے کہ اے یہودیو اور مشرکو تم حضور ﷺ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ معصوم پیغمبر بھی آپ پر ایمان لانے کے مکلف ہیں۔
انبیاء کرام سے یہ وعدہ کب لیا گیا تھا اس میں دو قول ہیں:
(۱) تفسیر خازن میں ہے کہ عالم ارواح میں
(۲) تفسیر طبری میں ہے کہ جب کوئی نبی دنیا میں مبعوث ہوتا تو اس سے یہ وعدہ لیا جاتا کہ آپ پر ایمان لانا اور آپ کی نصرت کرنا اور اپنے متبعین کو اس کی تاکید کرنا کہ اگر ان کے زمانہ میں آئے تو آپ پر ایمان لائے اور آپ کی مدد و نصرت کرے۔

سوال: سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایمان تو پہلے لانا ممکن ہے لیکن نصرت پہلے کیسے ہو سکتی ہے؟
جواب: جواب اس کا یہ ہے کہ آپؐ کی جلالت شان کو بیان کرنے کیلئے فرمایا کہ ان کی نصرت کرنا بھی تمہاری ذمہ داری ہے عربی کا مقولہ ہے مالا یدرک کلہ' لا یترک کلہٗ۔
﴿فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَأُولٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾
اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں:
(۱) جس نے نبی نہ ہو کر اس سے اعراض کیا تو وہ فاسق ہوگا۔ ای من تولی من غیر الانبیاء بعد ذالک۔
(۲) پس جس نے اعراض کیا ان پیغمبروں میں سے تو وہ فاسق ہے۔
اشکال: اشکال اس پر یہ ہے کہ انبیاء کیسے انکار کریں گے اور کیسے وہ فاسق ہو سکتے ہیں؟
جواب: یہ ہے کہ (۱) انبیاء کرام سے اس چیز کا ہونا محال ہے لیکن اس کی اہمیت بتلانے کیلئے کہ بالفرض اگر انبیاء بھی انکار کرلیں تو وہ بھی گناہ گار ہوں گے۔
(۲) من اسم شرط ہے اور جملہ شرطیہ کا تحقق خارج میں ضروری نہیں جیسا کہ لئن اشرکت لیحبطن عملک میں حبط عمل رسول اللہ ﷺ علی تقدیر الفرض ہے۔
ان الذین کفرو اای بعیسی بعد ایمانھم بموسٰی ثم ازدادوا کفرًا بمحمدٍ (تفسیر جلالین میں ہے)

۹۲۔ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾

ربط: تفسیر بیان القرآن میں ہے کہ پہلے ذکر تھا کہ کافر اگر ملء الارض جتنا سونا پیش کریں قیامت کے دن وہ قبول نہ ہوگا اور نہ ان کو کوئی فائدہ ہوگا۔ یہاں فرمایا کہ مومن دنیا میں جو خرچ کرے گا فی سبیل اللہ اس کا اسے ثواب ملے گا اور قیامت میں فائدہ ہوگا۔

لن تنالوا البر میں الف لام عوض مضاف کا ہے۔ لن تنالوا البر ای ثوابه وهو الجنة

(۲) یہاں البر کی صفت محذوف ہے ای براً کاملاً اور مما تحبون میں ما موصولہ ہے اور من شی اس کے لئے بیان ہے۔

یہود کی ابراھیمؑ کی طرف غلط نسبت :

۹۳۔ ﴿كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾

ربط: تفسیر کبیر میں ہے کہ اس کا ربط ان اولى الناس بابراهيم کے ساتھ ہے کہ آپؐ نے ابراھیمؑ کی طرف نسبت کی تھی اس پر یہود نے اعتراض کیا کہ ان پر اونٹ کا گوشت حرام تھا اور آپ ان کو حلال سمجھتے ہیں۔ اس کا جواب یہ تھا کہ ابراھیمؑ کے زمانے میں یہ تمام چیزیں حلال تھیں تورات کے بعد بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام کی گئیں البتہ اونٹ کا گوشت اس سے پہلے حضرت یعقوبؑ نے اپنے اوپر حرام کیا تھا کہ ان کو عرق النساء کی بیماری تھی تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر خدا نے مجھے اس بیماری سے شفا دی تو سب سے محبوب کھانا میں چھوڑ دوں گا اور ان کے نزدیک محبوب ترین کھانا اونٹ کا گوشت تھا لہٰذا خدا نے شفا دی اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

تفسیر احکام القرآن لابی بکر الجصاص اور روح المعانی میں ہے کہ اس قسم کی نذر ماننا ان کی شریعتوں میں جائز تھا۔ ہماری شریعت میں جائز نہیں۔

۹۶۔ ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾

ربط: اوپر ابراھیمؑ کا ذکر تھا آگے ان کے تعمیر کردہ گھر اور تعمیر کا ذکر ہے مکہ کو مکہ بھی اور بکہ بھی کہتے ہیں اس کا معنی ہے گردن توڑنا۔ کہ جو آدمی نماز پڑھتا ہے اس کی طرف گردن جھکتا ہے اور مکہ کے معنی ناف کے ہیں کہ جیسا کہ بچے کو سرة (ناف) کے ذریعہ سے خوراک ملتی ہے اس طرح تمام عالم کے لوگوں کو روحانی خوراک اس سے ملتی ہے۔

دیانند سرسوتی کا اعتراض:

دیانند سرسوتی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ ہم اگر بت کو سجدہ کریں تو ہم کافر ہیں اور تم لوگ کعبہ کو سجدہ کرتے ہو لیکن تم کافر نہیں بنتے اس کا جواب مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے دیا کہ کعبہ مسجود لہ نہیں بلکہ مسجود الیہ ہے مسجود له، صرف اللہ ہیں اور کعبہ سجدہ کی جہت ہے تم بتوں کو مسجود لہ سمجھ کر سجدہ کرتے ہو

(۲) کعبہ نہ بھی ہو ہمیں اس کی سمت کی طرف منہ کرنے کا حکم ہے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے دور میں تعمیر کیلئے کعبہ کو گرایا گیا اس وقت کافی دنوں تک نمازیں ہوتی رہیں لیکن کعبہ موجود نہ تھا۔

۹۷۔ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾

[illegible] على الناس حج البيت: حج يحج کے معنی آتے ہیں قصد کرنا اور شریعت کی اصطلاح میں کہتے

ہیں قصد کرنا افعال مخصوصہ کا اوقات مخصوصہ میں مقامات مخصوصہ کی طرف۔
ترمذی کی روایت ہے کہ جس پر حج لازم ہوا اور نہ کرے تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔
۹۸۔﴿قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لِمَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ﴾
ربط: سبق الغایات میں لکھا ہے کہ اوپر تھا" ودت طائفة من اهل كتاب " کہ اہل کتاب کا ایک گروہ چاہتا ہے کہ تم کو بہکائے اس کے ساتھ تعلق ہے۔

شماس بن قیس کی سازش:

واقعہ: شماس بن قیس ایک یہودی تھا مسلمانوں کے باہمی اتفاق و محبت کو دیکھ کر جلتا تھا ایک دن ایک مجلس مسلمانوں کی لگی تھی جس میں کچھ خزرج کے مسلمان اور کچھ اوس کے تھے۔ اس یہودی نے ان کی مجلس میں اوس و خزرج والوں کی پرانی جنگوں کا اشعار میں تذکرہ کیا جس کی وجہ سے ان کے درمیان دوبارہ وہ انتقامی جذبہ زندہ ہوا اور ایک دوسرے کو مارا پیٹا اس کی خبر آپ ﷺ کو دی گئی تو آپ ﷺ نہایت غمگین ہوئے اور غصے میں آ کر دونوں کو ڈانٹا۔
اس آیت میں پہلے یہودیوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ تم مسلمانوں کو کیوں لڑاتے ہو اور پھر مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی گئی۔
۹۹۔﴿لِمَ تَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ تَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا﴾
سبیل کا لفظ مذکر اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔
بیضاوی وغیرہ میں ترکیبیں یوں ہے۔(۱) تبغونها عوجًا ای لها عوجًا (۲) تبغون فيها عوجًا (۳) عوجًا مصدر بمعنی مفعول کے ہے ای تبغونها عوجاً ای معوجةً۔
﴿وَمَنۡ یَّعۡتَصِمۡ بِاللّٰهِ﴾ ای ومن یعتصم بدین الله یا بکلمة الله اور بعض نکالتے ہیں برسول الله۔
۱۰۲۔﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾
ربط: ماقبل میں یہود کو تنبیہ تھی اب مسلمانوں کو تنبیہ ہے۔
۱۰۳۔﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِیۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾
حبل سے کیا مراد ہے بعض کہتے ہیں۔(۱) کہ اس سے دین مراد ہے ای بدین اللّٰہ اس کا قرینہ ہے ان الدین عندالله الاسلام (۲) اس سے مراد قرآن ہے اس کا قرینہ وانتم تتلی علیکم ایٰت اللّٰہ (۳) اس سے آپ ﷺ مراد ہیں۔
۱۰۶۔﴿یَّوۡمَ تَبۡیَضُّ وُجُوۡهٌ وَّتَسۡوَدُّ وُجُوۡهٌ﴾
تفسیر ابن کثیر: مظہری اور درمنثور میں ابن عمرؓ سے مرفوع روایت ہے کہ آپؐ نے ابن عباسؓ اور ابوسعید خدریؓ سے پوچھا کہ تبیض وجوہ کا مصداق کیا ہے؟ تو انہوں نے نہ بتایا آپ ﷺ نے فرمایا اس کا مصداق اہل سنت والجماعت ہے اور تسود وجوہ کا مصداق اہل بدعت ہیں۔
الملل لعبدالکریم میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ یہود میں ۶۹، نصاریٰ میں ۷۲ فرقے ہیں اور میری امت میں ۷۳ فرقے ہوں گے۔ سب دوزخ میں جائیں گے الا واحدة۔
فتح الباری اور عمدۃ القاری میں ہے کہ بعض ایسے ہوں گے جن کا افتراق کفر و شرک پر ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور جن کا افتراق کفر پر نہ ہو وہ سزا بھگتنے کے بعد نکلیں گے۔ حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ نجات والے

کون ہیں فرمایا اہل سنت پوچھا گیا اہل سنت کون ہیں فرمایا ماانا علیه الیوم و اصحابی۔
﴿أَكَفَرْتُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾
روح المعانی میں ہے (۱) حضرت عکرمہ ؓ فرماتے ہیں کہ اس سے یہودی مراد ہیں کہ یہود آپ ﷺ کے وسیلہ سے مشرکین پر فتح کی دعا مانگتے تھے۔ و کانوا یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء هم ما عرفوا کفروا بہ (۲) ابی ابن کعب فرماتے ہیں کہ اس سے تمام کافر مراد ہیں کہ عہد ازل میں تمام نے مانا تھا (۳) حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے منافق مراد ہیں کہ زبان سے ایمان لائے اور دل میں کفر تھا (۴) حضرت علیؓ وغیرہ سے منقول ہے هم اهل البدعة (۵) علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ هم المرتدون کہ اس سے مرتد لوگ مراد ہیں۔
۱۱۰۔ ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾
ربط: اوپر یہ بیان تھا کہ ثالث لوگوں کا یہ فریضہ تھا کہ ان کو (اوس وخزرج والوں کو باہم دست وگریبان ہونے سے) روکتے آگے بیان فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس امت کا فریضہ ہے نبوت کا بوجھ امت کے کندھوں پر ڈالا بحبل من اللّٰه: اس کی کئی تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) مسلمان ہو جائیں۔ تو ذلت سے محفوظ ہوں گے (۲) مسلمانوں کے زیر اثر رہیں۔ بیان القرآن میں ہے کہ ایک ریاست مسلمانوں کے زیر تسلط تھی تو وہاں کے لوگ عزت سے رہے۔ المسکنة احساس کمتری یعنی اپنی نگاہوں میں بھی حقیر ہونا۔
۱۱۳۔ ﴿يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُونَ﴾
اناء یہ انی کی جمع ہے جیسا کہ امعاء جمع ہے مِعًی کی، اس کا معنی ہے وقت۔
(۱) روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ آیات اللّٰہ سے مراد قرآن کی آیتیں ہیں (۲) آیات سے مراد تورات ہے۔
۱۱۷۔ ﴿مَثَلُ مَا يُنفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾
ربط: جب انہوں نے سنا کہ کفار ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو انہوں نے کہا کہ کیوں ہم بھی تو نیک کام کرتے ہیں ہم کیسے ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ تو اس کا جواب دیا کہ یہ کام کچھ بھی نہیں بغیر ایمان کے۔ آگے اس کی مثال دی کہ جیسے چھپر کے بغیر سبزیاں کہ سردی کے موسم میں اگر چھپر نہ ہو تو سبزی ختم اور برباد ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر ایمان کی چھپر نہ ہو تو کفر کی ہوا آدمی کے اعمال خیر کو ختم کر دیتی ہے۔
﴿كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ﴾
قاموس اور مختار الصحاح وغیرہ میں ہے کہ صــــــر "کے معنی ایسی ہوا جسمیں برد شدید یا حر شدید ہو یہ اسماء اضداد میں سے ہے عموماً یہاں اس کا معنی برد شدید لیا جاتا ہے۔
۱۱۸۔ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا﴾
ربط: اوپر ذکر تھا کہ انہوں نے اللّٰہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کیا اور انبیاء کو قتل کیا یعنی اپنے کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں تو اب مومنوں! تمہیں بھی غیرت کرنی چاہیے کہ ان کو اپنا دوست اور راز دان نہ بناؤ۔
خبالاً یہ منصوب بنزع الخافض ہے ای بخبال یا بالخبال
ما عنتم کشاف میں ہے کہ ما مصدریہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ما موصولہ ہے تو عائد الی الموصول محذوف ہے۔

۱۲۱۔﴿وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِکَ﴾
صبر اور تقویٰ کو اختیار کرنے سے متعلق دو واقعات:
ربط: اوپر ذکر تھا فان تصبروا وتتقوا کہ اگر تم نے صبر کیا اور تقویٰ کو اختیار کیا تو کوئی تدبیر تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتی آگے دو واقعات ذکر فرما رہے ہیں کہ بدر میں تم نے صبر اور تقویٰ علی وجہ الکمال اختیار کیا تو کامیابی اور فتح نصیب ہوئی اور احد میں یہ کامل طور پر اختیار نہ کیا جس کی بناء پر شکست ہوئی اگر تقویٰ وصبر علی وجہ الکمال اختیار کرتے تو فتح ہوتی جس وقت آپ ﷺ گھر سے نکلے تو حضرت عائشہؓ گھر میں تھیں تو قرآن نے اہل کا لفظ حضرت عائشہؓ کیلئے استعمال کیا۔
۱۲۲۔﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلاَ﴾
منافقین کی واپسی کے بعد مسلمانوں کے دو گروہ بنو حارثہ اور بنو سلمہ نے بھی ارادہ کیا کہ ہم بھی واپس چلتے ہیں لیکن جب حضورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھا تو پھر ارادہ تبدیل کر دیا۔ بدر کے بارے میں قاموس میں ہے کہ بدر بن قیس بن صباح ایک آدمی تھا اس نے کنواں کھودا اس کا نام بدر رکھا۔ یہ مدینہ منورہ سے اسی (۸۰) میل دور ہے۔
۱۲۸۔﴿لَيْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ﴾
ربط: احد کے بارہ میں بات شروع کی تھی اب اسی پر ختم کر رہے ہیں۔
شان نزول:
بعض کفار ومشرکین کا نام لیکر آپؐ نے ان کیلئے بددعا کی اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔
۱۳۰۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾
ربط: تفسیر ابوالسعود وغیرہ میں ہے کہ پہلے صبر اور تقویٰ کا ذکر تھا آگے ان چیزوں کو ذکر کر رہے ہیں جو تقویٰ کو ختم کرنے والی ہیں اس میں حرام خوری اور سود سر فہرست ہے۔ مضاعفة یہ قید اتفاقی ہے تشنیع کیلئے۔
۱۳٤۔﴿وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ﴾
تعارض: اس آیت کا ماقبل والی آیت سے بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے تعارض یہ ہے کہ پہلی آیت میں ہے وهم ينتصرون یعنی وہ انتقام لیتے ہیں۔ یہاں فرمایا کہ غصے کو پی لیتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔
جوابات: (۱) اشداء علی الکفار رحماء بینهم۔ یعنی کافروں سے بدلہ لیتے ہیں لیکن آپس میں مشفق اور رحم کرنے والے ہیں لہٰذا تعارض نہ رہا۔
(۲) اگر آدمی غلطی کرے اور اس پر نادم ہو تو معاف کرتے ہیں لیکن اگر غلطی کے بعد اس پر مصر ہو تو اس کو معاف نہیں کرتے اس میں موضوع الگ الگ ہے لہٰذا تعارض نہیں۔
۱٤۰۔﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ﴾
ربط: پہلے غزوہ احد کا بیان تھا جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی تھی یہاں سے مسلمانوں کو تسلی ہے۔
۱٤۰۔﴿وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾
اس کا عطف ليتعظوا پر ہے جو کہ مقدر ہے اور تلک الایام نداولها بین الناس کے متعلق ہے۔ عبارت یوں ہوگی تلک الایام نداولها بین الناس لیتعظوا ولیعلم الله الخ

۱۴۱۔﴿وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ﴾ تمحیص کا معنی ہے سونے کو کھوٹ اور میل کچیل سے صاف کرنا اور خالص کرنا۔

۱۴۲۔﴿وَيَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ﴾ یعلم کا نصب کس وجہ سے ہے اس سے پہلے تو لما ذکر ہے اور یہ حروف جازمہ میں سے ہے؟

جوابات: (۱) کشاف میں ہے کہ یہاں واوصرف ہے جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اس کی وجہ سے یعلم منصوب ہے۔

(۲) دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ اصل میں مجزوم ہے لیکن پہلے لیعلم الله کی مناسبت سے اس کو بھی فتحہ دے دیا کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔

۱۴۴۔﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ﴾

ربط: اوپر سے اُحد کا معاملہ چلا آ رہا ہے جس میں آپ ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا تھا۔ اس پر فرمایا کہ محمد ﷺ تو ایک رسول ہیں اگر وہ دنیا سے چلے جائیں تو کیا تم دین چھوڑ دو گے۔

حضور ﷺ کا نام مبارک قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے:

حضور ﷺ کا نام مبارک قرآن پاک میں چار جگہ آیا ہے۔ یعنی لفظ محمد اور آپ کا نام احمد ایک مرتبہ قرآن میں آیا ہے و مبشرًا برسول یاتی من بعدی اسمه' احمد۔ احمد اسم تفضیل کبھی فاعل کے معنی میں اور کبھی مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ احمد اگر حامد کے معنی میں ہو تو معنی ہوگا زیادہ تعریف کرنے والا اور جب مفعول کے معنی میں ہو تو معنی ہوگا زیادہ تعریف کیا ہوا۔

﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾

قادیانیوں کا استدلال:

قادیانی اور عیسائی اس سے وفات عیسیٰ پر استدلال کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ تفسیروں میں ہے قد خلت ای قد توفیت۔ اور قانون وقاعدہ یہ ہے کہ جمع پر جب الف لام آجائے تو جمعیت باطل ہو جاتی ہے اور استغراق کا فائدہ دیتی ہیں۔ یہاں بھی الرسل پر الف لام داخل ہے تو مطلب ہوگا کہ تمام رسول جو آپ ؐ سے پہلے گزرے ہیں ان کو وفات دی گئی ہے تو اس میں حضرت عیسیٰ ؑ بھی شامل ہوں گے۔

جوابات: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ قواعد اکثری ہوتے ہیں اور یہ اس قاعدہ میں داخل نہیں اور اگر اس کو قاعدہ کلیہ مان کر یہاں بھی اس کو تسلیم کر لیں تو اس سے دوسری جگہ خرابی لازم آئیگی۔

پارہ نمبرا گیارھویں رکوع میں ہے وقفینا من بعده الرسل۔ تو اس قاعدہ کے مطابق مطلب ہوگا کہ تمام رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے ہیں حالانکہ یہ باطل ہے۔

۱۴۹۔﴿يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنْ تُطِيْعُوا﴾

ربط: اوپر سے اُحد کا ذکر چلا آ رہا ہے۔ احد کی لڑائی میں کل آدمی ایک ہزار تھے جن میں سے سات سو مسلمان تھے اور تین سو منافق تھے۔ منافقین جب واپس آنے لگے تو انہوں نے دوسرے مسلمانوں کو واپس لوٹنے کی ترغیب دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو مضبوط کیا۔

۱۵۱۔﴿مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطَانًا﴾
تفسیر ابن عباسؓ میں ہے کہ لفظ سلطان جہاں قرآن میں آیا ہے اس سے بادشاہ مراد نہیں بلکہ برھان اور دلیل مراد ہے۔ اور بادشاہ کیلئے لفظ ملک آیا ہے۔
۱۵۳۔﴿فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ﴾ فی اخرکم: صاحب کشاف کہتے ہیں کہ آخری صفوف مقدر کی صفت ہے
﴿غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا﴾
(۱) ایک غم شکست کھانا دوسرا غم مال غنیمت کا چلے جانا۔ اور با علی کے معنی میں ہے ای غما علی غم
(۲) دوسری تفسیر ہے کہ بغم میں باء سببیت کیلئے ہے کہ تم نے آپ ﷺ کو غمگین کیا اس کے بدلے تمہیں یہ تکلیف پہنچی۔
۱۵۶۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾
ربط: احد کا واقعہ چلا آرہا ہے۔ یہاں منافقین کی باتوں کا تذکرہ ہے جب مسلمان جہاد کیلئے نکلے۔
۱۵۹۔﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾
ربط: آپ ﷺ کو ان منافقین کے قول وفعل سے باخبر کردیا کہ یہ لوگ نرمی سے فائدہ اٹھاتے ہیں
۱۵۹۔﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ﴾
غیر منصوص چیزوں میں مشورہ کی اجازت ہے۔
۱۶۴۔﴿اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾
رسول اللہ ﷺ کو بشر جاننا ضروریات دین میں سے ہے:
علامہ آلوسی نے روح المعانی میں لکھا ہے اور البحر الرائق اور فتاوی عالمگیری اور شرح الموحدین میں بھی ہے کہ اگر کسی سے یہ پوچھا جائے کہ رسول اللہ كان من العرب أم من غير العرب، بشرًا ام غير بشر.
اگر وہ جواب میں کہے لا ادری تو یہ کافر ہے وجہ کفر یہ ہے کہ یہ جاننا ضروریات دین میں سے ہے کہ آپ ﷺ عربی ہیں اور بشر ہیں اور ضروریات دین کے بارے میں یہ کہنا کہ لا ادری یہ کفر ہے۔
۱۶۵۔﴿اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا......﴾
لگے کہ یہ تکلیف کہاں سے آئی تو حق تعالیٰ نے
احد میں جب ستر آدمی شہید ہوئے تو مسلمان آپس میں کہنے
فرمایا کہ پریشان نہ ہوں کیونکہ یہ تمہاری وجہ سے ہے۔
۱۷۲۔﴿اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ......﴾
یہ ہے کہ اُحد کے موقع پر جب مسلمانوں نے شکست
اس کی تفسیر شان نزول پر موقوف ہے ایک شان نزول
پر لڑائی ہوگی۔ آپ ﷺ نے قبول کیا۔ اگلے
کھائی تو ابوسفیان نے مسلمانوں کو کہا کہ آئندہ سال اسی بدر کے مقام
اس موقع پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔
سال مسلمان پہنچے لیکن مشرکین نہ آئے۔ اس کو بدر صغریٰ کہتے ہیں
نے حمراء الاسد پر پہنچ کر کسی کو کہا کہ
دوسری تفسیر یہ ہے کہ جب احد میں کفار کو غلبہ ہوا۔ تو واپسی میں انہوں

مسلمانوں کے دلوں میں ہمارا رعب ڈالنا اس پر مسلمان وہاں گئے لیکن کفار چلے گئے تھے۔ صاحب کشاف کہتے ہیں کہ استجابوا اور اجابوا ایک ہے کیونکہ استفعال سے مراد افعال ہے۔

۱۷۹۔ ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ...... ﴾

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو انباء الغیب دی ہے۔ تلک من انباء الغیب نوحیه الیه لیکن وہ انباء الغیب ہے غیب نہیں۔ [illegible] الغیب اور چیز ہے اور علم الغیب اور چیز ہے۔

اہل بدعت اس آیت سے وماکان الخ استدلال کرتے ہیں لیکن ان کا یہ استدلال باطل ہے کیونکہ اگر اس سے آپ ﷺ کیلئے علم غیب کلی کو ثابت کریں تو اس وقت تو پورا قرآن بھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ النساء وسورۃ توبہ وغیرہ تو اس کے بعد نازل ہوئیں تو گویا ان کا علم نہ تھا تبھی تو بعد میں نازل ہوئیں ورنہ نزول کا پھر کیا فائدہ؟ جب پہلے سے علم تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر اس آیت سے سارا علم غیب ثابت ہو جائے تو اس آیت کا کیا مطلب ہوگا۔ لا تعلمهم نحن نعلمهم ۔ مزید باتیں ''ازالۃ الریب'' میں دیکھیں۔

۱۸۱۔ ﴿ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ ...... ﴾

ربط: پہلے منافقوں کا ذکر تھا اب ان کے اصل یعنی یہود کا ذکر ہے۔

۱۸۲۔ ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴾

اعتراض یہ ہوتا ہے کہ لیس داخل ہے ظلام پر اور ظلام مبالغہ کا صیغہ ہے تو معنی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلام تو نہیں البتہ نعوذ باللہ ظالم ہیں یعنی نفس ظلم تو ثابت ہوا۔

(۱) اس کا جواب علامہ آلوسی نے دیا ہے کہ یہاں اسم مبالغہ نفس فاعل کے معنی میں ہے جیسے تمار اور لبان۔

(۲) دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کیلئے ظلم کی صفت ثابت نہیں اگر ثابت ہوتی تو وہ صفت کامل درجے کی ہوتی اور وہ ظلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمالیہ ہیں۔

۱۸۳۔ ﴿ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَا...... ﴾

یہود نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کسی نبی کو اس وقت تک نہ مانو جب تک وہ قربانی نہ کرے اور اس قربانی کو آسمان سے آگ آکر نہ جلائے لہٰذا ہم آپ ﷺ پر بھی اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ جب تک آپ کی قربانی کو آگ آکر نہ جلائے۔ اس کے حق تعالیٰ نے دو جواب دیئے ایک الزامی اور ایک تحقیقی۔ تحقیقی جواب تو یہ ہے قد جاء کم رسل من قبلی بالبینٰت وبالذی قلتم اور الزامی جواب دیا فلم قتلتموهم ان کنتم صادقین۔

۱۸۵۔ ﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ...... ﴾

سوال: نفس کا لفظ تو حق تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ یحذر کم الله نفسه تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھی موت آئے گی؟

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ مضاف الیہ محذوف ہے ای کل نفس مخلوق۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سے موت دلیل قطعی سے ساقط ہے۔ الحی کا معنی ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا۔

﴿بِمَفَازَةٍ﴾ (۱) تفسیر بیضاوی میں ہے کہ مفازہ ظرف مکان ہے ای بمکان فوزٍ (۲) مصدر میمی ہے بمعنی فوز کے۔

۱۹۰۔﴿إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾
ربط: اوپر دعویٰ تھا توحید کا آگے توحید کے دلائل ہیں۔

## منادی للایمان سے کون مراد ہے؟

منادیا ینادی للایمان: منادی سے مراد کون ہے تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے۔
ایک تفسیر یہ ہے کہ آپ ﷺ مراد ہیں۔(۲) قرآن مجید مراد ہے۔ (۳) منادی سے ہر دور اور علاقے کا مدلل مراد ہے۔(۴) منادی سے مراد عقل سلیم ہے۔

۱۹٤﴿رَبَّنَا وَآتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ﴾
کشاف میں ہے ماوعدتنا علی السنة رسلک۔ (۲) ماوعدتنا بتصدیق رسلک۔

۱۹۵۔﴿لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ﴾

## ایمان سے یا توبہ کرنے سے حقوق العباد معاف ہونے میں اختلاف ہے:

ایمان سے یا توبہ کرنے سے حقوق اللہ تو معاف ہوجاتے ہیں حقوق العباد معاف ہوتے ہیں یا نہیں؟ اس میں دو گروہ ہیں۔ایک گروہ کہتا ہے کہ معاف ہوجاتے ہیں۔وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔
اور دوسرا گروہ کہتا ہے کہ معاف نہیں ہوتے وہ استدلال کرتے ہیں ایک واقعہ سے کہ ایک شخص مسلمان ہونے کیلئے آیا اس نے چند قتل کئے تھے اور ان کا مال ومتاع بھی لیا تھا اس نے کہا کہ اسلام لاؤں تو یہ معاف ہوگا۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ کفر تو معاف ہوگا باقی یہ حقوق تیرے اللہ کا اور تیرا معاملہ ہے۔

# سورة النساء

۱ ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴾

۱۔ ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ ﴾

تقویٰ کا حکم:

ربط: لفظی ربط یہ ہے کہ پہلی سورۃ تقویٰ پر ختم ہوئی اور یہ سورۃ تقویٰ سے شروع ہوئی۔

معنوی ربط یہ ہے کہ پہلی سورۃ میں معاملہ بالاغیار کا ذکر تھا اس سورۃ میں آپسمیں یعنی رشتہ داروں کے درمیان معاملے کا ذکر ہے۔

۱۔ ﴿تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ﴾

کشاف، روح المعانی میں ہے کہ الارحام کا عطف لفظ اللہ پر ہے معنی ہوگا کہ ارحام سے ڈرو یعنی قطع رحمی مت کرو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ بہ میں ھو ضمیر مجرور پر اس کا عطف ہے۔ یعنی اس کے محل پر اس کا عطف ہے معنی ہوگا کہ ارحام کے واسطے سے مانگتے ہو۔

۲۔ ﴿وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ ﴾

ای ولا تاکلوا اموالھم مضمومًا الی اموالکم: (تفسیر کشاف وغیرہ)

۳۔ ﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ﴾

خوارج کہتے ہیں کہ اٹھارہ بیبیوں کے ساتھ ایک آدمی نکاح کر سکتا ہے اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ مثنیٰ کے معنی دو دو اور ثلاث کے معنی تین تین رباع کے معنی چار چار۔ تو درمیان میں واو عاطفہ کو جمع کیلئے لے کر کل اٹھارہ بنتی ہیں۔

روافض کے ہاں ایک شخص نو بیویاں رکھ سکتا ہے:

روافض کہتے ہیں کہ ایک شخص نو بیویاں رکھ سکتا ہے وہ بھی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں وہ بھی واو جمع کیلئے لیتے ہیں لیکن ان میں تکرار نہیں مانتے (فتح الباری)

بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۶۳ میں علی بن حسینؓ بن علیؓ جن کو امام زین العابدین بھی کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ یہاں واؤ بمعنی اَو کے ہے۔ تو مطلب ہوگا کہ دو یا تین یا چار۔

۳۔ ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾

بیضاوی میں ہے فانکحوا واحدۃً نصب کی وجہ بتلائی ہے کہ فانکحوا مقدر کی وجہ سے ہے۔

باندی اور غلام کو ملک یمین اس لئے کہتے ہیں کہ امیر کسی کو غلام یا باندی دیتا تو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر دوسرے کے دائیں ہاتھ میں دے دیتا۔

٤۔ ﴿هَنِيْٓــًٔا مَّرِيْٓــًٔا﴾ ھنیئاً کا معنی مزیدار اور مریئاً کا معنی خوشگوار (حضرت تھانویؒ کا ترجمہ) اور شاہ عبد القادر اور شیخ الہند کا ترجمہ ہے رچتا پچتا۔ اس کے معنی بھی خوشگوار کے ہیں۔

٦۔﴿إِسْرَافًا وَّبِدَارًا أَنْ يَّكْبَرُوْا﴾
اسراف کہتے ہیں جائز مقام میں ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور تبذیر کہتے ہیں ناجائز مقام میں خرچ کرنے کو۔ بدار کے معنی جلدی کے ساتھ۔
کبر یکبر (ک) شان اور مرتبہ کے اعتبار سے بڑا ہونا اور کبر یکبر (ن) سے معنی عمر کے اعتبار سے بڑا ہونا۔
﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ﴾
ربط: اوپر یتیموں کے حق کا ذکر تھا آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا بھی حق ہے۔ کیونکہ جاہلیت میں وراثت میں عورتوں اور بچوں کو حصہ نہیں دیتے تھے۔ ان کا نظریہ یہ تھا کہ ان کو وراثت دینی چاہیے جو لڑ سکتے ہیں۔
﴿فَارْزُقُوْهُمْ﴾
شرط یہ ہے کہ (۱) سارے ورثاء بالغ ہوں (۲) حاضر ہوں (۳) راضی ہوں یعنی اجازت دیں ورنہ جائز نہیں۔
فتاویٰ بزازیہ اور عالمگیری میں ہے کہ نابالغ کی اجازت شرعاً اجازت شمار نہ ہوگی۔
۔﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ أَمْوَالَ الْيَتَامٰى ظُلْمًا﴾
عموماً جب کوئی آدمی فوت ہوتا ہے تو اس کی اولاد نابالغ ہوتی ہے۔ اگر اولاد نابالغ ہو تو یہ تیجہ، ساتواں وغیرہ بدعت ہونے کے علاوہ اس مال مشترک سے صدقہ کرنے کی وجہ سے مطلقاً حرام ہے۔
(حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ جہاد کرنا مشکل ہے لیکن بدعات کا رد کرنا اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔)
۔﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْ أَوْلَادِكُمْ﴾
ربط: اوپر اجمالی طور پر للرجال نصیب وللنساء نصیب میں وراثت کا ذکر تھا اب تفصیلی طور پر اس کا ذکر فرما رہے ہیں۔
سوال: سوال یہاں پر ہوسکتا ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکی کے مقابلے میں دگنا کیوں ہے؟ بظاہر تو یہ انصاف کے خلاف ہے۔
جواب: اس کا جواب علامہ عثمانیؒ نے تفسیر عثمانی میں دیا ہے کہ لڑکی کا نان نفقہ اور مہر خاوند کے ذمے ہے اس کا خرچہ وہ برداشت کرتا ہے اور لڑکا اپنا بھی اور دوسروں کا بھی خرچہ برداشت کرتا ہے کسی اور کے ذمہ اس کا خرچہ نہیں۔
۔﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾

وراثت میں لڑکیوں کو حصہ دینے کی تاکید:

لڑکوں کا حصہ مقیس اور لڑکیوں کا حصہ مقیس علیہ بنایا۔ یہ اس لئے کہ لڑکیاں اس میں اصل ہیں ان کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ نیز اس کو صریحاً اس لیئے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ آخر زمانہ میں لوگ لڑکیوں کی حق تلفی کریں گے۔ کبھی بہانہ بناتے ہیں کہ لڑکیوں کی شادی اور تعلیم پر خرچ کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ لڑکیاں عید اور شبقدر میں اپنا حصہ لے جاتی ہیں۔ یہ سب بہانے ہیں کہ اس میں لڑکا شمار نہیں لڑکے کے بھی تو بھی اخراجات ہیں۔ خمینی نے کشف الاسرار میں لکھا ہے کہ ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کی صریحاً مخالفت کی ہے۔ قرآن کہتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت فاطمہؓ کو آپ ﷺ کے مال سے حصہ نہ دیا۔
اس کا مفصل جواب تو ارشاد الشیعہ میں مذکور ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قطعی دلیل کو ظنی کیلئے نہیں چھوڑا بلکہ قطعی کو قطعی کے مقابلے میں چھوڑا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے پیغمبر خدا ﷺ سے براہ راست سنا تھا اور جو بات

پیغمبر خدا سے براہ راست سن لیں تو وہ قطعی ہوتی ہے اور وہ بات یہ تھی کہ انبیاء کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔
من بعد وصیۃ وصیت بعد میں ہے لیکن پہلے ذکر کیا تا کہ اس کو نظر انداز نہ کرے۔
﴿ وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ ﴾
حضرت ابی ابن کعبؓ اور ابن مسعودؓ کی قراءت میں لام کا لفظ ہے۔ تفسیر روح المعانی میں اس پر اجماع نقل کیا ہے۔
﴿غَيْرَ مُضَآرٍّ ﴾
اس کو اسم فاعل اور اسم مفعول دونوں کا صیغہ بنا سکتے ہیں اسم فاعل کا معنی ہوگا کہ وہ وصیت کرنے والا تکلیف دینے والا نہ ہو۔ اسم مفعول کا معنی ہوگا کہ وارثوں کو ضرر نہ دیا جائے پورا حصہ دیا جائے۔
۱۳۔﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ﴾
روح المعانی میں ہے کہ نافرمانی اگر یوں ہے کہ وراثت کو اعتقاداً مانتا نہیں تو یہ کافر ہے اس کو ہمیشہ جہنم میں داخل کیا جائیگا۔ اور اگر وراثت کو اعتقاداً مانتا ہے لیکن دیتا نہیں تو اس صورت میں خلود سے مراد مکث طویل ہوگا۔
۱۵۔﴿وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ ﴾
ربط: اوپر ذکر تھا کہ عورتوں کیلئے حقوق ہیں اب اس کا ذکر ہے کہ عورتوں پر بھی حقوق ہیں پاک دامنی وغیرہ کے۔
۱۵۔﴿وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ﴾
تفسیر ابن جریر طبری اور روح المعانی میں ہے کہ پہلے صرف عورتوں کا ذکر تھا۔ اب مردوں کا بھی ساتھ ذکر ہے۔ اس میں دو تفسیریں ہیں۔ (۱) اس سے مراد مرد اور عورت ہے جب وہ زنا کرے۔ (۲) اس سے دو مرد مراد ہیں جب وہ لواطت کریں اب یہ حکم نہیں ہے۔
لواطت کی سزا:
لواطت کی سزا کیا ہونی چاہیے اس میں مختلف اقوال ہیں امام صاحب کا ایک قول یہ ہے کہ اس پر دیوار گرادیں۔
( السوء بجهالة)
سوال: یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ توبہ ان لوگوں کی قبول ہوگی جو جہالت سے گناہ کرے اور بغیر جہالت کے گناہ کرے تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی؟
جواب: تفسیر روح المعانی میں ہے کہ جہالت کبھی مبدأ میں ہوتی ہے اور کبھی مآل میں، یہاں مآل میں جہالت مراد ہے مبدأ کا معنی یہ ہے کہ اس کو گناہ نہیں سمجھتا کہ گناہ ہے یا نہیں۔ اور مآل میں جہالت یہ ہے کہ اس کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اس پر سزا ملے گی یا نہیں اگر چہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ ہے۔
۱۹۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ﴾
ربط: اوپر عورتوں اور ان کے حقوق کا ذکر تھا ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے۔
نکاح میں ایجاب وقبول کا صحیح طریقہ:
اہم مسئلہ: قاضی خان میں ہے کہ اگر ایک آدمی یہ کہے کہ فلاں کی لڑکی فلاں کی بیٹی اتنے مہر کے عوض تجھے قبول ہے اور

وہ کہے کہ قبول ہے تو یہ نکاح نہیں ہوا کیونکہ اس میں استفہام ہے اور اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔
بلکہ یوں کہے کہ فلاں لڑکی ۔۔۔۔۔ میں نے تمہیں دے دی تمہیں قبول ہے وہ کہے کہ ہاں قبول ہے تو نکاح ہوگا۔
۲۲۔﴿وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَسَآءَ سَبِيْلًا﴾
یعنی ما بمعنی من کے ہے۔
۲۳۔﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ﴾
جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان کا بیان:
ربط: پہلے ذکر تھا کہ جن کے ساتھ تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اس کے ساتھ نکاح نہ کرو، آگے محرمات کی تفصیل ہے۔
﴿فی حجور کم﴾
مدارک میں ہے کہ عادۃً ایسا ہوتا ہے کہ خاوند اس کو ساتھ رکھ لیتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قید اتفاقی ہے۔

﴿وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتَابَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَآتُوْهُنَّ أُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

﴿مِنْ اَصْلَابِكُمْ﴾ کی قید متبنیٰ بیٹے کی بیوی کو نکالنے کیلئے ہے دودھ شریک کو نکالنا مقصود نہیں۔

۲۵۔ ﴿مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ﴾ تفسیر مدارک میں ہے کہ المومنات کی قید اتفاقی ہے اور استحباب کیلئے ذکر کیا۔

﴿ولا متخذات اخدان﴾ اخدان خدن کی جمع ہے۔ خدن کے معنی بُرا دوست اور صدیق کے معنی اچھا دوست۔

(ذالک لمن خشی العنت منکم) کشاف میں ہے کہ لفظی معنی اس کا مشقت اور مراد اس سے زنا ہے یعنی یہ ہے کہ دنیا میں کوڑے اور آخرت میں سزا ہوگی۔ لونڈی پر رجم نہیں غلام پر اس کو قیاس کرلیا۔ یہ مسئلہ جلالین تک آپ کو ملے گا۔

۲۵۔ ﴿وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾

یہ اس لئے فرمایا کہ اولاد حریت اور رقیت میں ماں کے تابع ہوتی ہے اگر نکاح نہ کرے تو زنا میں مبتلا ہوگا۔

۲۶۔ ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ﴾

ربط: حق تعالیٰ نے پہلے وراثت کے احکام کو بیان فرمایا پھر محرمات کا ذکر کیا اب اپنے احسانات کا ذکر فرمارہے ہیں۔

۲۹۔ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾

عدوان اور ظلم میں فرق:

ربط: اوپر نفوس کے حرام ہونے کا ذکر تھا اب آگے فرمایا کہ جس طرح نفوس تمہارے حرام ہیں اسی طرح دوسرے کا مال بھی حرام ہے۔ عدوان کے معنی بندے کا حق توڑنا۔ ظلم کے معنی خدا کا حق توڑنا۔

۳۱۔ ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَائِرَ﴾

ربط: پہلے گناہوں کا ذکر تھا آگے فرمایا اگر بچو گے تو ہم تمہارے گناہ معاف کردیں گے۔

۳۱ ﴿مُدْخَلًا كَرِيْمًا﴾

اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) ظرف کا صیغہ ہے کیونکہ ابواب مزید کا ظرف اسم مفعول کے وزن پر ہوتا ہے۔ (۲) مصدر میمی ہے تو معنی ہوگا کہ عزت کے ساتھ داخل کرنا۔ اور پہلی صورت میں معنی ہوگا کہ ہم تم کو عزت کی جگہ میں داخل کریں گے۔

گناہ کبیرہ اور صغیرہ کا بیان:

یہاں ایک بحث ہے کہ کبیرہ کونسے گناہ ہیں اور صغیرہ کونسے گناہ ہیں؟

اس میں قاعدہ یہ ہے کہ جن گناہوں پر لعنت یا عذاب، یا حد، یا وعید آئی ہو وہ کبیرہ گناہ ہیں اگر ایسا نہیں تو وہ صغیرہ گناہ ہے۔

معتزلہ کا مسلک:

یہاں ایک مسئلہ ہے معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ معاف نہیں ہوتے۔ کیونکہ قرآن میں ہے کہ اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچو گے تو تمہارے صغیرہ گناہ معاف کردیں گے۔ ظاہر الفاظ سے ان کی تائید ہوتی ہے۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ کبیرہ گناہ بھی معاف ہوتے ہیں۔ معتزلہ کو علامہ سیوطی نے جلالین میں یوں جواب دیا ہے کہ

نکفر عنکم سیئتکم بالطاعۃ ج سے معاف ہو جاتے ہیں تو نکفر عنکم کا تعلق بالطاعۃ سے ہے نہ کہ ان تجتنبوا کیساتھ۔ علامہ آلوسی نے فرمایا کہ وضو سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

۳۲۔ ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

ربط: اوپر مرد عورت کی وراثت کو بیان کیا کہ عورت کو مرد کے مقابلے میں نصف ملے گا اور عورتوں کی گواہی بھی نصف ہوتی ہے۔

حضرت ام سلمہؓ جن کا نام ہند تھا۔ عورتوں نے ان کو وکیل بنا کر آپؐ کے پاس بھیجا کہ سب کام جہاد، اذان وغیرہ تو مرد کرتے ہیں ہمیں تو کچھ بھی نہیں ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو خاوند کرے عورت اس کے ساتھ ثواب میں شریک ہے۔

۳۳۔ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾

زمانہ جاہلیت میں کوئی ایک دوسرے کا حلیف بن جاتا کہ اگر میرے ساتھ کسی نے لڑائی کی تو تو ساتھ دے گا اور مدد کرے گا اور اگر تیرے ساتھ کسی نے لڑائی کی تو میں تیرا ساتھ دوں گا، تو مر گیا تو تیرا مال میرا اگر میں مرا تو میرا مال تیرا ہوگا۔ اس کے بعد یہ حکم منسوخ ہوا۔

۳٤۔ ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا وللرجال علیھن درجۃ آگے فرمایا کہ یہ اس لئے کہ مرد حکمران ہیں اور عورتیں تابع ہیں۔

﴿حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ﴾ بیضاوی اور جلالین میں ہے کہ لام بمعنی فی کے ہے ای حفظات فی غیبۃ ازواجھن۔

﴿بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ میں ما مصدریہ ہے ای بحفظ اللّٰہ

۳٦۔ ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ﴾

ربط: اوپر بیویوں کے حقوق کا ذکر تھا۔ آگے فرمایا کہ تمہارے اوپر اور بھی حقوق ہیں یعنی حقوق اللہ والجار ذی القربی اس والجار ذی القربی کی دو تفسیریں ہیں ۔(۱) پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو۔(۲) وہ پڑوسی جس کا تمہارے ساتھ مکان ملا ہوا ہو۔

﴿مُخْتَالًا﴾ عملی طور پر تکبر کرنے والا یعنی جو وضع قطع میں عملی طور پر تکبر کرتا ہو۔

﴿فَخُوْرًا﴾ جو دل میں اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہو۔

۳۷۔ ﴿اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾

اس کی دو ترکیبیں ہیں۔

(۱) علامہ سیوطیؒ نے الذین یبخلون آخر تک مبتدا بنایا ہے اور خبر محذوف نکالی ہے ای لھم وعید شدید۔

(۲) علامہ اندلسیؒ نے اس کو مختال فخور کی صفت بنایا ہے کیونکہ یہ نکرہ ہے اور سیاق نفی میں ہے تو اس میں عموم آ گیا تو اس وجہ سے الذین الخ اسکی صفت بن سکتی ہے۔

﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا......﴾

## تعارض قرآن کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا قول:

حضرت ابن عباسؓ سے سوال کیا گیا ہے کہ قرآن کی بعض آیات میں تعارض ہے کیونکہ یہاں ہے کہ کوئی بات نہیں چھپا سکیں گے اور پارہ ۷ نمبرے میں ''واللّٰہ ربنا ما کنا مشرکین'' کے لفظ آتے ہیں کہ وہ لوگ شرک کو چھپائیں

گے۔

جواب: حضرت ابن عباس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اوقات مختلف ہوں گے اور تناقض کیلئے آٹھ شرطیں ہیں ایک شرط زمان ہے اور یہاں زمان ایک نہیں۔

۴۳۔ ﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾

ربط: ابوسعود اور بیان القرآن وغیرہ میں ہے کہ پہلے تھا اعبدوا اللّٰه ولا تشرکوا به شیئا شرک اتنی بری چیز ہے کہ شرک اختیاری طور پر تو کیا غیر اختیاری طور پر بھی پسند نہیں۔ (جبکہ مدہوشی کی حالت میں شرکیہ کلمات کا صادر ہونا بعید نہیں)

شان نزول:

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے دعوت کی تھی اس میں صحابہ کو مدعو کیا تھا کھانے کے بعد شراب پلائی۔ مغرب کی نماز کی جماعت کرنے کیلئے حضرت علیؓ کو آگے کیا انہوں نے فاتحہ کے بعد سورۃ کافرون پڑھی قل یا ایھا الکافرون اعبد ما تعبدون پڑھی یعنی درمیان میں لا کو چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ نشہ کی حالت میں نماز مت پڑھو۔ تو حق تعالیٰ نے اس شرک کو جو غیر اختیاری طور پر تھا معاف نہ کیا بلکہ اس پر تنبیہ فرمائی۔

۴۳۔ ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾

امام شافعیؒ اس سے لمس بالید مراد لیتے ہیں امام ابوحنیفہ اس سے جماع مراد لیتے ہیں امام صاحب کی دو دلیلیں ہیں۔

(۱) لامستم النساء باب مفاعلہ سے ہے اور یہ طرفین سے ہوتا ہے۔

(۲) حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر ہے او لمستم النساء ای جامعتم النساء۔

۴۴۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ......﴾

ربط: یہ مسائل بیان کئے مومنوں کیلئے آگے یہود کا قصہ چھیڑ دیا کہ یہود کی طرح سے نہ ہوں جیسا کہ ان پر بوجھ ڈالا گیا۔ فتیل۔ گٹھلی کے درمیان میں دھاگہ، قطمیر گٹھلی پر چھلکا خشک ہونے کے بعد، نقیر کھجور کی گٹھلی پر آنکھ ہوتی ہے۔

۴۴۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ......﴾

ربط: پہلے اہل کتاب کا ذکر تھا اب بھی انہی کا ذکر ہے۔

شان نزول:

تجارت کے بہانے یہود کا ایک گروہ کعب بن اشرف کی زیر نگرانی مکہ گیا ان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کیلئے تیار کرنے ---------- مشرکین نے کہا کہ ہم اس وقت تک ساتھ نہیں دیں گے جب تک تم جبت وطاغوت پر ایمان نہیں لاتے۔ اور یہ بتاؤ کہ ہمارا دین مسلمانوں کی بنسبت اچھا اور حق ہے۔ یہود نے ایسا کر دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

۵۴۔ ﴿اٰتَيْنَا اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ﴾

آل ابراھیمؑ سے مراد:

(۱) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام ہیں (۲) آپ ﷺ کی ذات گرامی مراد ہے۔

۵۷۔﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ﴾
ربط: پہلے کفار کا انجام اور صلہ بیان کیا اب مسلمانوں کا صلہ بیان کر رہے ہیں۔
۵۸۔﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا﴾

شان نزول:

ربط: موقوف ہے شان نزول پر، شان نزول نمبرا: روح المعانی میں ہے کہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا عثمان بن طلحہ کعبۃ اللہ کے کلید بردار تھے۔ حضرت علیؓ نے ان سے چابی چھین لی۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور مسلمان بھی ہوا آپؐ نے فرمایا کہ چابی ان کو دے دو۔ لہٰذا کعبۃ اللہ کی چابی عثمان بن طلحہ ہی کے خاندان کے پاس رہی۔
(۲) اگر اس سے اہل کتاب مراد ہوں تو پہلے اہل کتاب کا ذکر آ چکا ہے تو یہاں ان کو خطاب ہے کہ تم نے آپؐ کے جو اوصاف پڑھے ہیں کتابوں میں وہ تمہارے پاس امانت ہیں ان کو ادا کرو۔
۵۹۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾
ربط: پہلے ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے اب عدل کیا ہے اس کو بیان کیا کہ اللہ اور آپ کی اطاعت کرنا۔
﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ﴾

اللہ کی نافرمانی میں کسی کی فرمانبرداری نہیں:

شان نزول:

ایک صحابی تھے عبداللہ بن حذافہؓ آپ ﷺ نے ان کی امارت میں ایک لشکر ان کے ساتھ بھیجا اس لشکر میں حضرت ابن عمرؓ بھی تھے۔ امیر لشکر نے گرمی میں جانے کا حکم دیا لوگوں نے کہا کہ کچھ ٹھہریں گرمی ہے اس پر انہوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے تمہیں امیر کا حکم ماننے کا نہیں کہا۔ پھر کہا کہ جنگل سے لکڑیاں لاؤ اور ان کو جلاؤ پھر کہا کہ اس آگ میں کود جاؤ۔ اس پر حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تو اسلام اسی لئے لائے تھے تاکہ آگ سے بچ جائیں چنانچہ ایک دوسرے کو روک لیا۔ جب آگ ٹھنڈی ہوگئی تو امیر کا غصہ بھی ٹھنڈا ہوگیا۔ اس واقعہ کو آپ کی خدمت اقدس میں بیان کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اس آگ میں چھلانگ لگا دیتے تو یہ خودکشی ہوتی کیونکہ لا طاعة للمخلوق فی معصية الله.
۶۰۔﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ﴾
ربط: (۱) اوپر یہود کا ذکر تھا آگے جو یہود سے نکل کر منافق بنے ان کا ذکر ہے۔
(۲) اوپر گزرا کہ اگر تمہارا اختلاف ہو جائے کسی معاملے میں تو فردوا الی الله الرسول۔ آگے اس کے متعلق واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک منافق جو بظاہر ایمان کا دعویٰ کرتا تھا وہ اللہ کے رسول کے پاس فیصلہ کیلئے نہیں آیا۔

شان نزول:

ایک منافق کا واقعہ:
ایک منافق بشر نامی کا ایک یہودی کے ساتھ زمین پر جھگڑا ہوگیا۔ یہودی نے کہا کہ فیصلہ آپ ﷺ سے کرواتے ہیں منافق کہتا تھا کہ کعب بن اشرف سے کروائیں گے بالآخر آپ ﷺ کے پاس فیصلہ کیلئے آئے

آپ ﷺ نے فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔اس کے بعد منافق نے یہودی سے کہا کہ اب حضرت عمرؓ کے پاس جائیں گے۔لہٰذا اس کے پاس فیصلہ کیلئے گئے تو یہودی نے یہ بھی کہہ دیا کہ ایک دفعہ آپ ﷺ فیصلہ کر چکے ہیں۔اس پر آپ ؓ نے فرمایا کہ ٹھہرو میں گھر سے ہو کر آتا ہوں۔چنانچہ گھر جا کر تلوار لائے اور اس منافق کی گردن تن سے جدا کر دی۔اس کو یہاں بیان فرمایا ہے

۶۴۔﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا لِيُطَاعَ﴾

آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر بالفرض حضرت عمرؓ فیصلہ کر بھی دیتے تو آپ ﷺ پر ان کی فوقیت لازم آتی تو آپ ﷺ مطاع نہ ہوتے مخلوق کے بلکہ مطیع بن جاتے حالانکہ آپ ﷺ اللہ کے مطیع اور مخلوق کیلئے مطاع ہیں۔

۶۵۔﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾

علم نحو کا قاعدہ ہے کہ لفظ قسم ہو یا صرف قسم اس سے پہلے ما یا لا زائدہ آتے ہیں ۔

حاکم اور حَکَم میں فرق:

حَکَم وہ ہوتا ہے کہ فریقین دل سے اس کو مانیں۔اور حاکم وہ ہوتا ہے کہ فریقین راضی ہوں یا نہ ہوں فیصلہ اس کا مانا جاتا ہے۔

۶۹۔﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ پیغمبر ﷺ مطاع ہیں اب جنہوں نے پیغمبر کی اطاعت کی ان کا بیان ہے۔

۷۱۔﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾

ربط: ابھی آپ نے لفظ شہداء پڑھا۔شہید وہ ہوگا جو اللہ کی راہ میں لڑا ہو۔اس کی موافقت کی وجہ سے آگے جہاد کا ذکر کر لیا۔

۷۴۔﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ﴾

یہاں دو ترکیبیں ہیں:

(۱) تفسیر قرطبی میں ہے کہ الذین یشرون فاعل ہے فلیقاتل کا۔

(۲) دوسری ترکیب یہ ہے کہ فاعل من یقاتل ہے اور مفعول الذین یشرون ہے۔مطلب ہوگا کہ جن لوگوں نے قلیل مال کے عوض اپنے نفسوں (ایمان) کو بیچ دیا ہے ان کو قتل کر دیں۔

۷۴۔﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ﴾

مؤمنوں کو جہاد کی ترغیب ہے۔

اگر مسلمان عورت کو کافر قید کر لیں تو مسلمانوں پر اس کو چھڑوانا واجب ہے:

فقہ کی مشہور کتاب فتاویٰ سراجیہ اور عالمگیری میں ہے کہ امرأة سبيت فی المشرق وجب علی اهل المغرب أن يخلصوها۔کہ مشرق میں اگر کسی مسلمان عورت کو کافر قید کر لیں تو اہل مغرب پر اس کو چھڑوانا واجب ہے۔

۷۵۔﴿أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ﴾

ربط: اوپر جہاد کا ذکر تھا آگے اسی سلسلے میں فرمایا کہ جب جہاد فرض نہیں تھا لوگ جہاد کی آرزو کرتے جب فرض ہوگیا تو ڈرنے لگے لوگوں سے۔امام رازی فرماتے ہیں: کہ یہ منافقین تھے۔

تفسیر خازن میں ہے کہ یہ مومنین کا طبعی خوف تھا اور طبعی خوف ایمان کے منافی نہیں ہے۔

۷۸۔ ﴿فِی بُرُوۡجٍ مُّشَیَّدَۃٍ﴾

بروج جمع ہے برج کی بمعنی قلعہ اور مُشَیَّدۃ کے دو معنی ہیں (۱) چونا گچ کیا ہوا قلعہ (۲) یا شید بمعنی ارتفع ہے (اونچے قلعے)

قل کل من عند اللّٰہ کل ای کل واحد من الحسنات والسیات

﴿مَآ اَصَابَکَ﴾ جلالین میں ہے ما اصابک ایہا الانسان۔

۸۲۔ ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ﴾

ربط: تفسیر کبیر میں ہے کہ اوپر منافقین کا ذکر تھا آگے فرمایا کہ انہوں نے قرآن کریم پر غور نہ کیا اگر کرتے تو ایمان لے آتے۔

۸۵۔ ﴿وَمَنۡ یَّشۡفَعۡ شَفَاعَۃً سَیِّئَۃً﴾

ربط: اوپر جہاد کا ذکر تھا اس کے بعد یہاں سفارش کا ذکر ہے کیونکہ بعض اوقات مجاہد کیلئے سفارش کیجاتی ہے۔

۸۶۔ ﴿وَاِذَا حُیِّیۡتُمۡ بِتَحِیَّۃٍ فَحَیُّوۡا بِاَحۡسَنَ مِنۡہَا﴾

سلام کی فضیلت:

ظاہر بات ہے کہ سفارش کیلئے جاؤ گے تو سلام کرو گے۔ ابوداؤد میں ہے کہ السلام علیکم کہنے والے کو دس نیکیاں اور رحمۃ اللہ کہنے والے کو بیس نیکیاں اور برکاتہ بھی ساتھ کہے تو تیس نیکیاں اور مغفرتہ کہنے والے کو چالیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

۸۸۔ ﴿فَمَا لَکُمۡ فِی الۡمُنٰفِقِیۡنَ فِئَتَیۡنِ وَاللّٰہُ اَرۡکَسَہُمۡ بِمَا کَسَبُوۡا﴾

ربط: پہلے بھی منافقین کا ذکر تھا اب بھی ان کا ذکر ہے۔

شان نزول:

معالم التنزیل اور درمنثور وغیرہ میں ہے کہ کچھ جاسوس آپ ﷺ کے پاس آئے کلمہ پڑھا، جاتے ہوئے کہا کہ ہم اپنے بچوں کو ساتھ لے کر ایک ماہ تک آ جائیں گے۔ وقت مقررہ پر نہ آنے پر مسلمانوں میں دو گروہ بن گئے بعض نے کہا کہ یہ منافق تھے واپس نہیں آئیں گے دوسرے گروہ نے کہا کہ نہیں مسلمان تھے لیکن کچھ مجبوری پیش ہوئی ہوگی۔ اس اختلاف پر یہ آیات نازل ہوئیں کہ تمہیں کیا ہوگیا کہ منافقین کے بارہ میں آپس میں اختلاف کرتے ہو اور دو گروہ بن گئے ہو۔

۹۱۔ ﴿سَتَجِدُوۡنَ اٰخَرِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّاۡمَنُوۡکُمۡ وَیَاۡمَنُوۡا قَوۡمَہُمۡ﴾

دو خاندان تھے تفسیر خازن میں ہے کہ ایک کا نام بنو اسد تھا اور دوسرے کا نام بنو غطفان تھا انہوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور کافروں سے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے بارہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

۹۲۔ ﴿وَمَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا﴾

قتل خطاً اور قتل عمد کا حکم:

ربط: پہلے کافروں کا ذکر تھا کہ ان کو قتل کرو اب ذکر ہے کہ مومن، مومن کو قتل نہ کرے مگر خطاً اگر خطاً قتل ہو جائے تو

دیت واجب ہوگی دیت آپ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں ۱۰۰ اونٹ یا ۱۰۰۰۰ درہم یا ۱۰۰۰ دینار تھی
قتل میں دو حق ہیں ایک حق اللہ کا اس کا حق تب پورا ہوگا جب مومن غلام کو کفارہ میں آزاد کردے اگر غلام آزاد
نہیں کرسکتا تو دو مہینے لگاتار روزے رکھے۔ اور دوسرا ورثاء کا حق ہے اور وہ دیت ہے۔

۹۳۔ ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا﴾

روح المعانی اور خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ حکم اس کے بارے میں ہے جو مومن کو مستحل القتل سمجھ کر اس کو قتل کردے۔
(۲) اس کا بدلہ تو یہ ہے یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قاعدے کے مطابق کہ ان اللہ یغفر لمن یشاء
یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء۔ اس کو ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل نہ کردے۔
(۳) اس کا بدلہ تو یہ ہے مگر یہ کہ وہ توبہ کرلے۔ تو ان صورتوں میں خلود بمعنی مکث طویل ہوگا۔

۹۵۔ ﴿لَا يَسْتَوِى الْقَاعِدُوْنَ﴾

ربط: پہلے جہاد کا بیان تھا درمیان میں مومن کا مومن کو قتل کرنے کا بیان تھا اب مجاہدین کا بیان ہے۔ وکلا وعد اللہ
ای و کل من المجاھدین و القاعدین.

۹۵۔ ﴿فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِيْنَ﴾

شامی میں لکھا ہے کہ فرائض کی پابندی جہاد سے افضل ہے مگر یہ کہ جہاد فرض عین ہو جائے۔
بخاری و مسلم کی روایت ہے پوچھا ای الاعمال افضل قال الایمان باللّٰہ ثم بر الوالدین ثم الصلوۃ فی
وقتھا ثم الجھاد فی سبیل اللّٰہ۔ اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر جانا حرام ہے۔

۹۷۔ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾

ربط: اوپر جہاد کا ذکر تھا لیکن بسا اوقات قدرت نہیں ہوتی جہاد کی تو ہجرت کی جاتی ہے۔ یہاں ہجرت کا ذکر ہے۔ اب
ان لوگوں کو ملامت کرنا ہے ترک ہجرت پر۔

﴿مُرٰغَمًا﴾

کشاف میں ہے کہ رغم ای ذھب، مرغم۔ ظرف مکان کا صیغہ ہے بھاگنے کی جگہ۔ ترک ہجرت کی
وعید سنی تو ایک بوڑھے نے اپنے پوتوں سے کہا کہ مجھے چارپائی پر اٹھا کر لے جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اس سے مستثنیٰ بھی
ہے الا المستضعفین اس نے کہا کہ تم تو مجھے چارپائی پر اٹھا کر لے جاسکتے ہو۔ لہٰذا اس کو لے گئے تو راستے میں
وفات پائی۔

۱۰۱۔ ﴿وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِى الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ﴾

ربط: اوپر جہاد کا ذکر تھا پھر ہجرت کا اور دونوں میں سفر کی ضرورت ہوتی ہے یہاں اس کے احکامات بیان کئے۔
اہم مسئلہ: کبیری میں ہے کہ حالت سفر میں فجر کی سنتیں ہر حال میں ضروری ہیں اور باقی سنتیں قرار کی حالت میں ہیں
فرار کی حالت میں نہیں۔ ان خفتم کی قید اتفاقی ہے۔

۱۰۵۔ ﴿اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾

بشیر نامی منافق کی چوری کا واقعہ:

ربط: اوپر منافقین کا ذکر تھا و مالکم فی المنافقین فئتین اب ان منافقین کا ایک واقعہ بیان کیا۔

واقعہ: بشیر نامی منافق نے حضرت ابوقتادہؓ کے چچا رفاعہ کے گھر سے آٹے کا ایک تھیلہ جس میں اسلحہ بھی تھا نقب لگا کر چوری کر لیا۔ اور امانت کے طور پر رات کے وقت لبید کے گھر رکھوا دیا۔ اس تھیلہ میں سوراخ تھا جس سے آٹا گرتا رہا اور لبید کے گھر تک اس سے زمین پر نشان بنا تھا۔ صبح رفاعہ نے ابوقتادہؓ کو بلوایا اور کہا کہ اس معاملہ سے آپ ﷺ کو مطلع کر دیں۔ ابوقتادہؓ نے سارا واقعہ حضور ﷺ کو بتلا دیا۔ منافقوں نے آپس میں میٹنگ کی۔ سارے اکٹھے ہو گئے عدالت میں دونوں کی باتیں سنی گئیں۔ بشیر کے منافق ساتھیوں و رشتہ داروں نے کہا کہ ہم قسم کھاتے ہیں کہ بشیر بڑا نیک ہے اس نے یہ کام نہیں کیا جب اس نے قسم کھائی تو آپ ﷺ نے ابوقتادہؓ سے فرمایا کہ یہ بہت بڑی غلطی ہے کہ تم نے ایک نیک گھرانے پر تہمت لگائی۔ ان آیات میں آپ ﷺ کو کچھ تنبیہ فرمائی کہ جلد بازی نہ کرو۔ اس کے بعد بشیر منافق مکہ بھاگ گیا اور وہاں مردار ہوا۔

۱۱۵۔ ﴿غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اس آیت سے امام شافعیؒ نے اجماع کی حجیت پر استدلال کیا ہے۔

۱۱۶۔ ﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾

ربط: پہلے گزرا کہ بشیر نامی منافق نے چوری کی اور چلا گیا اور کھلے طور پر کافر بنا اللہ تعالیٰ نے یہاں شرک کی قباحت بیان کی۔ شرک کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔

۱۱۷۔ ﴿إِلَّا إِنَاثًا﴾ یہاں تین باتیں ہیں۔

(۱) خازن مدارک وغیرہ میں ہے کہ لفظ اللہ ہے مذکر اس کو مؤنث بنا کر لات کہتے تھے لفظ منان مذکر ہے۔ اس سے انہوں نے منات بنائی، عزیز لفظ مذکر ہے۔ اس سے انہوں نے عزیٰ بنائی۔

(۲) روح المعانی میں ہے کہ عرب کے بعض قبیلوں میں دستور تھا کہ مذکر ان کا بت ہوتا محبت کی وجہ سے اس کو انثی من فلان کہتے۔

(۳) یہاں تشبیہ ہے کہ عورتیں صنف نازک ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قوی ذات کو چھوڑ کر ایسی مخلوق کو پکارتے ہیں جو کمزور ہے۔

۱۱۷۔ ﴿وَإِنْ يَدْعُونَ إِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيدًا﴾

شیطان کو نہیں پکارتے لیکن شیطان کے کہنے پر غیر اللہ کو پکارتے تھے۔

۱۱۹۔ ﴿فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾

تفسیر کبیر اور روح المعانی میں ہے کہ مرد کیلئے داڑھی منڈوانا بھی اس حکم میں داخل ہے۔

۱۲۱۔ ﴿مَحِيصًا﴾

اس کو مصدر میمی بھی بناتے ہیں بمعنی چھٹکارا اور ظرف بھی بناتے ہیں بمعنی چھٹکارے کی جگہ۔

۱۲۳۔ ﴿لَيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَابِ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا شیطان کا، کہ قسم قسم کی آرزوئیں دلاتا ہے فرمایا کہ آرزوؤں سے کچھ نہیں بنتا "لیس الامر منوطاً بامانیکم"

۱۲۷۔ ﴿وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ﴾

[illegible]: سبق الغایات میں ربط یوں لکھا ہے کہ پہلی سورت کی ابتداء میں عورتوں کے مسائل بیان کیے پھر کچھ دوسرے

مسائل کا ذکر تھا اب پھر عورتوں کے مسائل کا بیان ہے۔فتوی کے معنی حکم قوی کے ہیں۔
ترغبون رغب کا معنی جب صلہ ''فی'' ہوشوق ہے اور صلہ ''عن'' ہوتو اعراض کے معنی ہے مصالحت کی صورت یہ ہے کہ
خرچے میں کمی کر دے اور اپنے حق (باری) کو کچھ چھوڑ دیں۔
۱۳۵۔﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾
ربط: او پر نکاح اور طلاق کے احکام تھے اس میں گواہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے گواہی کا ذکر فرمایا
ولو علی انفسکم سے مراد اپنے جرم کا اقرار کرنا ہے۔
نحوی اشکال:
''حرف او''احد الامرین کیلئے آتا ہے ان یکن غنیا او فقیرًا تو آگے فاللّٰہ اولی بہ کہنا چاہیے تھا نہ کہ بھما
جواب: او بمعنی واو کے ہے۔(تفسیر کشاف)
﴿أَنْ تَعْدِلُوْا﴾ بیضاوی اور کشاف میں ہے عن ان تعدلوا یعنی عن کا لفظ محذوف نکالتے ہیں۔
۱۳۶۔﴿يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾
اس میں کئی تفسیریں ہیں
(۱) یا یھا الذین امنوا امنوا ای اظھروا ایمانکم بالسنتکم (۲) یا یھا الذین امنو امنوا ای داوموا
علی الایمان. (۳) یا یھا الذین امنوا ای الذین اظ روا ایمانھم بألسنتھم امنوا بقلوبکم.
۱۳۷۔﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا﴾
تفسیر روح البیان میں ہے کہ آپ ﷺ کے زمانہ میں بعض لوگ ایمان لائے پھر مرتد ہوئے پھر ایمان
لائے پھر کافر ہوئے اور کفر پر مصر رہے۔ یہ آیات ان کے بارے میں ہیں۔
اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیات اہل کتاب کے بارے میں ہیں جلالین میں عبارت یوں نکالی ہے ان الـذيـن
امنوا بموسٰی و ھم الیھود ثم کفروا بعبادۃ العجل ثم امنوا بعدہ ثم کفروا بعیسٰی ثم ازدادوا
کفرًا بمحمد لم یکن اللّٰہ
۱۳۹۔﴿إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾
ربط: او پر بھی منافقوں کا ذکر تھا یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے
(۱) یخادعون اللّٰہ ای یخادعون رسول اللّٰہ (۲) کشاف میں ہے صنیعھم صنیع المخادعین.
جہنم کے سات طبقات ہیں:
تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ جہنم کے سات طبقات ہیں۔ او پر والے میں گناہ گار مؤمنین اس سے نچلے والے
میں نصاری اس سے نچلے میں یہود اس سے نچلے میں صابئین اس سے نچلے میں مجوسی اس سے نچلے میں مشرکین اس سے
نچلے میں یعنی سب سے اخیر میں منافقین ہوں گے۔
۱۴۷۔﴿إِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾
شکر پہلے ہے اور ایمان بعد میں یہ شبہ کہ کافر کا شکر قبول ہے۔ غلط ہے واؤ ترتیب کیلئے نہیں ہے۔

۱۴۸۔ ﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا﴾
ربط: پہلے منافقین کا ذکر تھا۔ کہ وہ طرح طرح کی باتیں کرتے اور نفاق کے سلسلے میں جھوٹ بولتے اللہ تعالیٰ ایسی باتوں کو پسند نہیں کرتا۔
﴿يَسْأَلُكَ اَهْلُ الْكِتَابِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ﴾
ربط: ابھی اہل کتاب کا ذکر پڑھا کہ اللہ کے رسولوں کے درمیان فرق کرتے ہیں آگے ان کی نافرمانیوں کا ذکر ہے۔

## شان نزول:

آپ ﷺ کے پاس یہود کا ایک وفد آیا انہوں نے کہا کہ اگر آپ خدا کے سچے رسول ہیں تو قرآن کو دفعۃً واحدۃ نازل کرو۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔
۱۵۷۔ ﴿اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ﴾
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم شکل شمعون کے قتل کا واقعہ:

شام کا ایک صوبہ تھا رومیوں کی حکومت تھی اس صوبے کا گورنر ہیلڈ ورڈ تھا یہودیوں نے عیسیٰ کے خلاف کہا کہ انہوں نے ہمارے دین کو بگاڑا۔ گورنر کے سامنے مظاہرے کیئے کہ اس کو قتل کرو ورنہ ہم خود اس کو قتل کرتے ہیں، گورنر نے مرکز سے رابطہ قائم کیا بادشاہ نے کہا مت قتل کرو حوصلے سے کام لو انہوں نے مظاہرے کیئے اس گورنر کی نیند اڑ گئی گورنر نے کہا کہ یا تو میرا استعفیٰ قبول کرو یا اس کو قتل کرو۔ انہوں نے کہا کہ جب ایک آدمی کے قتل سے فساد ختم ہوتا ہے تو اُسے قتل کرو۔ شمعون قریبی عیسیٰ کا ہمشکل تھا اسے قتل کر دیا۔ درحقیقت یہ شمعون منافق تھا اگر چہ بظاہر عیسیٰ کے حواریوں میں سے تھا۔
۱۵۹۔ ﴿وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ﴾
(۱) تفسیر ابن جریر وغیرہ میں ہے "وان من احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به اى بعيسىٰ قبل موته اى موت عيسىٰ"
(۲) دوسری تفسیر یوں ہے" ليؤمنن به اى بعيسىٰ قبل موت احد" پہلی تفسیر زیادہ صحیح ہے کیونکہ ضمائر کا مرجع ایک ہے۔

## نحوی اشکال:

پہلے ہے والمومنون والمؤتون یہ سب رفعی حالت میں ہیں اور درمیان میں والمقيمين اس کی نصبی یا جری حالت کیسے ہے۔ صاحب کشاف نے اس کے دو جواب دیے ہیں۔
(۱) مقیمین منصوب ہے فعل محذوف کی وجہ سے ای امدح المقيمين۔
(۲) یہ مجرور ہے بما انزل میں ما پر معطوف ہونے کی وجہ سے ای بالمقيمين الصلوة۔
۱۶۳۔ ﴿اِنَّا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ كَمَا اَوْحَيْنَا اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾
ربط: ابھی آپ نے پڑھا يسئلك اهل الكتاب ان تنزل الخ آگے اللہ تعالیٰ نے ان کی کمزوری بیان کی کہ یہ بڑی شریر قوم ہے یہاں ان کو اللہ تعالیٰ الزامی جواب دے رہے ہیں کہ کیا پہلے انبیاء پر کتابیں دفعۃً واحدہ نازل نہیں ہوئیں تھیں حالانکہ ان کو مانتے ہو تو ان کو کیوں نہیں مانتے۔

سوال: سوال یہ ہوسکتا ہے کہ نوح علیہ السلام سے پہلے بھی تو نبی گزرے ہیں تو من بعدہ کا لفظ کیوں کہا من قبلہ کیوں نہیں کہا؟

فتح الباری اور عمدۃ القاری میں ہے کہ مشرکین کی طرف سب سے پہلے پیغمبر نوح آئے تھے ان سے پہلے کوئی امت مشرک نہیں تھی، پہلے انبیاء تعمیری تھے۔

﴿لٰکِنِ اللّٰہُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ﴾

لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل سے پہلے ارسلنا محذوف ہے۔

تفسیر جریر طبری میں ہے کہ جب اللہ تعالی نے فرمایا کہ نوح پر وحی آئی تھی تو یہود نے کہا کہ لا نشھد لک بالنبوۃ تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ تم گواہی دیتے ہو یا نہیں اللہ تعالی گواہی دیتا ہے۔ لٰکِنِ اللّٰہ یشھد بما انزل الخ۔

۱۷۰۔ ﴿یٰاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَ کُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ﴾

ربط: آپ ﷺ کی نبوت ثابت ہوئی جواب نہ دے سکے اس مجلس میں یہود و نصاری سب تھے۔ اللہ تعالی تمام کو خطاب فرماتے ہیں یا یھا الناس الخ

﴿وَرُوْحٌ مِّنْہُ﴾ روح کی اسناد اللہ تعالی کی طرف تشریفی ہے۔

﴿اِنْتَھُوْا خَیْرًا لَّکُمْ﴾

میں خیرًا انتھوا کا مفعول نہیں، عبارت یوں ہے انتھوا عن التثلیث واقصدوا خیرالکم.

نصاریٰ کے تین گروہوں کا تعارف:

تفسیر کبیر، خازن اور روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ نصاریٰ کے تین گروہ تھے۔

(۱) نسطوریہ: یہ حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے تھے "وقالت النصاری المسیح ابن اللّٰہ"

(۲) یعقوبیہ: قالوا "ان اللّٰہ ھو مسیح بن مریم" انکے پادری یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ زیادہ عبادت کی وجہ سے اللہ بنے دلیل ان کی ہے کہ مثال کے طور پر آگ آگ ہے اور لوہا لوہا ہے لوہا آگ میں پھینک دو تو وہ بھی آگ بن جاتا ہے۔

(۳) ملکائیہ بعض تفسیروں میں ملکانیہ لکھا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ تین آلہہ سے دنیا قائم ہے اللہ، عیسیٰؑ اور بقول بعض کے مریم او بقول بعض جبرائیل۔ تینوں کا ذکر قرآن میں ہے۔

یعقوبیہ کا عقیدہ ہے "التوحید فی التثلیث والتثلیث فی التوحید" یہ اللہ اور عیسیٰؑ کے گڈمڈ ہونے کا قائل ہے۔ یہ لوگ عیسیٰؑ کے سولی پر لٹکنے کے بھی قائل ہیں۔ اب اگر عیسیٰؑ سولی پر لٹکائے گئے تو اللہ بھی ساتھ تھا تو نعوذ اللہ دونوں فوت ہوگئے۔

۱۷۲۔ ﴿لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ﴾

ربط: پہلی آیت میں نصاریٰ کا ذکر تھا، مدعی سست گواہ چست، حضرت عیسیٰؑ تو عبدیت پر فخر کرتے ہیں اور تم عبدیت سے ان کو نکالتے ہو۔

تفسیر کشاف، روح المعانی میں استنکاف کا معنی لکھا ہے امتنع وانقبض (ناک چڑھاتے ہوئے رک جانا) کسی چیز سے تکبر کی وجہ سے رک جانا۔ مولانا تھانویؒ نے بیان القرآن میں استنکاف کا معنی عار سمجھنا کیا ہے۔

۱۷۴۔﴿ وَأَنزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ﴾
تمام مفسرین کہتے ہیں کہ نور سے مراد کتاب اللہ ہے۔
۱۸٦۔﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ﴾
ربط: پہلے آپ نے وراثت کے مسائل پڑھے تھے وہاں اخیافی بہن بھائیوں کا مسئلہ تھا یہاں اعیانی اور علاتی کا بیان ہے۔

10

# سورة المائدة

۱۔﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرُمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ﴾

ربط: بیان القرآن میں ہے کہ پہلی سورت کے آخر میں تھاویبین اللہ لکم الخ اس نسبت سے یہاں احکام بیان کئے کہ کونسے جانور حرام ہیں اور کونسے حلال ہیں۔ بھیمہ کے معنی چار پاؤں والا لیکن اس کی اضافت انعام کی طرف جو ہے روح المعانی میں ہے کہ یہ اضافت بیانیہ ہے جو انعام کی مد میں ہے اگر یہ قید نہ ہو تو سارے جانور حلال ہوتے۔

﴿غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ﴾ یہ لکم سے حال ہے۔

﴿وَأَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ بیضاوی میں ہے کہ حرم حرام کی جمع ہے بمعنی محرم کے۔

۲۔﴿لَا تُحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ﴾

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھا ہے کہ حلال ہونا یہ تو عام ہے شعائر اللہ خاص ہیں اور وہ چار ہیں۔

(۱) قرآن (۲) نبی (۳) کعبہ (۳) صلوٰۃ۔

ان میں سے کسی کی بھی بے حرمتی نہ کرو۔ الھدی وہ جانور جو مکہ میں قربانی کیلئے لے جائے جائیں

﴿وَلَا الْقَلَائِدَ﴾

(۱) کشاف میں ہے کہ مضاف محذوف ہے ای و لا ذوات القلائد مراد اونٹ وغیرہ ہیں۔

(۲) دوسرا معنی ہے کہ یہ مبالغۃ ہے کہ اونٹ تو درکنار اس کا پٹہ بھی نہ چھیڑو۔

﴿وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ شعائر کی بے حرمتی مت کرو آگے فرمایا جب حلال ہو تو شکار کر سکتے ہو۔

ان صدوکم میں ان تعلیلیہ ہے۔ ان تعتدوا ای علی ان تعتدوا۔

۳۔﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ﴾

ربط: پہلے یتلی علیکم کہا تھا اب ان جانوروں کا ذکر کر رہے ہیں۔

مسئلہ: جس جانور کو غیر اللہ کے نام نامزد کیا جائے تو حرام ہوگا، ذبح کرنے سے حلال نہ ہوگا، بسم اللہ پڑھ بھی لے۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہے جیسا کہ کتے کو ذبح کر کے کھانا۔ اس میں تمام چیزیں داخل ہیں خواہ جانور ہوں یا غیر جانور ہوں۔

﴿النُّصُبِ﴾ نصاب کی جمع ہے جیسا کہ کتاب کی جمع کتب۔

﴿أَزْلَامٌ﴾ زلم کی جمع ہے سھم صغیر لا ریش لہ و لا نصل۔

﴿وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ﴾

کشاف وغیرہ میں ہے کہ اس کا مجرد قسمۃ ہے بمعنی تقسیم کرنا۔

(۲) دوسرا معنی قسمت معلوم کرنا۔ کعبۃ اللہ وغیرہ میں ایک تھیلہ تھا اس میں دس تیر تھے کسی پر نعم لکھا تھا کسی پر لا۔ کوئی کام کرتے مثلاً تجارت یا شادی وغیرہ تو تیر نکالتے اور قسمت معلوم کرتے اگر نعم کا تیر نکلتا تو کام کرتے اور اگر لا نکلتا تو کام نہ کرتے۔

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾
ربط: پہلے ذکر حرمت تھا آگے فرمایا کہ دین کی تکمیل ہم نے کر دی۔
یہ آیات ہجرت کے دسویں سال جمعہ کے دن میدان عرفات میں نازل ہوئیں۔
٤۔﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ﴾
شکاری جانور کے شکار کے حلال ہونے کے لئے شرطیں:
(۱) وہ شکاری جانور جن کو تم نے تعلیم دی ہو جو تمہارے کہنے پر جائے اور واپس آئے۔(۲) اپنے ارادے سے ان کو شکار پر چھوڑا ہو۔ (۳) بسم اللہ کہا ہو چھوڑتے وقت (۴) خود نہ کھائے تمہارے لئے لے آئے (۵) شکاری جانور اس کو زخمی بھی کر لے۔
پہلے چار میں تمام ائمہ متفق ہیں آخری میں امام صاحب منفرد ہیں۔
﴿وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ﴾
امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ اس طعام سے مراد ذبح ہے۔ روح المعانی میں ہے کہ اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں (۱) جن کے عقیدے وہی ہوں جو اہل کتاب کے تھے۔
(۲) ذبح اللہ کے نام پر ہو۔ مثلاً اگر یہود باسم موسیٰ یا نصرانی باسم عیسیٰ کہے تو حلال اور جائز نہ ہوگا۔
٦۔﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ ﴾
ربط: یہ ہے کہ طہارت کی دو قسمیں ہیں۔(۱) طہارت باطنی (۲) طہارت ظاہری،
باطنی جس کو ایمان کہتے ہیں ظاہری جس کو وضو کہتے ہیں پہلے طہارت باطنی کا ذکر تھا آگے طہارت ظاہری یعنی وضو کا ذکر ہے۔
٨۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾
ربط: بیان القرآن میں ہے کہ یہ تمہارے ظاہر معاملے تھے۔ دوسروں کے حقوق کو بھی ملحوظ رکھو گواہی دینی ہو تو صحیح گواہی دو۔
١١۔﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْۤا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ﴾
ربط: اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر تھا اسی مد میں ایک اور نعمت کا ذکر ہے وہ نعمت کیا تھی تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے مکہ کے مسلمانوں کے بارے میں کفار مشرکین مکہ نے مشورہ کیا کہ ان چند نفوس کو ختم کر دیں نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کئے کہ ان کے ارادے بدل گئے۔
١٢۔﴿وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ﴾
ربط: اوپر ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ لیا یہاں فرمایا کہ تمہارے میثاق کا وہ حشر نہ ہو جس طرح یہود نے میثاق کا حشر کیا۔
﴿وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ﴾
تفسیر کشاف میں ہے التعزیر بمعنی المنع والرد۔ یہ لفظی معنی ہے لیکن یہ ایسے موقعوں پر بولا جاتا ہے جس کی تعزیر مقصود ہو مطلب ہوگا کہ پیغمبر کی طرف غلط بات کی نسبت کو روکنا۔ شیخ الہند نے ترجمہ کیا ہے ''اور مدد

کروگے"

﴿ خَآئِنَةٍ﴾

(۱)صاحب کشاف کہتے ہیں کہ یہ مصدر ہے بمعنی خیانت کے (۲) خائنۃ صفت ہے موصوف اس کا محذوف ہے
نفس خائنة (۳) علی طائفة خائنة (۴) شخص کی صفت ہے علی شخص خائنۃ سوال ہوگا کہ شخص تو مذکر ہے اور خائنۃ
مؤنث ہے یہ صفت بنانا صحیح نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ خائنۃ میں تاء مبالغہ کیلئے ہے تانیث کیلئے نہیں۔
العفو ترک عقوبة المذنب الصفح ترک تثریبه۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ﴾

ربط: پہلے ذکر تھا یعقوبیہ کا وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کا حلول ہوا ہے اللہ تعالیٰ میں اور دو ایک بن گئے ہیں۔ یہاں سے
ان کا رد فرما رہے ہیں۔

۱۸۔﴿وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى نَحْنُ أَبْنَآءُ اللّٰهِ وَأَحِبَّآؤُهٗ﴾

ربط: اوپر نصاریٰ کا ذکر تھا آگے یہود اور نصاریٰ دونوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔

۱۹۔﴿يٰأَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا﴾

ربط: پہلے یہود کا اور نصاریٰ کا الگ الگ ذکر تھا۔ اب ایک ہی جگہ پر دونوں کا ذکر فرما رہے ہیں۔

اہل بدعت کا آپ ﷺ کے نور ہونے پر استدلال:

مبسوط اور باحوالہ بات تنقید متین اور اتمام البرہان میں دیکھو۔ اہل حق کا عقیدہ ہے کہ جتنے نبی آئے تمام
بشر، آدمی اور انسان تھے۔ اہل بدعت میں بعض غالی کہتے ہیں کہ بشر نہیں تھے۔ استدلال ان کا یہ ہے "قد جاء کم
من الله نور و کتاب مبین "واو مغایرت پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا نور سے مراد آپ ﷺ ہیں معلوم ہوا کہ آپ
ﷺ نور ہیں بشر نہیں جواب یہ ہے کہ نور سے یہ مراد لینا کہ بشر نہیں یہ باطل ہے نصوص قطعیہ کے خلاف ہے۔

دلائل اہل حق:

(۱) هل کنت الا بشرًا رسولاً (۲) قل انما انا بشر مثلکم.

یہاں قد جاء کم من الله نور و کتاب مبین کی دو تفسیریں ہیں جو ہر تفسیر میں موجود ہیں۔
(۱) نور سے مراد قرآن ہے کتاب مبین عطف تفسیری ہے سیاق وسباق سے یہی معلوم ہوتا ہے۔
قرینہ (۱) یهدی به۔ (۲) آپ نے ابھی پڑھا و انزلنا الیکم نورًا مبینًا۔ اس سے مراد قطعی طور پر قرآن ہے۔
(۳) و اتبعوا النور الذی انزل معه ' ایک مقام پر ہے۔ (۴) والنور الذی انزلناه فاٰمنوا بالله ورسوله۔ ان تمام
مقامات پر نور سے مراد کتاب ہے۔ سورۃ شوریٰ میں ہے ما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان ولکن جعلناه
نورًا انا انزلنا التوراة فیها هدًی ونورٌ.

(۲) تفسیر ثانی روح المعانی، جلالین وغیرہ میں ہے کہ نور سے مراد آپ ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ ذات
آپ ﷺ کی بشر، صفت آپ ﷺ کی نور ہے جنس کے لحاظ سے بشر اور وصف کے لحاظ سے نور ہیں۔
علامہ آلوسی فرماتے ہیں آپ ﷺ نور ہیں پھر بعد میں فرماتے ہیں ای آدمی" اسی طرح جلالین والے فرماتے
ہیں۔

علامہ آلوسی تو فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ حضور ﷺ بشر ہیں یا غیر بشر وہ آدمی کافر ہے کیونکہ اس نے ضروریات دین کا انکار کیا۔

سوال: حضور ﷺ اگر بشر ہوتے تو آپ ﷺ کا ضرور سایہ ہوتا؟

جواب: آپ ﷺ کا سایہ تھا جن روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا ان کا راوی عبدالرحمٰن کذاب، ضعیف، واضع الحدیث ہے۔

۲۰۔﴿وَاِذْ قَالَ مُوسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ﴾

ربط: سبق الغایات، بیان القرآن میں یہ ربط بیان کیا ہے۔ اوپر یہود و نصاریٰ کا ذکر تھا اور ان کی نافرمانیوں کا۔ یہاں فرمایا کہ دور حاضر کے یہودیوں نے اگر حضور ﷺ کی نافرمانی کی تو یہ کوئی بعید بات نہیں اس سے آپ ﷺ غمگین نہ ہوں کیونکہ ان کے بڑے بھی تو ایسے نافرمان تھے۔

﴿یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ﴾

ارض مقدسہ میں شام، فلسطین، اُردن، اسرائیل کا علاقہ اور لیبیا کا کچھ حصہ بھی تھا۔ اس سارے کو شام بھی کہتے تھے۔

۲۱۔﴿وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰی اَدْبَارِكُمْ﴾

موسیٰؑ نے بارہ ادمی بھیجے کہ حالات کا جائزہ لے لو قوم عمالقہ کے حالات میرے اور ہارونؑ کے سامنے بیان کرو اور کسی کے سامنے بیان نہ کرو۔ یوشع بن نون اور کالب بن یوحنا وعدے پر پورے اترے۔ باقی دس نے قوم کو بتایا کہ وہ بڑے تنومند ہیں، اس سے قوم کا حوصلہ ختم ہوگیا۔

۲۴۔﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا﴾

مسلم شریف میں ہے کہ اوس کے سردار بولے خدا کی قسم اگر آپؐ ہم کو حکم دیدیں تو ہم سمندر میں اپنے گھوڑوں کو ڈالتے ہیں۔

۲۷۔﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ یہود اور نصاریٰ نے کہا کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں فرمایا کہ آدمؑ کا صلبی بیٹا تھا لیکن نافرمان تھا اپنا باپ اس کو نہ بچا اور چھڑا سکا تو تم کو کیا چھڑائے گا؟

**قابیل مؤمن تھا یا کافر:**

مسئلہ: قابیل جو جہنم میں گیا کفر کی وجہ سے یا نافرمانی کی وجہ سے۔

علامہ آلوسیؒ نے لکھا کہ بیسویں پارہ کی آیت ارنا الذین اضلانا من الجن والانس کے ضمن میں اور حضرت تھانویؒ نے بھی لکھا ہے کہ قابیل مومن گناہ گار تھا کافر نہ تھا گناہ کی وجہ سے جہنم گیا۔

(اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ)

ڈاکوؤں کی سزائیں چار ہیں:

(۱) ڈاکہ ڈالا اور آدمی بھی قتل کیا اس کی سزا قتل ہے۔

(۲) مال بھی لیا اور قتل بھی کیا اس کی سزا ہے سولی پر لٹکانا۔

(۳) مال لیا قتل نہیں کیا دایاں ہاتھ یا بایاں پیر کاٹا جائیگا۔

(۴) نہ مال لیا اور نہ قتل کیا۔ اس میں اختلاف ہے
ینفون من الارض۔ امام صاحب کے نزدیک اس سے قید مراد ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک جلاوطنی مراد ہے۔
٣٤۔ ﴿إِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ﴾
علامہ سیوطیؒ نے نقل کیا ہے کہ ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا اور ان پر قدرت نہیں پائی گئی تھی کہ انہوں نے توبہ کرلی۔ اس توبہ کی وجہ سے حقوق اللہ ساقط ہوجائیں گے یعنی حد ساقط ہوجائے گی لیکن حقوق العباد دینا پڑیں گے۔ قتل کیا تھا تو قتل کیا جائیگا، مال لیا ہو تو مال دینا پڑے گا۔
٣٥۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾
**وسیلہ کی اقسام اور ہر قسم کا حکم:**
ربط: اوپر جرائم کا ذکر تھا آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم جرائم سے بچو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔
مسئلہ: اگر کوئی آدمی یوں کہہ دے کہ بوسیلہ محمد رسول اللہ ﷺ میرا یہ کام کردے یا بحرمت فلاں یا فلاں کی برکت، یا طفیل سے میرا یہ کام کردے اس کو توسل کہتے ہیں توسل نہ مطلقاً جائز ہے اور نہ مطلقاً ناجائز ہے۔
اس کی تین شقیں ہیں:
(۱) اگر وسیلہ پکڑنے والا اس کو حاضر و ناظر سمجھتا ہو تو یہ کفر اور شرک ہے۔ (۲) اگر اس کو یہ اعتبار نہیں تو مکروہ ہے۔
(۳) اگر وہ جانتا ہے کہ حاضر و ناظر کچھ نہیں صرف اس لئے کہ مجھے اس پر ایمان ہے اس کے ساتھ محبت ہے تو اس بنا، پر نیک آدمیوں کا نام لیکر دعا کرنا جائز ہے کسی کا اس میں اختلاف نہیں۔
یہ خلاصہ سیوطیؒ نے آخر میں بیان فرمایا ہے وبه اقول والله اعلم بالصواب
٣٨۔ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا﴾
ربط: اوپر ڈاکے کا ذکر تھا اب چوری کا ذکر ہے ڈاکہ اعلانیہ طور پر ہوتا ہے چوری خفیہ طور پر ہوتی ہے۔
**اعتراض:**
اعتراض یہ ہے کہ ایک طرف اسلام یہ کہتا ہے کہ اگر کسی کا ہاتھ کاٹو تو پچاس اونٹ دیت ہے اور ایک طرف دس درھم چراؤ تو ہاتھ کاٹ دیتے ہیں؟
جواب: اس کا جواب علامہ آلوسیؒ نے دیا ہے کہ مُلحد تم نے حق و باطل کو گڈمڈ کردیا" لما كانت أمينة كانت ثمينة فلما خانت هانت"
٤١۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ﴾
ربط: پہلے ذکر تھا ڈاکے کا پھر چوری کا اب یہاں سے آگے زنا کا بیان ہے۔
**شان نزول:**
یہ ہے کہ خیبر میں ایک مرد عورت نے زنا کیا۔ یہودیوں نے ایک وفد آپ ﷺ کے پاس بھیجا ان کو کہا کہ ہماری شریعت سخت ہے آپ ﷺ کا فیصلہ سن لیں اگر وہ بھی رجم کا حکم دیں تو نہ مانو اگر اور کوئی حکم دے دیں رجم کے علاوہ تو اس کو مان لو۔ آپ ﷺ کے پاس جب آئے تو آپ ﷺ نے ان کے عالم عبداللہ بن صوریہ کو بلایا اور تورات دے دی کہ اس میں زنا کا حکم سنا دے۔ اس نے تورات کی اس عبارت پر ہاتھ رکھا جہاں زنا کا حکم رجم مذکور تھا۔

اورآگے پیچھے عبارت پڑھی حضرت عبداللہ بن سلامؓ چونکہ تورات کے ماہر عالم تھےانہوں نے فرمایا کہ کذب عدو اللہ اس جگہ کوچھوڑ دیا جب اس آیت کو پڑھا تو عبداللہ بن صور یہ بڑا ذلیل ہوا۔

﴿ لِلسُّحْتِ﴾

ایسے آدمی کورقم دینا جو فیصلہ کا مجاز نہیں اس کو رشوت کہتے ہیں اوراگر فیصلے کا مجاز ہوتو اس کوسحت کہتے ہیں۔

٤٤۔﴿ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ﴾

اس میں دوتفسیریں ہیں (١) الذین اسلمو ا یہ قید اتفاقی ہے کیونکہ سارے انبیاء فرمانبردار تھے

(٢) الذین اسلمو ا یہ قید احترازی ہے جھوٹے نبی کونکالنے کیلئے جیسا کہ آج جھوٹے نبی ہیں اسی طرح اس وقت بھی جھوٹے نبی ہوتے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾

اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سارے جج وغیرہ تو کافر ہیں جوموافق حکم قرآن فیصلہ نہیں کرتے اس کے جوابات

(١) یحکم بمعنی یصدق کہ جس نے تصدیق نہیں کی وہ یقیناً کافر ہیں۔

(٢) ما میں وضع کے لحاظ سے عموم نہیں استعمال کے لحاظ سے عموم ہے۔

(٣) علامہ آلوسیؒ نے من لم یحکم بمعنی من لم یقض لیا ہے۔ ای من لم یقض بما انزل اللّٰہ فھو کافر.

٤٧۔﴿وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ﴾

## انجیل کے منسوخ نہ ہونے پرایک پادری کااس آیت سے استدلال:

ہمارادعویٰ ہے کہ قرآن ناسخ اور باقی ساری آسمانی کتابیں منسوخ ہیں۔ پادری کہتے ہیں کہ تمہارا یہ دعویٰ غلط ہے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انجیل کے بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کرتے ہیں کہ اس پر بھی تم فیصلہ کرو لہٰذا منسوخ نہیں۔

جواب: مولانا رحمت اللہ کرانویؒ نے اس کا بہترین جواب دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انجیل یوحنا میں تصریح ہے کہ عیسیٰؑ نے حواریوں سے فرمایا کہ میں جاتا ہوں دنیا کا سردار آجائیگا۔ اس کی بات ماننا جوخوبیاں اللہ نے اسے دی ہیں وہ مجھ میں نہیں اس کا بیان ''عیسائیت کا پس منظر'' میں دیکھو۔

توجواب یوں دیا کہ ان (عیسائیوں) کوحکم ہے کہ قرآن کو مانو جس نے قرآن نہیں مانا اس نے انجیل نہیں مانی۔

٥١۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا﴾

ربط: پچھلے رکوع میں آپ نے پڑھا۔

﴿لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء﴾

## قلبی تعلق رکھنے میں تمام کفار کاایک ہی حکم ہے:

کہ یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ اس سے بطور مفہوم کے بظاہر یہ سمجھ آتا ہے کہ اور کافروں کو دوست بناؤ یہود ونصاریٰ کو نہ بناؤ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اور کافر بھی اسی حکم میں ہے ''یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا الذین اتخذوا دینکم ھزوا ولعبا من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم والکفار اولیاء'' کیوں؟ وجہ اور علت بتائی کہ انہوں نے تمہارے دین کو مسخرہ اور کھیل بنایا ہے۔

اب آگے اس کی ایک مثال ہے۔'' واذا نادیتم الی الصلوۃ اتخذوھا ھزوا ولعبا'' کہ جب تم اذان دیتے ہو تو یہ نقلیں اتارتے ہیں کہ حی علی الصلوۃ ،حی علی الفلاح

۵۹۔ ﴿ھل تنقمون منا﴾

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں نقم ینقم (ض) کے معنی عیب لگانا یعنی ھل تنقمون منا ای ھل تعیبون منا۔
اورامام رازیؒ فرماتے ہیں کہ نقم ینقم کے معنی انکر وہ معنی کرتے ہیں ھل تنقمون منا ای ھل تنکرون منا۔
لغت میں دونوں آتے ہیں۔

۶۰۔ ﴿قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِنْ ذٰلِكَ مَثُوبَةً عِنْدَ اللّٰهِ﴾

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس سے بھی بُری بات نہ بتاؤں یعنی تم جو ہماری نماز کی نقل اتارتے ہو کہ کبھی ہم رکوع میں ہیں اور کبھی سجدے میں اس سے بری چیز نہ بتاؤں کہ تم میں سے چھوٹوں کو بندر اور بوڑھوں کو خنزیر بنایا گیا یہ حضرت داؤدعلیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ کچھ بات پہلے پارے میں گزری۔ مزید بات نویں پارے میں آئیگی۔

﴿وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ﴾

طاغوت کے بارے میں امام جعفرؒ کا فرمان:

اور وہ ہیں جنہوں نے طاغوت کی عبادت کی۔ طاغوت کے بارے میں امام جعفرؒ نے فرمایا ہے الطاغوت کل مایشغلک عن الحق فھو طاغوت یعنی جو چیز تمہیں حق سے روکے وہ طاغوت ہے۔ اس میں شیطان بھی ہے، مال بھی ہے، اولاد بھی ہے۔

٦٤۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ اَيْدِيهِمْ وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾

یہود کا ایک اور شوشہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ واقرضوا اللّٰہ قرضًا حسنًا تو یہود نے کہہ دیا کہ اللہ کے ہاتھ اب بند ہو چکے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اب فقیر ہو گئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا غلت ایدیھم انہیں کے ہاتھ بندھے گئے اور لعنت کئے گئے بسبب انکے کہنے کے۔ بما قالوا میں ما مصدر یہ ہے تو معنی ہوگا ای بقولھم اور اگر موصولہ ہو تو عائد محذوف ہوگا ای بما قالوا بہ۔

﴿بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ﴾

اس میں متقدمین اور متاخرین کا اختلاف ہے، متقدمین فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر ایمان ضروری ہے اور یداہ مبسوطتان کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہیں یعنی حقیقت پر محمول ہے البتہ اسکی کیفیت معلوم نہیں اسی طرح استوی علی العرش بھی ہے۔
متاخرین ان جیسی صفات کو حقیقت پر محمول نہیں کرتے۔

۶۴۔ ﴿وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ﴾

سوال: یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں فرمایا کہ یہ کتاب ان کو زیادہ کرے گی سرکشی میں اور کفر میں حالانکہ یہ کتاب تو ہدایت ہے شفاء لمافی الصدور ہے، یہ ان کی سرکشی کو کیوں بڑھائے گی؟
جواب: مفسرینؒ نے اپنے علم کے مطابق اس کے جوابات دیئے ہیں لیکن ان میں سے زیادہ مختصر جواب وہ ہے جو شیخ سعدیؒ نے دیا ہے کہ

باراں کہ در لطافت طبعش اوخلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم وخس

کہ بارش اگر اچھی جگہ پر برستی ہے تو اچھی اچھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور اگر خراب جگہ برستی ہے تو خراب اور بے کار چیزیں پیدا ہوتی ہیں جن کے لوگ نام بھی گندے رکھتے ہیں۔ کہ جیسا وہ حسی بارش ہے ایسا ہی قرآن ہے کہ اچھے دلوں پر اترے تو زادتھم ایمانا۔ اور جب برے دلوں پر اترتا ہے تو زیادہ کرتا ہے ان کے طغیان اور کفر کو۔

٦٦۔﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَا اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾

## پادریوں کا اس آیت سے استدلال:

اس آیت مبارکہ سے پادری لوگ استدلال کرتے ہیں کہ تم کہتے ہو کہ تورات اور انجیل منسوخ ہو چکی ہیں حالانکہ تمہارے قرآن میں ہے " ولو انھم اقاموا التورٰۃ والانجیل الخ" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منسوخ نہیں اگر منسوخ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ یوں نہ فرماتے؟

جواب: تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کے آنے کی بشارت ہے اگر انہوں (اہل کتاب) نے آپ ﷺ کو نہیں مانا تو تورات اور انجیل کو قائم نہیں کیا۔

٦٧۔﴿يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ﴾

ربط: تفسیر بیان القرآن میں یہ ربط ہے کہ پہلے رکوع کے آخر میں یہ گزرا " وکثیر منھم ساء ما یعملون" کہ اکثریت انکی برے کام کرنے والی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب اکثریت بروں کی ہو تو تبلیغ کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ اکثریت سے نہ گھبرائیں بلکہ پہنچائیں جو حکم رب کی طرف سے ہے اور اگر ایسا نہ کیا بالفرض تو آپ نے خدا کا پیغام نہیں پہنچایا۔

٦٧۔﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ" آپ ﷺ کا پہرہ دیتے تھے۔ ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص آپ کے خیمہ کے باہر پہرہ دے رہے تھے۔ یہ آیت نازل ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلے جاؤ گھر میری حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے لیا۔

## حضرت علیؓ کو وصی ثابت کرنے پر شیعوں کا اس آیت سے استدلال:

اس آیت میں شیعہ نے تحریف کی ہے کہ " یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک فی علی" حضرت علیؓ کے بارے میں حکم ہے کہ وہ تیرا وصی ہوگا اس کو پہنچا دو"۔ اور اس کثرت کے ساتھ یہاں روایتیں پیش کی ہیں کہ ایک عام آدمی کو مغالطہ ہوتا ہے کہ یہ متواتر ہیں۔

میری دانش کے مطابق اس کی جتنی تردید حضرت تھانویؒ نے اپنے عربی کے حاشیے میں کی ہے اتنی تردید ہم نے کسی کتاب میں نہیں دیکھی ان تمام روایتوں کو جمع کر کے ان پر بحث کی ہے کہ فلاں روایت میں راوی رافضی ہے فلاں میں ضعیف ہے وغیرہ۔

٦٩۔﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى﴾

اس میں فرمایا کہ ایمان کا دروازہ ہر ایک کیلئے کھلا ہے۔ الذین امنوا اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ آگے فرمایا من امن باللہ اور پہلے بھی فرمایا ان الذین امنو: یہ تحصیل حاصل ہے؟

جواب اس کا یہ ہے کہ بعض اس کا معنی کرتے ہیں ای ان الذین امنوا بالانبیاء من قبلک
اور بعض دوسرے معنی کرتے ہیں ان الذین امنوا ای اظھروا الایمان بالسنتھم۔
والذین ھادوا ابتدا ہے والصابوٴن اس پر عطف ہے۔ کیونکہ الذین امنوا یہ اسم ہے انّ کا۔ اگر الصابئون کو انّ کا اسم بناتے تو الصابئین ہوتا الصابئون نہ ہوتا۔ من امن باللہ یہ خبر ہے۔

٧٢۔ ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾

ربط: اوپر یہود کا ذکر بھی تھا اور نصاریٰ کا بھی اب آگے نصاریٰ کے دو گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک یعقوبیہ اور دوسرا ملکائیہ۔ لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم الخ میں یعقوبیہ کا ذکر ہے۔ اور لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلثۃ الخ میں ملکائیہ کا ذکر ہے۔

٧٥۔ ﴿كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ﴾

یہ جملہ مختصر ہے لیکن تشریح طلب ہے۔ کہ دونوں کھانا کھاتے تھے اور ظاہر بات ہے جو کھاتا ہے وہ اس عالم میں بہت سی چیزوں کا محتاج ہوتا ہے۔ زمین کا محتاج ہوگا کہ اسمیں اس کی فصل لگے، پانی کا محتاج ہوگا کہ فصل کو لگے، ہوا کا محتاج ہوگا تا کہ اس کی فصل کو لگے۔ سورج کی کرنوں کا محتاج ہوگا۔ تا کہ اس کی فصل پکے اسی طرح چاند اور ستاروں کی روشنی کا محتاج ہوگا تا کہ پھلوں میں مٹھاس پیدا ہو۔ قضا حاجت کی ضرورت اسکو ہوگی۔ اتنی چیزوں کا محتاج کیسے الٰہ اور خدا بن سکتا ہے۔

﴿اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾

ایک ہوتا ہے افک بکسر الھمزہ اس کا معنی ہے اقوی الکذب یعنی جھوٹ بہتان۔ اور ایک ہے افک بفتح الھمزہ اس کے معنی ہے الصرف پھیرنا۔ یہاں افک بفتح الھمزہ ہے ای یصرفون

٧٨۔ ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾

ربط: اوپر یہود اور نصاریٰ کا ذکر تھا آگے بھی انہی کا ذکر ہے۔

﴿وَإِذَا سَمِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰى أَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ﴾

۸۷۔ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ﴾

ربط: بیان القرآن میں ہے پہلے لفظ تھا رھبان، پارہ ۲۷ میں ہے ''ورھبانیۃ ابتدعوھا ماکتبنا ھا علیھم'' انہوں نے خود رہبانیت گھڑی تھی آگے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو فرمایا کہ تم حلال چیزوں کو رہبانوں کی طرح حرام مت سمجھو۔

۸۹ ﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ أَيْمَانِكُمْ﴾

ربط: پہلے تھا کہ حلال چیزوں کو حرام مت کرو اب آگے فرمایا کہ کبھی چیز حلال ہوتی ہے انسان قسم اٹھا کر اپنے اوپر حرام کر دیتا ہے اس کو بیان فرمایا۔

۹۰۔ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾

ربط: پہلے تھا کہ حلال چیزوں کو حرام مت سمجھو اب آگے فرمایا کہ حرام چیزوں کو حلال مت سمجھو۔

۹۳۔ ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾

ربط: شراب کی حرمت جب نازل ہوئی تو بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ جو لوگ پہلے شراب پیتے تھے ان کا کیا ہوگا آخر ۳ھ تک تو شراب حلال تھی، وہ جو پہلے ہم نے پی ہے اس کا کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کچھ نہ ہوگا۔

شراب اتنی جلدی چھوٹتی نہیں اس لئے حق تعالیٰ نے بار بار فرمایا ''اذا ما اتقوا و آمنوا و عملوا الصلحت ثم اتقو و آمنوا ثم اتقوا و احسنوا''

۹۴۔ ﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ﴾

ربط: اوپر ان چیزوں کا ذکر تھا جو ہمیشہ کیلئے حرام ہیں اب ان چیزوں کا ذکر ہے جو عارضی اور وقتی طور پر حرام ہیں۔

۹۵۔ ﴿وَمَنْ قَتَلَهُ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ﴾

روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ متعمدًا کی قید سے مراد یہ نہیں کہ خطاء یا نسیانا قتل کیا تو جزا نہیں بلکہ جزا اس صورت میں بھی ہے اب یہ قید کیوں لگائی؟ اس لئے لگائی ہے کہ دیدہ دانستہ ایسا کرنے میں یہ جزا فعل ہے، اور خطاء و نسیان کی صورت میں جزا محل ہے۔

۹۶۔ ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ﴾

اوپر فرمایا کہ تمہارے لئے شکار حرام ہے لیکن خشکی کا حرام ہے آگے فرمایا کہ سمندر کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔

۹۷۔ ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾

ربط: اوپر کعبہ کا ذکر تھا اب اس کی عظمت بیان کرتے ہیں۔

﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾

قیام یہ مفعول ثانی ہے، قیاما کا کیا معنی؟ ایک معنی بیان کرتے ہیں کہ لوگ اسکی طرف نماز پڑھتے ہیں ادھر سے بھی ادھر سے بھی چاروں طرف سے۔

دوسرا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ وہاں جمع ہو کر افعال حج یا مسلمانوں کے جو معاملات ہیں ان پر غور کریں کہ کیسے ہم اسکو قائم کریں۔۔

دنیا کی موجودگی کعبہ پر موقوف ہے:
تیسرا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ جب تک کعبہ موجود ہے تو دنیا موجود ہے۔
بخاری شریف میں ایک روایت آتی ہے کہ آخری وقت میں حبشہ کا ایک بادشاہ ہوگا ٹیڑھی ٹیڑھی اس کی ٹانگیں ہونگی کالا رنگ ہوگا وہ فوج لے کر جائے گا اور کعبہ کے پتھروں کو اکھیڑے گا کانی بہ اسود افحج یقلعھا حجرًا حجرًا اس وقت اللہ تعالیٰ حضرت اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیں گے بگل بجاؤ۔ مطلب یہ ہے کہ جب کعبہ ہے تو دنیا ہے کعبہ نہیں تو دنیا بھی نہیں ہوگی۔

۱۰۰۔﴿قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَالطَّیِّبُ﴾
ربط: پہلے ان حلال اور حرام کا بیان تھا جو وقتی طور پر حرام ہیں اور جو دائمی طور پر حرام ہیں آگے بیان فرمایا کہ کسی خبیث چیز کی کثرت سے مرعوب نہ ہو۔

۱۰۱۔﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ﴾
ربط: اوپر ان چیزوں کا ذکر تھا جو حسی طور پر حرام تھیں اب ان چیزوں کا بیان ہے جو معنوی طور پر حرام ہیں۔ حسی طور پر جو حرام ہے مثلاً شراب اور معنوی طور پر جو حرام ہے مثلاً ان اشیاء کے بارے میں سوال مت کرنا جن کے بارے میں سوال کرنا درست نہیں۔

**بے جا سوال کرنے سے ممانعت:**
شان نزول: تفسیر ابن کثیر، معالم التنزیل، درمنثور وغیرہ میں ہے کہ آپ ﷺ وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے اٹھ کر کہا "من ابی" کہ میرا باپ کون ہے؟ اب اس کا کیا تعلق ہے آپ تو دین کی باتیں بیان کر رہے تھے ایک شخص نے سوال کیا کہ میری بیوی حاملہ ہے مجھے بتائیں کہ وہ لڑکا جنے گی یا لڑکی؟ ایک شخص نے آکر کہا کہ مجھے یہ بتائیں کہ قیامت کب آئے گی؟ ایک شخص ابن نعید نامی کہتا ہے "این ناقتی" "میری اونٹنی کہاں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے کیا معلوم کہ تیری اونٹنی کہاں ہے۔ ایک شخص نے کہا ما فی بطن ناقتی آپ ﷺ تو خاموش ہو گئے ایک نوجوان صحابی سلمہ ابن سلامہ ابن وقش انہوں نے کہا کہ تو نے اونٹنی سے بدفعلی کی ہے اس میں تیرا نطفہ ہے اس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے سلمہ تو نے فحش گوئی کی ہے اللہ تعالیٰ فحش گوئی کو پسند نہیں فرماتا۔ تو صحابی کا کہنا جواب نہ تھا بلکہ چپ کروانا اور ناراضگی کا اظہار کرنا مقصود تھا۔

۱۰۳۔﴿مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ﴾
**سائبہ، بحیرۃ، وصیلہ، حام کونسے جانور ہیں؟**
ربط: پہلے ان چیزوں کا بیان تھا جو رب نے حرام کی تھیں اب ان چیزوں کا بیان ہے جو لوگوں نے خود حرام کی ہیں۔
بخاری کتاب التفسیر میں سعید ابن مسیب کی تفسیر ہے کہ
بحیرہ: اس جانور کو کہتے ہیں جس کا دودھ غیر اللہ کے نام پر وقف ہو وہ گائے ہو یا بکری ہو۔
سائبہ: کہتے ہیں اس جانور کو جو غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے۔
وصیلہ: ایسے مادہ جانور کو کہتے ہیں جو مسلسل دو دفعہ مادہ جن چکی ہو ایسی اونٹنی کی نسل جو آگے چلتی اس کو بتوں کے نام وقف کر دیتے

حام: وہ جانور جو ایک خاص مقدار تک جفتی کر چکا ہو۔

جب آدمی خود ہدایت پر ہو تو دوسرے کی گمراہی کب نقصان دہ نہیں؟

۱۰۵۔ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۝﴾

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کسی نے سوال کیا کہ اس آیت سے بظاہر میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک آدمی خود ہدایت پر ہے تو دوسروں کے گمراہ ہونے کا وبال اس پر نہیں ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ امر بالمعروف او نہی عن المنکر کی ضرورت نہیں ہے جب تم ہدایت پر ہو۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ تو نے غلط سمجھا جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتا وہ اهتديتم کا مصداق کیسے بنا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو ضرر نہیں دیتا۔

اور یہی روایت نقل کی ہے سیوطیؒ نے ابو ثعلبہ خشنیؓ سے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت تم نیکی کا حکم نہ کرو برائی سے نہ روکو۔ جب تم دیکھو کہ نیکی کا حکم نہیں کرتے برائی سے نہیں روکتے دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور ہر آدمی اپنی رائے پر گھمنڈ رکھتا ہے اپنے نفس کو ایسے موقع پر بچاتا ہے۔

۱۰۶۔ ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾

حالت سفر میں اپنے مال کے بارے میں وصیت کرنا:

ربط: شان نزول:

ایک سفر میں تین آدمی تھے ایک بدیل ابن ورقا یہ مسلمان تھا ان کے دو ساتھی تھے یہ نصرانی تھے اس وقت، بعد میں مسلمان ہوئے۔ ایک تمیم داری دوسرا عدی بن بدّاء۔ بدیل ابن ورقا، بیمار تھا یہی دو ساتھی اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنے مال کی فہرست بنا کر سامان میں رکھ دی اور دونوں ساتھیوں سے کہا کہ میرا یہ مال میرے وارثوں کو پہنچا دینا ان دونوں نے مال تو پہنچا دیا لیکن میت کے وارثوں نے جب فہرست سے سامان کا میلان کیا تو اس میں ایک چاندی کا جام غائب پایا، اس جام پر سونے کا کام بھی تھا؛ انہوں نے اس جام کا تقاضا کیا اور معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا، آپ ﷺ نے تمیم اور عدی کو قسم دلائی ان دونوں نے قسم کھائی کہ اس جام کا نہ ہمیں پتہ ہے اور نہ ہم نے چھپایا ہے اس کے بعد وہ جام مکہ معظمہ میں کسی تاجر کے پاس مل گیا، تاجر سے پوچھا گیا کہ یہ جام تمہارے پاس کہاں سے آیا، تاجر نے کہا کہ میں نے تمیم اور عدی سے خریدا ہے اسکے بعد بدیل کے دو اولیاء کھڑے ہوئے اور انہوں نے قسم کھائی کہ اللہ کی قسم ہماری گواہی ان دونوں کی گواہی کی بنسبت درست ہے اور یہ جام ہمارے آدمی کا ہے ان لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

۱۰۹۔ ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا إِنَّكَ أَنتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾

ربط: اوپر الی اللہ مرجعکم جمیعا میں قیامت کا ذکر تھا آگے بھی قیامت کا ذکر ہے کہ جس دن اللہ تبارک وتعالیٰ رسولوں سے سوال کرے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا۔ اور لوگوں سے سوال ہوگا ماذا اجبتم المرسلین: یعنی ان سے یہ سوال ہوگا کہ تم نے کیا جواب دیا اور پیغمبروں سے سوال ہوگا کہ تم ہیں کیا جواب دیا گیا۔

## قیامت کے دن پیغمبروں کا لا علم لنا کہنے کا مطلب

﴿ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ﴾

یہاں پر کافی بحث ہے کہ پیغمبروں کو کچھ نہ کچھ علم تو ہوتا ہے تو لا علم لنا کیوں کہا؟
تفسیر روح المعانی بیضاوی، مظہری، ابوسعود، مدارک وغیرہ تمام تفسیروں میں آپ کو ملے گا کہ حسن بصریؒ مجاہدؒ یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ قیامت کا دن بڑا ہولناک دن ہوگا، اس ہولنا کی کی وجہ سے پیغمبروں کے ہوش وحواس خطا ہوں گے اور کہیں گے لا علم لنا۔
لیکن اس تفسیر کا علامہ رازیؒ نے کبیر میں علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی میں رد کیا ہے اسلئے کہ آگے قرآن میں آتا ہے "لا یحزنھم الفزع الاکبر" کہ مومنوں کو بھی گھبراہٹ نہ ہوگی تو پیغمبروں کو کیا گھبراہٹ ہوگی۔
دوسری تفسیر روح المعانی تفسیر کبیر اور احکام القرآن وغیرہ میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ لا علم لنا کا مطلب یہ ہے کہ اے پروردگار تیرے علم محیط اور علم تفصیلی کے مقابلے میں ہمارا علم کوئی علم نہیں ہے۔
تیسری تفسیر ابن جریج فرماتے ہیں کہ لا علم لنا کا مطلب یہ ہے کہ ہم جب تک قوم میں تھے تو ظاہری طور پر ان کی عادات کو جانتے تھے ہمارے بعد انہوں نے کیا کیا اس کو نہیں جانتے۔

۱۱۰۔ ﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ﴾

کشاف والے کہتے ہیں کہ فیھا میں ھا ضمیر راجع ہے کاف تشبیہ کی طرف اور کھیئۃ میں کاف بمعنی مثل کے ہے پھر کہتے ہیں کہ مثل کا لفظ تو مذکر ہے اور ھا ضمیر مونث ہے تو جواب دیتے ہیں کہ مثل ہے تو مذکر لیکن اس نے اکتساب تانیث کیا ہے ھیئۃ کے لفظ سے جو کہ مضاف الیہ ہے اور تیسرے پارے میں ضمیر مذکر ہے اور راجع ہے لفظ مثل کی طرف وہاں لفظ مثل نے اکتساب تانیث نہیں کیا ہے اور یہ اکتساب کوئی واجب نہیں بلکہ جائز ہے۔ جیسے حسنت جمیع خصالہ میں اب حسنت تو مونث کا صیغہ ہے اور جمیع مذکر ہے لیکن کہتے ہیں کہ جمیع نے خصال سے جو کہ خصلۃ" کی جمع ہے اکتساب تانیث کیا ہے اور یہ اکتساب ضروری ہے۔

۱۱۱۔ ﴿وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ﴾

اب یہاں اوحیت کا کیا معنی کیونکہ حواری پیغمبر تو تھے نہیں تو یہ لفظ بھی ملیں گے۔ اذ اوحیت وحی منام اوحی الہام۔
اور دوسری تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وحی کی ہم نے تیرے ذریعے حواریوں کی طرف۔

۱۱۴۔ ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا﴾

اس میں اولنا اور اخرنا سے مراد کون ہیں؟
ایک تفسیر یہ ہے کہ بنی اسرائیل کا پہلا طبقہ جو تھا موسیٰ کے زمانہ میں ان پر اللہ تعالیٰ نے من اور سلویٰ نازل کیا تھا "انزلنا علیھم المن والسلوی" اب ان کے آخری زمانہ میں ہمیں مائدہ ملے۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ ہمارے پہلوں کیلئے اور پچھلوں کیلئے پہلوں سے مراد ہم ہیں ہم پر مائدہ اتاریں ہم کھائیں اور قیامت تک ہمارے جو پیروکار آئیں گے ان کیلئے خوشی یہ ہوگی کہ ہمارے بڑوں پر مائدہ اترا۔

۱۱۵ ﴿فَإِنِّیْ أُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهٗ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِیْنَ﴾
ترمذی،مسند احمد اور در منثور میں روایتیں ہیں کہ خبزا و لحما کہ اللہ نے گوشت وروٹی نازل فرمائی اور پابندی یہ لگائی کہ جو معذور ہیں وہ کھائیں اور جو غیر معذور ہیں وہ دیکھیں وہ نہ کھائیں لیکن انہوں نے بھی کھانا شروع کیا، اللہ نے ان کو سزا دی کہ بندر اور خنزیر بنایا۔
یہاں پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ فانی اعذبه...... لا اعذبه احدا من العالمین حالانکہ یہ سزا تو پہلے بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں لوگوں کو دی گئی تھی؟
جواب تفسیروں میں ملے گا کہ هذا فی زمانهم کہ ان کے زمانے میں یہ سزا کسی کو نہیں دی گئی۔
۱۱۶۔﴿وَإِذْ قَالَ اللّٰهُ یَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ أَأَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَأُمِّیَ إِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحَانَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ أَنْ أَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ إِنْ کُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا أَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ إِنَّکَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ﴾
ربط: پہلے رکوع میں حق اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں گنوائیں اب یہاں سے مقصد کو بیان کرتے ہیں۔
۱۱۸۔﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُکَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾

**خلفِ وعید، امکانِ کذب، اور امکانِ نظیر میں اہل حق کا مسلک:**

مبسوط بحث آپ کو تنقید متین، اتمام البرہان اور بانی دار العلوم دیوبند میں ملے گی اس مسئلے میں اختلاف ہے اور اسمیں تین عنوان ہیں ایک خلف وعید، ایک امکان کذب، ایک امکان نظیر۔
امکان کذب کا معنی کہ کیا حق تعالیٰ واقع کے خلاف جملہ بولنے پر قادر ہے یا نہیں اگر چہ نہ بولا ہے نہ بولتا ہے اور نہ بولیں گے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ قادر ہے۔ جبکہ معتزلہ، خوارج، روافض اور اہل بدعت کہتے ہیں کہ قادر نہیں ہے۔ خلف وعید مثلاً ابولہب کو دوزخ میں ڈالے گا اس میں تو کوئی شک نہیں اب کیا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ اس کو جنت میں داخل کردے۔ اہل حق کہتے ہیں کہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اگر اس کو جنت میں داخل کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ جبکہ یہ باطل فرقے کہتے ہیں کہ نہیں کرسکتا۔ اس کو متکلمین کی اصطلاح میں خلف وعید سے تعبیر کرتے ہیں تیسرا امکان نظیر ہے۔
اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کو جو اوصاف عطا فرمائے اور جو آپ ﷺ کو مناقب دیئے ایسا نہ کوئی پیدا ہوا نہ ہے اور نہ پیدا کرے گا۔ لیکن اگر پیدا کرنا چاہے تو اہل حق کہتے ہیں کہ کرسکتا ہے۔
جبکہ معتزلہ، روافض، خوارج اور زمانہ حال کے مبتدعین کہتے ہیں کہ نہیں کرسکتا۔ اس کو کہتے ہیں امکان نظیر کہ آپ ﷺ کی نظیر ممکن ہے یا نہیں۔
اسی مسئلہ پر کتاب لکھی ہے حضرت شیخ الہندؒ نے ''جهد المقل فی تنزیه المعز والمذل'' کے نام سے، میں نے اسی مسئلہ پر تنقید متین، اتمام البرہان اور بانی دار العلوم دیوبند میں دلائل قائم کئے ہیں۔

**پہلی دلیل:**

کہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ اور اس کی والدہ حضرت مریم کو معبود بنایا'' أ انت قلت للناس اتخذونی وامی الهین من دون الله''(۱۱)۔ کہ مشرک اور کافر ہونے میں کوئی شک ہے؟

عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اگر تو ان کو سزا دے تو تیرے بندے ہیں اور اگر تو انکو بخشے" **فانک انت العزیز الحکیم**" یہی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ قدرت بتلاتی ہے کہ اگر تو بخشنا چاہے تو بخش سکتا ہے سزا دیں تو تیرے بندے ہیں ان تغفر لھم اگر تو بخشنا چاہے ان کے ساتھ فرمایا نہ کہ اذا کے ساتھ **فانک انت العزیز الحکیم**.

دوسری دلیل:

سورۃ ابراہیم میں ہے حضرت ابراھیم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ بچا مجھے بھی اور میری اولاد کو بھی ان **نسعبد الاصنام** آگے فرمایا رب **اِنَّھُنَّ اضللن کثیرًا من الناس فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم**۔ معلوم ہوا کہ مشرک کا بخشنا رب کی قدرت میں ہے بخشے گا نہیں۔

دیکھئے یہ قرآن کریم اللہ نے آپ ﷺ کو دیا ہے چھینا نہیں آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہے **ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک** یعنی اگر ہم چاہیں تو یہ وحی آپ ﷺ سے چھین لیں "کر سکنا اور ہے اور کرنا اور ہے" کسی نے حضرت مجدد الف ثانیؒ سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ کسی نیک آدمی کو دوزخ میں ڈالنے پر قادر ہے؟

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا "اگر مارا بدوزخ فرستاد جائے اعتراض نیست" ہم نیکوں کو دوزخ میں ڈال دیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

# سورۃ الانعام

۱۔﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ. هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ﴾

ربط: پہلی سورۃ کا اخیر توحید پر ہوا تھا اور اس کی ابتدا توحید سے ہو رہی ہے۔

ایران میں جو ثنو یہ فرقہ مشہور ہے وہ کہتے ہیں کہ دو الٰہ ہیں ایک کا نام یزدان اور ایک کا نام اہرمن ہے خالق خیر یزدان ہے اور خالق شر اہرمن ہے یا بالفاظ دیگر کہتے ہیں کہ ایک نور ہے اور ایک ظلمت۔ اللہ نے فرمایا کہ نور بھی مخلوق ہے ظلمت بھی۔

٤۔﴿وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِیْنَ﴾

آیت کا معنی حسی بھی ہے اور معنوی بھی حسی آیت سے مراد ہے معجزہ اور معنوی سے مراد قرآن کریم کی آیتیں ہیں۔

٦۔﴿اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ﴾

ربط: پہلے ترغیب تھی اب ترہیب ہے۔

صراح، منتہی العرب، تاج العروس وغیرہ میں قرن کا معنی کیا ہے "طائفة من الناس" "لوگوں کا ایک گروہ جو ایک وقت میں ہو اور بعض نے اس کا معنی زمانہ کے بھی کئے ہیں۔

﴿مِدْرَارًا﴾ مدرارًا مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے مضراب دَرَّ یَدُرُّ (نصر ینصر) سے بمعنی کثرت سے بہنے والا

۱۱۔﴿قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ کم اھلکنا من قبلھم من قرن آگے فرمایا سیروا فی الارض کہ یہ لوگ کبھی یمن کو جاتے ہیں کبھی شام کو جاتے ہیں فرمایا چل پھر کر دیکھ لو کہ اس کا عذاب آیا ہے یا نہیں؟۔

١٤۔﴿قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِیًّا﴾

ربط: اوپر شرک کا رد تھا، مشرکین کا ایک وفد آپ ﷺ کے پاس آیا کہنے لگے ایسا کریں کہ صلح کریں۔ صلح میں یہ ہے کہ آپ ﷺ ہمارے الٰہوں کی پوجا کریں ہم آپ کے الٰہ کی پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "قل اغیر اللہ اتخذ ولیا" جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا اس کو چھوڑ کر اور کو الٰہ بناؤں مجھ سے اس چیز کی توقع نہ کرو مجھے تو یہ حکم ہے کہ جو مجھ پر وحی اتری وحی اترنے کے بعد سب سے پہلے میں اپنی گردن اللہ کے سامنے جھکاؤں اور مجھے حکم ہے ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ﴾ ﴿وَهُوَ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ﴾

وہ کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا، یہ قضیہ سالبہ ہے اور قضیہ سالبہ وجود موضوع کو نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کھاتا ہے، کھلایا نہیں جاتا بلکہ اس کیلئے طعام کی صفت ثابت نہیں۔

۲۱۔﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ﴾

## مشرک سے بڑا ظالم کوئی بھی نہیں:

ربط: اوپر شرک کا ذکر تھا اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ آگے فرماتا ہے کہ مشرک سے بڑا ظالم کوئی بھی نہیں۔ اس آیت کی دو تفسیریں مشہور ہیں: پہلی تفسیر علامہ سیوطیؒ نے کی ہے کہ اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر افتراء و جھوٹ باندھے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اور اس کی طرف اولاد کی نسبت کرتا ہے فرشتوں کو رب کی بیٹیاں اور

اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے تو عزیر علیہ السلام و مسیح علیہ السلام کو رب کے بیٹے بنا تا ہے یا اللہ کی آیات کو جھٹلا تا ہے اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے تو اس تفسیر کی رو سے اس کا مصداق ایک ہی گروہ ہے کام اس کے دو ہیں۔ایک اللہ پر افتراء باندھنا دوسرا اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا۔

حافظ ابن کثیرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہاں دو گروہ ہیں ایک طرف آپ ﷺ ہیں دوسری طرف مشرکین تو فرماتے ہیں کہ غور کرو اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھتا ہے کہتا ہے " اُوحی الی ولم یوح الیہ " کہ وحی مجھ پر اتری ہے اور اس پر اتری نہ ہو۔ تو اس سے بڑا ظالم کون ہے۔ اور اگر یہ شق نہیں کیونکہ میں محمد ﷺ سچا ہوں تو اس سے بڑا ظالم کون ہے۔ جس نے رب کی آیتوں کو جھٹلایا یعنی مشرکین۔

تو حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہاں دو گروہ ہیں ایک طرف آپ ﷺ ہیں اور ایک طرف مشرکین، آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر میں نے اللہ پر افتراء باندھا کہ میں نبی ہوں اور حقیقت میں نہ ہوں تو مجھ سے بڑا ظالم کون ہے اور اگر یہ شق باطل ہے اور یقیناً باطل ہے تو دوسری شق جس نے تکذیب کی اللہ کی آیتوں کی تو اس سے بڑا ظالم کون ہے؟

۲۳۔ ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ ........﴾

ایک معنی تو یہ کرتے ہیں لم تکن معذرتھم نہیں ہوگا عذر ان کا، دوسرا معنی شیخ الہندؒ کرتے ہیں کہ نہیں ہوگا فریب ان کا۔

۳۱۔ ﴿قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاءِ اللّٰهِ حَتّٰى إِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً﴾

ربط: اوپر قیامت کا ذکر تھا آگے بھی اسی قیامت کا ذکر ہے۔

۳۱۔ ﴿قَالُوْا يَا حَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا﴾

فرّط، یفرّط، باب تفعیل سے معنی ہے کوتاہی کرنا اور افرط، یفرط باب افعال سے معنی زیادتی کرنا۔ فیھا کے ضمیر کا مرجع کیا ہے۔ قرطبی، البحر المحیط اور کبیر وغیرہ میں ہے کہ اگر فی کو تعلیلیہ بناؤ تو ھا کی ضمیر راجع ہے الساعۃ کی طرف تو معنی ہوگا کہ ہم نے کوتاہی کی لاجل الساعۃ اور اگر فی کو ظرفیہ بناؤ تو ھا ضمیر راجع ہوگی اوپر حیاتنا الدنیا کی طرف معنی یہ ہوں گے ہائے افسوس ہم پر جو ہم نے کوتاہی کی اس دنیا کی زندگی میں۔

۳۲۔ ﴿قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ﴾

نحوی قاعدہ:

نحوی قاعدہ ہے کہ علم یعلم کے بعد اَنّ آتا ہے کیونکہ وہ مفعول بنتا ہے اور مفعول مفرد بنے گا اور وہ اَنّ کے ذریعے مفعول ہوتا ہے اور یہاں اِنّ ہے ایک اور مقام بھی ہے جہاں علم کے بعد اِنّ آیا ہے سورۃ منافقون میں قالوا نشھدانک لرسول اللّٰہ واللّٰہ یعلم انک لرسولہ۔

جواب: کے طور پر الفیہ ابن مالک کا ایک مصرع ہے بالـلام کـاعلم انه لذو تقی جب انّ کی خبر پر لام آئے تو اِنّ پڑھنا ہے اَنّ نہیں پڑھنا کہ یہ جملہ بن جاتا ہے مفرد نہیں رہتا۔

۳۳۔ ﴿فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظَّالِمِيْنَ بِاٰيَاتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾

یہاں مستدرک اور ترمذی میں روایت ہے کہ ابوجہل نے کہا یا محمد لا نکذبک ولکن نکذب بما جئت بہ کہ ہم تمہیں تو نہیں جھٹلاتے بلکہ جو تم لے کر آئے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں؟

۳۶۔﴿ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴾

## سماع موتیٰ پر تفصیلی بحث

سماع موتی کی دوشقیں ہیں پہلی یہ ہے کہ قبور انبیاء کے پاس سے، (دور سے نہیں) اگر درود وسلام کوئی پڑھے تو پیغمبر سنتے ہیں یا نہیں. یادرکھیں اس مسئلہ میں ۱۳۷۳ھ سے پہلے کوئی اختلاف نہیں تھا۔

حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ میں لکھا ہے کہ انبیاء کے سماع میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں اور حضرت تھانویؒ امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ اس پر اُمت کا اجماع ہے اور تعلیم القرآن رسالہ جو شیخ القرآن کے زمانہ میں نکلتا تھا اس میں یہ لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں فریقین کا کوئی اختلاف نہیں۔

اس میں سب سے پہلے اختلاف کیا حضرت سید عنایت اللہ شاہ بخاری نے اور پھر ان کے ساتھ اور لوگ بھی ملتے گئے اس سے پہلے اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ تھا۔

باقی دوسرا مسئلہ عام اموات کے عند القبور سماع اور عدم سماع کا اختلافی ہے، صحابہ کرام سے اس میں اختلاف چلا آرہا ہے۔ حضرت عائشہؓ منکر ہیں اور جمہور صحابہ نے حضرت عائشہؓ کی مخالفت کی ہے۔

فتح الباری، عمدۃ القاری، ارشاد الساری میں ہے و خالفها الجمهور دلیل سماع موتی، الشھاب المبین اور مسلک منصور وغیرہ میں تفصیلاً مذکور ہے۔

آپ نے تلخیص المفتاح مختصر المعانی اور مطول میں پڑھا ہوگا کہ تشبیہ کے چار ارکان ہیں ایک مشبہ ایک مشبہ بہ ایک حرف تشبیہ اور ایک وجہ تشبیہ کبھی حرف تشبیہ مذکور ہوتا ہے جیسے زید کالاسد اور کبھی محذوف ہوتا ہے جیسے زید اسد شیخ جرجانیؒ جو فن بلاغت کے بانی ہیں اپنی کتاب اسرار البلاغۃ میں لکھتے ہیں کہ وجہ تشبیہ مشبہ اور مشبہ بہ میں ایک ہی ہوگا جیسے ہم کہتے ہیں کہ زید کالاسد تو وجہ تشبیہ دونوں میں ایک ہے اور وہ شجاعت ہے البتہ اتنا فرق ہے کہ ایک میں ہے ادعاء اور ایک میں حقیقۃً ہے۔ (اب بات سمجھنا)

اللہ تعالیٰ نے زندہ کافروں کو قرآن پاک میں دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے صم بکم عمی سے دوسرا موتی سے تشبیہ دی ہے۔ تو مشبہ ہے زندہ کافر مشبہ بہ صم یا موتی اب دیکھئے ہمارے دوست عدم سماع کے قائلین کہتے ہیں کہ تشبیہ عدم سماع میں ہے اگر تشبیہ عدم سماع میں ہو تو مانو کہ زندہ کافر بھی نہیں سنتے وجہ تشبیہ ایک ہے۔ وجہ تشبیہ کیا ہے جلالین، السراج المنیر، خازن تمام تفسیروں میں آپ کو ملے گا ''شبههم بهم فی عدم الانتفاع بما یتلی علیهم'' وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے کہ فائدہ نہیں ہوگا اسی کو سماع نافع بھی کہتے ہیں سماع ظہور بھی کہتے ہیں۔ سماع اتحاد، سماع فہم، سماع تدبر بھی کہتے ہیں نفی اس کی ہے نفس سماع کی نہیں۔

اب دیکھیں یہ لوگ ایک اور مغالطہ بھی دیتے ہیں کہ قرآن قطعی ہے اور حدیث خبر واحد ہے اور ظنی ہے ظنی اور قطعی کا تعارض ہو تو قطعی کو ترجیح ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ ٹھیک ہے قرآن قطعی ہے۔ لیکن خدا کے بندو! تناقض بھی تو ہو تناقض کے لئے آٹھ شرطیں ہیں۔

در تناقض ہشت وحدت شرط داں  وحدت موضوع ومحمول ومکان
وحدت شرط واضافت جزوکل  قوت وفعل است درآخر زمان

بیشک قرآن مقدم ہے، قرآن کریم میں آتا ہے ''انک لا تسمع الموتی'' یہاں موضوع

''انک '' سنانے والا ہے اور حدیث میں المیت موضوع ہے ،تو تعارض کہاں ہے نیز محمول میں بھی اتحاد نہیں کہ قرآن
میں محمول ہے لاتسمع متعدی باب ہے اور حدیث میں ہے یَسمع تو تعارض کیسے رہا۔ قرآن اپنی جگہ پرحق ہے اور
حدیث اپنی جگہ پر حق ہے پھر کہتے ہیں کہ دیکھو جی حضرت عائشہؓ کی بڑی شخصیت ہے وہ انکار کرتی ہے بے شک ان
کی بڑی شخصیت ہے لیکن عمدۃ القاری وغیرہ میں ہے وخالفھا الجمھور اب ہم جمہور کو کہاں چھوڑیں۔ پس جس
چیز کی نفی ہے وہ یہ ہے کہ تو سنا نہیں سکتا جیسا کہ انک لاتھدی الخ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تو ہدایت نہیں دے سکتا تو
اس سے کسی کو ہدایت حاصل بھی نہیں ہوگی۔ ولکن اللہ یھدی من یشاء اسی طرح ہے۔ان اللہ یسمع من
یشاء.

﴿ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ ﴾

صاحب جلالین اس کا ترجمہ کرتے ہیں انما یستجیب دعائک الی الایمان الذین یسمعون
سماع تفھم واعتبار (سماع نافع جس کو کہتے ہیں) والموتی ای الکفار شبھھم بھم فی عدم السماع
سماع پر الف لام داخل ہے نکرہ نہیں ہے الف لام عہد کا ہے اور پہلے وہ کہتے ہیں سماع تفھم واعتبار تو نفی اس
سماع کی ہے عدم سماع نکرہ کی نفی نہیں ہے۔

۴۳۔ ﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ ﴾

ربط: اوپر مشرکین کا ذکر تھا کہ یہ آپ سے اس قسم کے نشانات کا مطالبہ کرتے ہیں یہاں سے اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے
پیغمبر پہلے بھی بھیجے ہیں اور لوگوں پر ہم نے طرح طرح کے باساءاور ضرّاء نازل کیے ہیں۔

۴۴۔ ﴿ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ﴾

اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے کہ ان کو صحابی بھی بنا دیا ختم نبوت بھی ان
کو مل گئی حاشا و کلا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو ان کے مناسب چیزیں تھیں مال واولاد وہ دیں۔

۵۰۔ ﴿ قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ ﴾

ربط: کافروں نے یہ کہا کہ تو کہتا ہے کہ عذاب آئے گا تو اس کا وقت بتا کب آئے گا فرمایا کہ یہ غیب کی باتیں ہیں میرے
پاس تو غیب کی باتیں نہیں ہیں اور نہ ہی میرے پاس خزانے ہیں اور نہ میں فرشتہ ہوں۔

﴿ خَزَائِنُ اللَّهِ ﴾ صراح والے کہتے ہیں کہ خزائن جمع ہے خزانہ (بکسر الخاء) کی بمعنی گنجینہ۔

۵۱۔ ﴿ وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ ﴾

اوپر قرآن کا ذکر تھا آگے اس قرآن کے ساتھ انذار کا ذکر ہے۔

فقراء صحابہ کی فضیلت اور ان کی دلداری کا حکم:

۵۲۔ ﴿ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ یہ کفار آپ ﷺ سے قسم قسم کے مطالبات کرتے ہیں یہاں ان کے ایک مطالبہ کا ذکر ہے کہ انہوں
نے کہا کہ ہم ہیں صنادید قریش یہ آپ کی مجلس میں جو ہیں حضرت خبابؓ، صہیبؓ، بلالؓ، عمارؓ، یاسرؓ ان کو مجلس
سے اٹھا دیں پھر ہم تیری بات سنیں گے ہم ان میں بیٹھنا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ آپ ﷺ کے دل میں آیا کہ چلو تھوڑی
دیر کیلئے ان کو اپنی مجلس سے اُٹھا دوں تاکہ یہ میری بات سن لیں ارادہ اچھا تھا لیکن تصویر کا دوسرا رُخ بھی دیکھنا پڑتا ہے۔

وہ یہ کہ اگر آپ ﷺ ان کو مجلس سے ہٹا دیتے تو قیامت تک یہ سنت بن جاتی غریبوں کی مسجد وغیرہ اور امیروں کی مسجد وغیرہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ولا تطرد الذین ......الخ

۵۶ ﴿قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ﴾

پہلے تھا کہ مشرکین وفود کی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آئے اس سلسلے میں بار بار آتے جاتے رہے۔ ایسے لوگوں کیلئے جواب دیا۔

﴿وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾

**حفظة سے کیا مراد ہے؟**

حفظة سے کیا مراد ہے؟ ابن جریر طبری، روح المعانی وغیرہ میں ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اعمال لکھنے والے محافظ فرشتوں کو بھیجتا ہے صبح کی نماز کے وقت آتے ہیں عصر کے وقت چلے جاتے ہیں پھر دوسرے آتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں سے، علاوہ ہیں جو انسان کی حفاظت کرتے ہیں جب تک حفاظت مطلوب ہو۔

۶۱۔﴿ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُونَ ﴾

اس میں اختلاف ہے کہ جان نکالنے والا فرشتہ ایک ہے یا کئی ہیں؟ مفسرین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایک فرشتہ ہے جو جان نکالتا ہے اور باقی اس کے اعوان وانصار ہیں دوسرا گروہ کہتا ہے کہ متعدد ہیں اور ملک الموت ان کے انچارج ہیں ان کا استدلال ان جیسی آیات سے ہے کہ توفته الرسل جمع ہے اسی طرح ایک آیت پانچویں پارے میں گزر چکی ہے اور ایک آٹھویں پارے میں آئیگی۔

۶۸۔﴿ وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا ﴾

ربط: اوپر قرآن کا ذکر تھا آگے فرمایا کہ ایسے لوگ جو قرآن کے ساتھ مذاق کریں ان کے ساتھ مت بیٹھو۔

۷۱۔﴿ قُلْ أَنَدْعُو مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا ﴾

ربط: مشرکین کے وفد بار بار آتے تھے ، کہتے کہ جھگڑے کو کیوں ختم نہیں کرتے۔ ہم تمہارے معبود کو پکاریں اور تم ہمارے معبود کو، جھگڑا ختم ہو جائیگا آگے اسی وفد کو جواب ہے۔

۷۱۔﴿وَنُرَدُّ عَلَىٰ أَعْقَابِنَا بَعْدَ﴾

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاذ اللہ آپ ﷺ پہلے کسی اور عقیدے کے تھے جس کی طرف لوٹ جائیں حالانکہ نبی آنکھ جھپکنے کے برابر بھی گمراہی نہیں کر سکتا؟ اہل حق کہتے ہیں کہ نبی معصوم ہوتے ہیں وہ آنکھ جھپکنے کے برابر بھی شرک نہیں کرتے یہ ان کو تغلیبا کہا اور تغلیب کا باب وسیع ہے۔

۷۳۔﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ﴾

ربط: یہ مشرکین اپنے آپ کو ابراہیمی کہتے تھے اور کہتے کہ ہم ابراہیم کے دین پر ہیں تو ان کے دین کا مخالف ہے اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے ان دو رکوع میں اسی کا رد کیا ہے فرمایا تم کیا ابراہیم کو جانتے ہو۔

۷۴۔﴿ أَتَتَّخِذُ أَصْنَامًا آلِهَةً ﴾

اسی جگہ ابن جریر طبری وغیرہ نے صنم کی تعریف کی ہے " الذی یتخذ من الذھب والفضة والحدید

والخشب والحجر والمدر علی صورة الانسان وهو وثن ایضاً"
۷۵۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾
کما اریناہ اضلال قومہ کذالک نری ملکوت السموات . . .
﴿ وَلِيَكُوْنَ ﴾

میں واؤ کیسا ہے؟ شاہ ولی اللہ الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں کہ الواو مزیدة جبکہ دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ واو عطف ہے تو معطوف علیہ یہ جملہ ہے کہ "کذالک نری ابراهیم ملکوت السموٰت و الارض لیستدل به علی کمال قدرتنا ولیکون من المو قنین" اورجلالین وغیرہ میں ہے "ولیستدل به لیکون من الموقنین"

۷۶۔ ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ﴾
حضرت ابراہیم کے بارے میں مودودی صاحب کی خرافات:

یہاں ایک تو عام خرافات ہیں اور ایک مودودی صاحب کی خرافات ہیں دونوں مردود ہیں عام خرافات یہ ہیں کہ بعض کتابوں مثلاً قصص الانبیاء وغیرہ میں ہے کہ ابراہیمؑ جب چھوٹے تھے ان کو غار میں جاکر رکھ دیا وہیں اللہ تعالیٰ ان کی پرورش کرتے رہے جب غار سے نکلے تو پہلی رات ستارہ دیکھا کہنے لگے "هذا ربی" پھر چاند دیکھا کہا "هذا ربی" پھر سورج دیکھا کہا "هذا ربی" یہ تمام خرافات ہیں۔

اور ایک ہیں مودودی صاحب کی خرافات وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کو رب بنایا لیکن ایک ہوتی ہے منزل ایک ہوتا ہے راستہ۔ راستے میں تلاش کرتے کرتے اگر ایسی بات ہو تو یہ کوئی خرابی نہیں منزل میں نبی شرک نہیں کرتا رب کو تلاش کرنے کے راستے میں یہ باتیں کیں "لاحول ولاقوة"

حضرت ابن ہمامؒ کی کتاب ہے "المسیرة" عقیدے کی کتاب ہے اس کی شرح لکھی حافظ ابن قطلو بغا حنفیؒ نے وہ نقل کرتے ہیں قاضی ابوبکر کے حوالہ سے کہ نبی طرفة عین کے برابر بھی کفر نہیں کرتا اور عقائد کی کتابوں اور اصول فقہ کی کتابوں اور شروح حدیث میں جب مطلق قاضی کا لفظ آتا ہے تو اس سے مراد قاضی ابوبکر باقلانی ہوتے ہیں اب یہاں سنیں حضرت ابراہیم رات کو آئے اور ستارے کو دیکھ کر کہا "هذا ربی"

تفسیر کبیر، البحر المحیط وغیرہ میں ہے کہ یہ استفہاماً تھا کہ یہ میرا رب ہے مانا نہیں جب غروب ہوگیا تو کہا لاحب الافلین بعض دوسرے فرماتے ہیں کہ استفہام کی ضرورت نہیں ہے۔ جس میں آلوسی، ابن کثیر اور بغویؒ ہیں وہ کہتے ہیں کہ هذا ربی بزعمکم تمہارے خیال میں یہ میرا رب ہے مآل تو وہی نکلا۔

۷۸۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ﴾
یہاں لفظ الشمس مؤنث ہے اور ھذا مذکر ہے جواب یہ ہے کہ خبر کی رعایت کی گئی ہے اور خبر ربی ہے۔

۸۳۔ ﴿ وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ﴾
یہ اوپر جو ذکر ہوئی یہ ہماری دلیل تھی ہم نے ابراہیم کو دی اگر معاذ اللہ راستے منزل کا فرق کرو جیسا کہ مودودی صاحب کہتے ہیں تو یہ عجیب منزل ہے کہ پہلے شرک کرو "رب شرک کی دلیل بتاتے ہیں"

نوٹ: کل قرآن میں پچیس انبیاء کرام کے نام آئے ہیں اٹھارہ اس جگہ اور باقی دوسری جگہ ہیں اور کل قرآن پاک میں

چھ فرشتوں کے نام آئے ہیں۔

۹۱۔﴿ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ﴾

ماقبل میں انبیاء کرام کے کچھ نام مذکور تھے فرمایا "اولئک الذین اتینٰهم الکتٰب والحکم والنبوة" کہ ہم نے ان لوگوں کو کتاب حکم اور نبوت دی۔ آگے فرمایا کہ توان کی ہدایت کی پیروی کر۔ یہاں تمہیں تفسیروں میں نام ملے گا مالک ابن الصیف یہودی کا۔ اس نے کہا کہ تو کیسے نبی بنا؟ اللہ تعالیٰ نے تو کسی بشر پر کوئی چیز نازل کی نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کے کہنے میں صرف پیغمبر کی توہین نہیں بلکہ خدا کی بھی توہین ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وماقدروا اللّٰه حق قدره کہ انہوں نے قدر نہیں کی اللہ کی جیسا کہ اس کے کرنے کا حق ہے کیوں کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز نازل ہی نہیں کی۔ اس میں رب کی توہین ہے۔ آگے اسی کا رد کر کے فرمایا کہ کہہ دیجئے من انزل الکتٰب الذی جاء به موسٰی کہ وہ کتاب جو موسیٰ لے کر آئے وہ کس نے نازل کی ہے؟ موسیٰ بشر تھے یا نہ تھے؟ ان پر تورات اتری یا نہیں اتری وہ کتاب نور بھی تھی ھدایت بھی تھی۔

قراطیس یہ قرطاس کی جمع ہے قرطاس کے لفظی معنی کاغذ کے ہے یہاں پر معنی ہے ٹکڑے ٹکڑے کہ وہ جس کو تم نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، وہ کیسے؟ وہ یوں کہ اس کتاب کے قراطیس کے کچھ حصے کو تم ظاہر کرتے ہو جو تمہارے مطلب کے لئے مفید ہے وتخفون کثیرا اور بہت سی چیزوں کو تم مخفی رکھتے ہو جو تمہاری خواہشات کے خلاف ہیں۔

قل اللّٰہ آپ سوال کریں کہ یہ کس نے نازل کیں یہ تو جواب نہیں دیں گے آپ ہی کہیں اللّٰه انزلهٗ کہ اللہ جل جلالہ نے نازل کی ہے۔

۹۱۔﴿ وَهٰذَا كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ ﴾

کہ جیسے توراۃ اللہ نے اتاری ہے بشر پر اتاری ہے یہ کتاب بھی ہم نے اتاری ہے بشر پر اتاری ہے۔ برکت والی ہے پہلی کتابوں کی مصدق ہے۔

۹۲۔﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾

**مکہ کا نام اُم القریٰ کیوں رکھا؟**

اور اس لئے اتاری ہے تاکہ بستیوں کی ماں کو تو ڈرائے۔ مکہ مکرمہ کا نام اُم القریٰ اس لئے تھا کہ یہیں سے زمین شرقاً غرباً شمالاً جنوباً بچھائی گئی۔

اگر لتنذر کا مفہوم ہے کہ بلاواسطہ خود ڈرائیں تو ماحولها سے مراد قریب کا ماحول ہوگا جس میں آپ خود پہنچے اور اگر ڈرانا بالواسطہ بھی ہو تو صحابی، تابعی، امتی ڈرائیں تو ماحول سے مراد ہوگا مشرق مغرب، جنوب شمال کی تمام اطراف۔

۹۳۔﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ ﴾

ربط: ایک اس یہودی کی بات تھی اور ایک دوسرا تھا عبداللہ ابن سعد بن ابی سرح یہ مسلمان تھا خط اس کا بڑا اچھا تھا آنحضرت نے کاتبین وحی میں اس کو بھی شامل کیا تھا۔ اٹھارویں پارے میں تبارک اللّٰه احسن الخالقین سے پہلے کی آیتیں جب نازل ہوئیں آپ ﷺ اس کو لکھواتے رہے چونکہ وہ عربی تھا فصیح تھا ابھی آپ ﷺ نے زبان سے "تبارک اللّٰه احسن الخالقین" بولا نہیں تھا کہ وحی کا یہ لفظ اس کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا۔ اس پر وہ کہنے لگا مایدری محمد؟ (کہ محمد ﷺ کیا جانتے ہیں؟) جو میں کہتا ہوں وہی لکھتے ہیں۔ اس کے بعد مرتد ہو گیا

اور کہنے لگا کہ ایسی چیز تو میں بھی بنا سکتا ہوں اسی پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی کہ اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر افتراء باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے حالانکہ اس کی طرف وحی نہیں کی گئی اور (اس سے) جس نے کہا کہ میں اتار سکتا ہوں جیسا کہ اللہ اتارتا ہے۔

﴿ فرادی ﴾

جمال الدین کرشی " مشہور لغوی ہے صراح والے فرماتے ہیں کہ فرادیٰ جمع ہے فرد کی اور خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ لفظ جو ہے فرادیٰ اس کا مفرد، ''فردان'' ہونا چاہیے تھا جیسے کسلان کی جمع کسالیٰ۔

﴿ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ ﴾ ای ما اعطیناکم جو چیز ہم نے تم کو دی ہے۔

۹۵۔ ﴿ إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى يُخْرِجُ ﴾

ربط: پہلے آپ نے پڑھا کہ مشرکین نے جن کو شرکاء بنایا تھا اور خیال کیا تھا کہ یہ ہمارے بارے میں رب کے شریک ہیں فرمایا شریکوں نے کیا کیا؟ یہ سارے کام جو آگے بیان ہوئے رب نے کئے۔

۹۵۔ ﴿ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ﴾

حب حبۃ کی جمع ہے کیونکہ قرینہ یہ ہے کہ آگے النوی جمع ہے نواۃ کی۔ جب وہ جمع تو یہ بھی جمع۔ بعض کہتے ہیں کہ حب کا لفظ جنس کے معنی میں ہے۔ لہٰذا جنہوں نے اس کا معنی دانہ کیا تو بھی ٹھیک ہے دانے کیا تو بھی ٹھیک ہے۔

۹۷۔ ﴿ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾

بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ستاروں کو تین فوائد کیلئے پیدا کیا جس نے اس کے علاوہ کوئی چیز حاصل کی اس نے اپنے آپ کو تھکایا اور لایعنی چیز کے پیچھے پڑا۔

ایک تو یہ ہے کہ لتھتدوا بھا فی ظلمٰت البر والبحر اور دوسرا ہم نے اس کو آسمان دنیا کی زینت بنایا تیسرا رجومًا للشیٰطین۔

۹۸۔ ﴿ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ﴾

مستقر اور مستودع سے کیا مراد ہے؟

یہاں تفسیر کبیر، البحر المحیط، قرطبی، مواہب الرحمٰن وغیرہ میں بہت کچھ لکھا ہے۔

ایک ہے کہ مستقر سے صلب پدر (باپ کی پیٹھ) اور مستودع سے مراد ہے رحم مادر

دوسری تفسیر یہ ہے کہ مستقر سے مراد ہے ماں کا رحم نقرّفی الارحام مانشاء اور مستودع سے مراد ہے یہ زمین

تیسری تفسیر یہ ہے کہ یہ زمین مستقر ہے اور قبر مستودع ہے

چوتھی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ مستقر سے جنت دوزخ اور مستودع سے اِدھر اُدھر یہ تمہارے عارضی ٹھہرنے کی جگہیں ہیں اور جنت یا دوزخ تمہارے ہمیشہ رہنے کی جگہیں ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کسی تفسیر کا کسی سے کوئی تعارض نہیں سب اپنے مقام پر ٹھیک ہیں۔

﴿ مُّتَرَاكِبًا ﴾ رکب یرکب سے، دانے پر دانہ چڑھا ہوا۔

﴿ طَلْعِهَا ﴾ اس کا معنی شگوفہ، پھول قنوان یہ قنو کی جمع ہے اس کے معنی گچھے کے ہیں قنوان (بکسر النون) ہو تو یہ تثنیہ ہے۔ ویسے شکل دونوں کی ایک ہے۔

۹۹۔﴿ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ﴾
ملتے جلتے ہیں اور نہیں ملتے جلتے بعض کہتے ہیں کہ یہ قید سب کے ساتھ لگتی ہے معنی یہ ہوگا کہ یہ جو پھل ہیں بعض ایسے ہیں جو ایک دوسرے کیساتھ ملتے جلتے ہیں یعنی اثر میں مثلاً انگور بھی گرم ہے کھجور بھی گرم ہے اور نہیں ملتے مثلاً رُمان ہے ان سے نہیں ملتا کہ یہ ٹھنڈا ہے وہ گرم ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف رمان سے ہے کہ رُمان مشتبہ بھی ہیں آپسمیں ملتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے بعض انار میٹھے ہوتے ہیں بعض انار کھٹے ہوتے ہیں بعض سُرخ ہوتے ہیں بعض سفید ہوتے ہیں بعض بڑے ہوتے ہیں بعض چھوٹے ہوتے ہیں۔

۱۰۱۔﴿بَدِيعُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ﴾
ربط: اوپر بھی توحید کا ذکر تھا آگے بھی توحید کا ذکر ہے کہ یہ سارے کام تو اللہ کرتا ہے انہوں نے کیا کیا؟

۱۱۔﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾

## تقویۃ الایمان کی ایک عبارت پر اہل بدعت کا اعتراض اور اس کا جواب:

حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ نے کتاب تقویۃ الایمان میں یہ لکھا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کے ہاں چوڑے، چمار کی حیثیت رکھتی ہے اس عبارت کو لے کر اہل بدعت ان پر آج تک برستے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں کہ اسمیں دیکھو آنحضرت بھی ہیں اور پیغمبر بھی ہیں ان کی توہین ہے اور توہین کرنے والا مرتد اور کافر ہے۔

میں نے خیالی، شرح عقائد، مسامرۃ وغیرہ عقائد کی کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اپنی کتاب عبارات اکابر میں۔ میں نے کہا کہ اجمال کا حکم اور ہوتا ہے تفصیل کا حکم اور ہوتا ہے۔

تمام متکلمین لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالق کل شیء اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ لیکن یوں تم تفسیر کرو کہ خالق الخنزیر و القردۃ یہ جائز نہیں۔ میں نے کہا اسی طرحؑ ایک ہے اجمال کہ ساری کائنات اللہ کے ہاں اس کی بنسبت ایسی حقیر اور ذلیل ہے جیسے چوڑے چمار لیکن تفصیل کروگے کہ پیغمبر ایسے ہیں تو پھر یہ جائز نہیں۔

۱۱۔﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴾
کہ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرسکتا ہے اہل حق کا یہ مسلک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ قرآن سے بھی ثابت ہے، حدیث سے بھی ثابت ہے اس پر اجماع بھی ہے۔ قرآن سے کیسے ثابت ہے؟ قرآن میں ہے وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الی ربھا ناظرۃ کچھ چہرے تر و تازہ ہونگے ہشاش بشاش ہونگے اپنے رب کو دیکھتے ہوں گے اور حدیث میں آتا ہے جو بخاری وغیرہ میں روایت ہے۔

صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے پوچھا حضرت ''ھل نری ربنا یوم القیامۃ'' قیامت کے دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بتاؤ چودھویں رات کا چاند ہو بادل بھی نہ ہو کوئی آڑ پردہ بھی نہ ہو تو تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں آتا کہنے لگے آتا ہے پوچھا یہ بتاؤ کہ دن ہو سورج ہو سر پر آفتاب نیم روز بادل نہیں دھند نہیں تمہیں نظر آتا ہے یا نہیں؟ کہنے لگے حضرت نظر آتا ہے فرمایا ''کذلک سترون ربکم'' ایسے تم اپنے رب کو دیکھو گے اور اس پر اہل حق کا اجماع بھی ہے جبکہ معتزلہ نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ رب کا دیدار نہ ہوگا۔

یہاں زمخشری بڑا خوش ہے اور جب آگے آئے گا نویں پارے میں موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ رب ارنی انظر الیک اس کی تفسیر میں زمخشری لکھتا ہے کہ یہ سنی جو ہیں کالحمیر یہ گدھے ہیں۔ اس کے سننے کے بعد ہم نے اسکو

رحمہ اللہ کہنا چھوڑ دیا۔

یہاں کہتے ہیں لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار اللہ تعالی جزاء خیر دے اہل حق کو تمام تفسیروں میں بغیر کسی کے استثناء کے کہتے ہیں ایک ہے ادراک ایک ہے رویت دونوں میں فرق ہے اور ادراک کا معنی ہوتا ہے الاحاطۃ بکل جوانب ہر جانب سے احاطہ کرنا اور رؤیت عام ہے، اثبات ہم کرتے ہیں رؤیت کا ادراک کا نہیں کرتے کہ حق تعالی کی ذات کو اور اسکی صفات کو ہم اپنی آنکھوں سے ہر طرف سے احاطہ کر لینگے۔ یہاں ادراک کی نفی ہے لا تدرکہ الابصار اور اللہ تعالی تو ادراک یعنی ہر طرف سے احاطہ کر سکتے ہیں۔

۱۰۴۔﴿ قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ﴾

تمہارے پاس آچکی ھیں بصائر۔ بصائر بصیرۃ کی جمع ہے بصیرت کے معنی ہوتے ہیں دل کی بینائی اور بصارت کے معنی ہوتے ہیں آنکھ کی روشنی۔ایسے دلائل تمہارے پاس آچکے جو دلوں کو روشن کرتے ہیں۔

۱۰۴۔﴿ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ﴾

شاعر نے کہا ع آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی رات ہے: اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

و کذلک نصرف ای کما بینا ما ذکر نصرف ای نبین الایات.

۱۰۶۔﴿ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

اعراض کا معنی یہ نہیں کہ ان کو تبلیغ نہ کرنا بلکہ اعراض کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ تمہیں مجنون کہیں تو تم ان کو مجنون نہ کہو۔ اگر وہ اذیت دیں تو ان کی اذیت سے درگزر کریں بدزبانی سے بدکلامی سے درگزر کریں تبلیغ آپکا فریضہ ہے کیونکہ اگر آپ ﷺ ان سے درگزر نہ کریں تو آپ اور ان میں فرق کیا رہا۔

۱۰۷۔﴿ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ﴾

اگر اللہ تعالی چاہتا تو شرک نہ کر سکتے کیسے چاہتا؟ سب کو ایمان پر مجبور کر دیتا جیسے فرشتوں کو مجبور کیا ہے اب فرشتوں میں قدرت ہی نہیں کفر کی، اسی طرح انسانوں کو، جنوں کو ایمان پر مجبور کر دیتا۔ کر سکتا ہے لیکن ایسا کرنا اس کی حکمت کے خلاف ہے حکمت یہ ہے کہ انسان مکلّف ہو اس میں خیر کی قدرت بھی ہو شر کی قدرت بھی ہو' ھدینٰہ النجدین" اپنی مرضی سے جو راستہ اختیار کرے من شاء فلیومن و من شاء فلیکفر

۱۰۸۔﴿ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾

ربط: جس وقت الوہیت کا مسئلہ آتا تھا تو بعض جذباتی قسم کے مسلمان ان کے الٰھوں کو گالیاں دیتے تھے لات کی ایسی، منات کی ایسی، عزیٰ کی ایسی اور وہ پھر سچے رب کو گالیاں دیتے تھے۔

اللہ تعالی فرماتے ہیں ولا تسبّوا الذین الخ و الذین یدعون میں یہ الذین کی طرف جو ضمیر لوٹتی ہے وہ محذوف ہے عبارت یوں ہے ولا تسبّوا الذین یدعونھم" نہ تم بُرا کہوان کو جن کو یہ پکارتے ہیں کیوں کہ اگر تم ان کے معبودوں کو گالیاں دو گے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ سچے رب کو گالیاں دیں گے ضد میں آکر۔

۱۰۸۔﴿ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ﴾

قرآن میں تزیین کی نسبت کہیں اللہ تعالی کی طرف ہے اور کہیں تزیین کی نسبت شیطان کی طرف ہے جیسے زین لھم الشیطان اعمالھم۔تو فرماتے ہیں کہ حق اللہ کی طرف جو تزیین کی نسبت۔ ہے وہ خلق کے درجے میں ہے

کہ خالق کل شی وہ ہے تو تزئین کو پیدا کرنا اس کا کام ہے۔ ابلیس کی طرف تزئین کی جو نسبت ہے وہ کسب کے لحاظ سے ہے۔ کہ وہ تزئین کرنے میں لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اور ان کو اس پر آمادہ کرتا ہے۔

**انها اذا جآء ت لایؤمنون پر اشکال اور اس کا جواب:**

۱۰۹۔ ﴿ اَنَّهَا إِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴾

اے مسلمانوں! تمہیں کیا چیز بتلاتی ہے کہ بیشک وہ نشانیاں جب آ جائیں تو یہ ایمان لے آویں گے۔ اب اشکال یہ ہوگا کہ تمہیں کس چیز نے بتلایا کہ بیشک وہ نشانیاں جب آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایمان لائیں گے حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اگر **لا** کو اپنے مقام پر رکھیں تو معنی یہ ہونگے کہ تمہیں کس نے بتلایا کہ وہ نشانیاں جب آ جائیں تو یہ ایمان نہ لائیں گے تو مفہوم یہ ہوا کہ وہ ایمان لائیں گے۔ حالانکہ وہ ایمان لانے والے نہیں تو اس لئے مفسرینؒ کا ایک طبقہ **لا** کو مزیدہ مانتے ہیں۔ کشاف میں ہے بیضاوی میں ہے روح المعانی میں ہے خازن میں ہے کہ لا مزیدہ ہے تو معنی ہوگا کہ تم کو کس نے بتلایا کہ وہ نشانیاں جب آئیں تو یہ ایمان لاویں گے۔

دوسری تفسیر ابوسعود، مدارک، روح المعانی وغیرہ میں ہے کہ **انها** کا معنی **لعلّها** ہے۔ انّ کے معنی لعل نحو کی کتابوں میں موجود ہے تو معنی ہوگا کہ تو کہہ دے پختہ بات ہے نشانیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور تمہیں کس نے بتلایا شاید کہ وہ نشانیاں جب آئیں تو یہ ایمان نہ لائیں۔ حاصل یہ ہے کہ **لا** کو اپنی اصل جگہ پر رکھے تو **انّ** بمعنی **لعلّ** کے اور اگر **لا** کو مزید مانیں تو **انها** اپنے معنی میں۔

۱۱۱۔ ﴿ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَا اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴾

ربط: ابھی آپ نے پڑھا کہ انہوں نے مضبوط قسمیں کھائیں کہ اگر ان کے پاس نشانیاں آجائیں تو وہ ایمان لائیں گے۔ رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں یہ ان کا دعویٰ انصاف اور حق پر مبنی نہیں محض ضد کی بناء پر ایسا کہتے ہیں کیوں کہ اگر ہم ان کی طرف فرشتے نازل کرتے اور مردے ان سے باتیں کرتے اور سب چیزیں جو موجودات غیبیہ ہیں ان کے سامنے لاکر کھڑا کردیتے تب بھی یہ ایمان نہ لاتے۔

قُبلًا مصدر بھی آتا ہے مقابلۃ و قباً لاً اور قبل قبیل کی جمع بھی آتا ہے انواعًا و اصنافًا۔

۱۱۲۔ ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ﴾

ای کما جعلنا ھؤلاء اعدائک کذلک جعلنا. جیسے ہم نے یہ مکہ والے تیرے دشمن بنائے اس طرح ہر نبی کیلئے ہم نے دشمن بنائے شیطانوں اور انسانوں میں سے۔

یُوحی: وحی کا معنی الرمزۃ الخفیۃ ہے زخرف اس کے لفظی معنی ہوتے ہیں سونا (الذھب)۔ چاندی ہو یا اور کوئی چیز اس پر سونے کا پانی چڑھا دو تو اسکو زخرف کہتے ہیں اور لفظی معنی کرتے ہیں ملمع سازی۔

غروراً: مفعول لہٗ ہے۔ وما یفترون ما کو مصدریہ بھی بناتے ہیں ای افتراء ھم اور موصولہ بھی ولتصغی الیہ اس کا عطف غروراً پر ہے۔

۱۱۴۔ ﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا ﴾

ربط: کفار نے کہا کہ وہ ہم کو کوئی نشانی جو ہم چاہتے ہیں تاکہ ہم ایمان لے آئیں اس کا جواب دے دیا و لو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ الخ سے پھر کہنے لگے کہ فیصلے کے دو طریقے اور باقی رہ گئے ایک طریقہ یہ کہ ہم کسی کو اپنا حکم بنالیتے ہیں تم بھی اپنا مقدمہ پیش کرو ہم بھی اپنا مقدمہ پیش کرتے ہیں جسکو وہ سچا کہیں گے اس کی بات مانیں گے دوسرا یہ ہے کہ مردم شماری کرالیتے ہیں تمہارے ساتھ لوگ زیادہ ہیں یا ہمارے ساتھ یہ دو چیزیں صلح کی باقی رہ گئیں۔

اس کا جواب ہے کہ افغیر اللہ ابتغی حکمًا کیا اللہ کے علاوہ میں حکم اور ثالث تلاش کروں وھو الذی انزل الیکم الکتٰب مفصلاً۔

دنیا میں اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی ہوتی ہے:

باقی رہا تمہارا یہ کہنا کہ مردم شماری کرالیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیا میں اکثریت ہمیشہ گمراہ ہوتی ہے اگر آپ ﷺ اکثریت کا اتباع کریں گے تو آپ کو گمراہ کردیں گے۔

۱۲۰۔ ﴿ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ﴾

ظاہری گناہ کا یہ معنی جو زبان اور عمل سے ہو، باطنی گناہ کہ اپنے دل میں کفر، شرک، حسد، تکبر، بغض، کینہ رکھے اور ظاہری کا ایک معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ گناہ جو کھلے طور پر کیا جائے اور باطنی کا یہ معنی جو چھپ کر کیا جائے۔

۱۲۲۔ ﴿ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ﴾

ربط: اوپر دو گروہ تھے ایک تھا وھو "اعلم بالمھتدین" اور دوسرا "وھو اعلم بالمعتدین" آگے ان دو گروہوں کا ذکر ہے۔

۱۲۲۔﴿ كَمَن مَّثَلُهُ فِى الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ ﴾
یہاں جلالین تک آپکو ملے گا کہ مثل کا لفظ زائد ہے عبارت یوں ہے کمن ھو ۔
۱۲۳۔﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِىْ كُلِّ قَرْيَةٍ أَكَابِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا﴾
کما جعلنا اکابر مکة مجرمیها کذلک جعلنا فی کل قریة ۔

دارالسلام سے مراد جنت ہے:
۱۲۷۔﴿لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾
دارالسلم سے مراد جنت ہے۔ خیالیؒ فرماتے ہیں جنت کو اس لئے دارالسلم کہتے ہیں کہ وہاں جس وقت یہ جنتی داخل ہونگے تو فرشتے کہیں گے کہ "سلام علیکم طبتم فادخلوها خالدین" اندر جائیں گے تو حور و غلمان سلام کریں گے "تحیتهم فیهاسلام" اللہ کی طرف سے سلام ہوگا" سلام قولا من رب رحیم"
دوسری وجہ شمس الدین خیالیؒ یہ بیان کرتے ہیں کہ اس لحاظ سے دارالسلام ہے کہ وہاں جو جس جنت میں داخل ہوا کبھی اس سے اس کے سلب ہونے کا خطرہ نہیں ہوگا۔
۱۲۸۔﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا﴾
ربط: اوپر ذکر تھا کہ یہ دارالسلام مومنوں کیلئے ہوگا اب دوسری مد کے لوگوں کا ذکر ہے کہ ان کیساتھ کیا ہوگا فرمایا۔۔
"النار مثواکم خلدین فیها"
۱۲۸۔﴿ وَقَالَ أَوْلِيَآؤُهُمْ مِّنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ﴾
اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں روح المعانی، البحرالمحیط وغیرہ میں ہے کہ ان شیطانوں کے ساتھی جو انسان ہیں وہ اقبال جرم کریں گے اور کہیں گے کہ واقعی اے ہمارے رب ہم میں سے بعض نے بعض سے نفع اٹھایا تھا۔
اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ وہ انسان اپنے جرم پر پردہ ڈالیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو صرف دنیاوی نفع ایک دوسرے سے حاصل کیا تھا ہم نے کوئی کفر و شرک تو نہیں کیا۔
۱۲۸۔﴿ إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ﴾
الا ماشاءاللہ کے معنی میں تین تفسیریں ہیں:
ماشاء الله کا کیا معنی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مابمعنی مَنْ کے ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ٹھکانہ تمہارا دوزخ ہے ہمیشہ دوزخ میں رہو گے مگر وہ جس کے بارے میں رب چاہے یعنی جس کا جرم کفر اور شرک کی حد تک تو نہیں پہنچا بلکہ معصیت اور گناہ تک پہنچا ہے کیونکہ شیطانوں نے جو انسانوں کو اغواء کیا تو ہر ہر شق کفر و شرک کی تو نہیں بلکہ گناہ کی بھی ہے۔ تو وہ لوگ شرک تک نہیں پہنچے ہوں گے۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ ما کو اپنے عموم پر چھوڑ و معنی ہونگے کہ وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے مگر وہ وقت جو خدا چاہے آگ، سے نکال کر زمھریر میں رکھیں گے نکلیں گے نہیں۔
اور یہ تفسیر بھی آپ کو ملے گی کہ جس وقت ان کو پانی کیلئے نکالا جائیگا ثم مرجعهم الی الجحیم ۔ یہ تین آسان تفسیریں ہیں دو جلالین تک میں آپ کو ملیں گی اور باقی کشاف تک میں ملیں گی۔

۱۲۹۔﴿ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي ﴾
ای کما ولینا ھولاء کذلک نولی.......
۱۳۰۔﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ ﴾
ربط: اوپر ذکر تھا جنوں اور انسانوں کے گمراہ کرنے کا اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان کے پاس کوئی مبلغ نہیں پہنچا کہ ان کے سامنے بیان کرتا فرمایا کہ ضرور آیا کیوں نہیں آیا۔
۱۳۰۔﴿ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ ﴾
جمہور امت کے نزدیک جنات میں پیغمبر نہیں آئے:
سوال: اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جنوں میں بھی رسول آئے ''الم یاتکم رسل منکم'' ضحاکؒ کہتے ہیں کہ جنوں میں بھی نبی آئے لیکن جمہور امت اس کے مخالف ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پیغمبر جتنے بھی آئے وہ انسانوں میں آئے ہیں کیونکہ انسان کی استعداد اعلیٰ ہے جنات سے۔ اور نبوت ورسالت کا اعلیٰ مرتبہ جنات کی شان کے لائق نہیں اسی پر حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ہے اپنی مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ نبوت ورسالت کیلئے جو درجہ ہے وہ خاکی مخلوق کو مل سکتا ہے ناری کو نہیں، اب اگر ان میں نہیں آئے تو منکم کا کیا معنی، جلالین تک آپکو ملے گا روح المعانی اور بیضاوی میں ملے گا کوئی تفسیر خالی نہیں منکم ای من مجموعکم ،تمہارے مجموعہ میں رب نے بھیجے پیغمبر۔
تیسری تفسیر یعنی تم میں جو رسل آئے براہ راست تو انسان تھے لیکن یہ جنات جو تھے ان میں مبلغ تو تھے آگے آئے گا ''اذصرفنا الیک نفرًا من الجن ''جنوں کا ایک گروہ آیا ایمان لایا ولو ا الی قومھم منذرین آگے وہ قوم کو ڈرائے۔ رسل کا معنی یہ کہ پیغام پہنچانے والے براہ راست رب کی طرف سے ہوں۔
یہاں ایک اور اشکال پڑتا ہے کہ حضرت آدمؑ سے دو ہزار سال پہلے اس دنیا میں جنات موجود تھے۔ تو نبوت تو آدمؑ سے شروع ہوئی اس سے پہلے ان کی اصلاح کیلئے کون تھا۔
علامہ بدرالدین شبلیؒ اکام المرجان فی احکام الجان والے کچھ روایات نقل کرتے ہیں کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو ان کی اصلاح کیلئے بھیجا تھا اور ایک کا نام بھی نقل کرتے ہیں کہ اسماعیلؑ فرشتہ۔
۱۳۵۔﴿ قُلْ يَا قَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ﴾
مکانتکم ای علی حالتکم یا علی طریقتکم یہاں ایک شبہ پڑتا ہے کہ کیا پیغمبر نے کافروں کو کفر کرنے کی اجازت دی کہ کہا اعملوا علی مکانتکم؟
جواب: یہ ہے کہ امر کی بہت سی قسمیں ہیں ایک امر توبیخ ہوتا ہے امر تہدید ہوتا ہے امر تعجیز ہوتا ہے امر تکلیف ہوتا ہے امر تکلیف وہ ہوتا ہے کہ آمر مامور بہ کے وقوع پر راضی ہوتا ہے جیسے واقیموا الصلوٰۃ اور ایک تہدید ہوتا ہے اس میں تہدید ہے کہ کرو جو کرتے ہو اس میں آمر مامور بہ کے وقوع پر راضی نہیں ہوتا اور قرینہ ''فسوف تعلمون'' ہے کہ عنقریب جان لوگے۔
۱۳۵۔﴿ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾
العاقبۃ المحمودۃ فی الدار الاخرۃ۔ (یہ صاحب کشاف نے لکھا ہے)۔

١٣٦۔﴿ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ ﴾
ربط: پہلے تھا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مشرک جنوں اور انسانوں سے سوال کریں گے کہ تم نے یہ کارروائی کی آگے شرک کے بعض جزئیات بتلاتے ہیں کہ شرک کرنے والوں نے یہ کیا۔
١٤١۔﴿ وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَیْرَ مَعْرُوْشٰتٍ ﴾
ربط: اوپر تھا کہ انہوں نے کھیتی اور جانوروں میں سے بعض کو حلال اور بعض کو حرام بنایا اللہ نے فرمایا کہ تمام کو اللہ نے پیدا کیا لات، منات، عزیٰ، نے تو کچھ پیدا نہیں کیا پھر ان کے حصے مقرر کرنے کا کیا مطلب؟
١٤٣۔﴿ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ ﴾
کہتے ہیں صاحب مدارک، آلوسی، بیضاوی کہ ثمنیة ازواج بدل من حمولة و فرشا اس سے بدل ہے اور وہ مفعول ہے انشا کا۔
١٤٥۔﴿ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا ﴾
ربط: اوپر آپ نے پڑھا کہ جن لوگوں نے بعض چیزوں کو اپنی مرضی سے حرام بنایا تو ان سے کہہ دیں کہ یہ چیزیں جن کو تم نے حرام بنایا حرام وہ نہیں ہیں آؤ میں تمہیں حرام کی بعض چیزیں بتادوں۔
١٤٨۔﴿ سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا ﴾
مشرکین کہتے ہیں کہ اگر یہ کام شرک ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟
مشرکین نے اپنے شرک اور تحریم ساختہ کی دلیل پیش کی کہتے ہیں کہ اگر یہ تمہارے خیال میں شرک ہے جو ہم کرتے ہیں اور ان جانوروں کو جو ہم نے حرام کیا ہے تمہارے خیال میں یہ حرام نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ ہمیں روکتا کیوں نہیں؟

جواب: یہاں اجمال ہے تفصیل آگے چودھویں پارے میں سورۂ نحل میں آئیگی ﴿وقال الذین اشرکوا لو شاء اللّٰہ ماعبدنا من دونه من شیءٍ نحن ولا آباء نا ولاحرّمنا من دونه من شیء کذالک فعل الذین من قبلهم فهل علی الرسل الاالبلاغ المبین ولقد بعثنا فی کل اُمّةٍ رسولًا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبوا الطاغوت﴾ کافروں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے وہ راضی ہے جب ہی تو ہم کرتے ہیں اور اسی طرح اگر اللہ راضی نہ ہوتا تو ہم کسی چیز کو حرام نہ کرتے وہ کراتا ہے کرتے ہیں۔ پہلے اللہ نے اجمالاً بیان فرمایا آگے اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کیسے؟ هل علی الرسل الا البلاغ المبین ولقد بعثنافی کل امة رسولا ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو تو رب نے تو منع کیا۔
١٥٠۔﴿ هَلُمَّ ﴾
ھلم کی تحقیق:
نبراس لغة نمبر ٤٨ میں یہ ھلم کی بحث لکھی گئی ہے بصریین کہتے ہیں کہ یہ اصل میں تھا ھا (حرف تنبیہ) اور (لُمّ نصر ینصر) سے امر ہے اور ھا میں جو الف تھا اسکو حذف کر دیا ہے ھلمّ بن گیا۔ معنی یہ ہے خبردار نفس کو اکٹھا کر دے۔
کوفیین کہتے ہیں (ھل استفهام) اور اُمّ (اَمّ یومّ) سے امر ہے پھر اعتراض کرتے ہیں کہ ھل اور نوع ہے امر اور نوع

ہے الگ الگ قسمیں ہیں یہ دونوں کیسے جمع ہوئے؟
جواب دیتے ہیں کہ ھل استفہام کبھی تعریض کیلئے ہوتا ہے اور کبھی طلب کیلئے استفہام جب تعریض کیلئے یا طلب کیلئے ہو تو یہ امر کا مخالف نہیں ہے۔ تو ھلْ اُمّ تھا ضمہ نقل کر کے لام کو دیا اور ہمزے کو اڑا دیا۔ ھلم بن گیا۔
حجازیین کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہی آئیگا ھلمّ زید، ھلمّ زیدان، ھلمّ زیدون، ھلمّ ھند
اور نجدیین کے نزدیک یہ بدلتا رہتا ہے۔ ھلمّ زید، ھلمّا زیدان ، ھلمّوا زیدون ھلممت ھند.
پھر کہتے ہیں کہ یہ کبھی لازمی آتا ہے اور کبھی متعدی آتا ہے۔
اس مقام پر حق تعالیٰ نے متعدی لایا ہے ھلُمّ شھداء کم اور آگے سورۃ احزاب میں آئیگا ھلُمّ الینا (چلے آؤ ہماری طرف) یہ لازمی ہے۔

۱۵۱۔ ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾

ربط: پہلے ان محرمات کا ذکر تھا جو حسی ہیں جیسا کہ میتہ، چربی ا ۔ میں ان محرمات کی فہرست سناتا ہوں جو معنوی ہیں۔

۱۵۱۔ ﴿اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾

**الّا تشرکوا بہ شیئًا کی تین تفسیریں:**

اس کا مفہوم یہ نکلا کہ شرک نہ کرنا تم پر حرام ہے۔ حالانکہ یہ معنی غلط ہے۔
یہاں تین تفسیریں آسان ہیں مدارک، ابوسعود، السراج المنیر وغیرہ میں ہے کہ
(۱) لا کا لفظ مزیدہ ہے اب معنی یہ بنیں گے کہ حرام ہے کہ تم شرک کرو۔
(۲) دوسرا یہ بیان کرتے ہیں کہ جملہ حرّم ربکم پر ختم ہے علیکم الاتشرکوا یہ جملہ مستانفہ ہے۔ آؤ کہ میں سناؤں تم کو جو رب نے تم پر نازل کیا" علیکم (لازم ہے تم پر) الّا تشرکوا (کہ تم شرک نہ کرو)"
(۳) تیسرا یہ ہے کہ الاتشرکوا کا تعلق حرّم سے نہیں ہے عبارت یوں ہے قل تعالوا اتل ما حرّم ربکم علیکم اَمَرَ الّا تشرکوا بہ شیئا ولاتقربوا مال الیتیم الّا بالتی ھی احسن ای بالخصلۃ التی
اور بعض کہتے ہیں بالطریقۃ التی۔

۱۵۲۔ ﴿اَشُدَّهٗ﴾

**لفظ اَشد کی تحقیق:**

صراح لغت کی کتاب صفحہ نمبر ۱۳۴ نے ایک بات یہ لکھی ہے کہ اشد کا لفظ کہتے ہیں کہ وزن اس کا جمع کا ہے اور اس کا مفرد کوئی نہیں جیسے ابابیل وغیرہ۔
دوسرا کہتا ہے کہ مفرد ہے جمع کے وزن پر ہے اور یہ عربی میں صرف دو لفظ ہیں ایک اشُد ہے اور دوسرا عنق ہے لا نظیر لھما۔
سیبویہ فرماتے ہیں جمع شدّۃ جیسے نعمۃ اور انعم۔
چوتھی بات یہ نقل کی ہے کہ شَدّ کی جمع ہے جیسے کلب کی اکلب.
پانچویں بات یہ نقل کی ہے کہ شِدّ کی جمع ہے جیسے ذِئب کی جمع اذئب.

۱۵۴۔ ﴿ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا﴾

ثم یہاں تعقیب ذکری کیلئے ہے تاکہ یہ سوال نہ ہو کہ ثم تو تعقیب کیلئے آتا ہے تو معنی ہوگا کہ ہم نے آپ کو یہ کتاب دی پھر موسیٰ کو ہم نے کتاب دی حالانکہ موسیٰ پہلے گزرے ہیں۔ تماما علی الذی احسن ای تماما للنعمة علی الذی احسن بالقیام به

۱۵۵۔ ﴿وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ﴾

اوپر توراۃ کا ذکر تھا کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی آگے فرماتے ہیں کہ جیسا ہم نے ان کو کتاب دی ایسے تم کو بھی کتاب دی اس کی اتباع کرو۔

۱۵۸۔ ﴿اَوۡ يَاۡتِىَ رَبُّكَ﴾

متقدمین فرماتے ہیں کہ رب کا آنا حقیقت پر محمول ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئیگا جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے کیفیت معلوم نہیں۔

متاخرین کہتے ہیں کہ یاتی ربک کا معنی یاتی ... ربک ہے اور سورۃ النحل میں امر کا لفظ موجود ہے۔

۱۶۱۔ ﴿دِيۡنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبۡرٰهِيۡمَ﴾

دینا قیما آلوسیؒ فرماتا ہے کہ یہ بدل ہے صراط مستقیم کے محل سے۔

۱۶۴۔ ﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزۡرَ اُخۡرٰى﴾

کی ترکیب تمام تفسیروں میں یہ ہے ای ولا تزر نفس وازرۃ وزر نفس اخری نہیں اٹھائیگا بوجھ اٹھانے والا نفس دوسرے نفس کے بوجھ کو۔

# سورۃ الاعراف

۱۔ ﴿ الٓمّٓصٓ o کِتَابٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ ﴾

ربط: (۱) پہلی سورۃ کے آخری رکوع میں تھا "هذا کتاب انزلناه مبٰرک" اور یہاں سے بھی کتاب ہی کا ذکر ہے "کتاب انزل الیک"

(۲) حضرت تھانویؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ پہلی سورۃ کے آخر میں تھا کہ اللہ تعالیٰ سریع الحساب ہیں اس کا محل کیا ہے تو آگے اس سورۃ میں اس کا ذکر ہے پہلے کتاب کا ذکر ہے اور اس کے بعد والوزن یومئذ سے قیامت کا ذکر ہے۔

﴿الٓمّٓصٓ﴾

انتیس ۲۹ سورتوں کی ابتداء میں یہ حروف آتے ہیں تفسیر مظہری میں تصریح ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں هنّ من اسماء الله تعالیٰ کہ یہ اللہ کے نام ہیں، اب تفصیل اس میں یہ ہے کہ یہ بعینہٖ نام ہیں، اگر بعینہٖ نام ہوں تو اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے کوئی المٓصٓ نہیں ہے۔

تو تفسیر کبیر، ابو سعود، ابن کثیر، روح المعانی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار نام ہیں ننانوے نام تو مشہور ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایک ایک حرف ایک ایک نام کی طرف مشیر ہے۔ الف سے مراد اللہ علام سے مراد لطیف ہے وقس علیه.

۴۔ ﴿هُمْ قَآئِلُوْنَ﴾

وہ قیلولہ کررہے تھے اور بعض تفسیروں میں یہ بھی ملے گا کہ وہ آپس میں باتیں کررہے تھے۔

قیامت کے دن وزن اعمال اور معتزلہ کا انکار:

۸۔ ﴿ مَوَازِیْنُهٗ ﴾

قاضی بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ جمع ہے میزان کی یا موزون کی، میزان کی جمع ہو تو ترازو، موزون کی جمع ہو تو

حمل (بوجھ)

اب یہاں طویل بحث ہے اہل حق کہتے ہیں کہ قیامت کے دن الوزن حق  معتزلہ کہتے ہیں کہ اس میزان

سے مراد ہے صرف عدل کہ رب عدل کرے گا میزان سے ترازو مراد نہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر ترازو مراد ہے تو اس میں

کافی خرابیاں لازم آتی ہیں، ایک یہ کہ رب تعالیٰ کی جہالت ثابت ہوگی تولتا تو وہ ہے جس کو پتہ نہ ہو۔

ملا صادق علی الازدیہؒ مشہور متکلم ہیں وہ فرماتے ہیں احمقو! اس سے اللہ کی جہالت لازم نہیں آتی۔ بندہ جاہل ہے وہ

نہیں جانتا کہ میری نیکیاں کتنی ہیں بدیاں کتنی ہیں جہالت تو ہے لیکن جہالت عبد ہے نہ کہ جہالت اللہ۔

دوسری خرابی وہ یہ بتلاتے ہیں کہ یہ اعمال تو اعراض ہیں اور اعراض خود تو قائم نہیں ان کو کیسے تولا جائے گا اس کا ایک

جواب تو وہ ہے جو حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس جہان میں یہ اعراض ہیں اس جہان میں یہ اجسام ہوں گے۔

دوسرا جواب شبیر احمد عثمانیؒ نے اس مقام پر فوائد عثمانیہ میں دیا ہے کہتے ہیں کہ اس جہان میں بھی بعض اعراض ایسے ہیں

کہ ان کا اندازہ لگایا جاتا ہے جیسے محکمہ موسمیات گرمی اور سردی کا درجہ بتلاتا ہے کہ اتنے درجے کی گرمی ہے اتنے درجے

کی سردی ہے مقیاس الحرارۃ اور مقیاس البرودۃ  بدن کا بخار معلوم کرنے کیلئے آلات ہیں اب اگر تمہارے

پاس آلات ہیں جن سے گرمی، سردی، ہوا وغیرہ (اعراض) کا اندازہ لگ سکتا ہے تو اگر رب تعالیٰ کے پاس ایسا آلہ ہو

جس میں نیکی بدی تولی جائیں تو اس میں کیا اشکال ہے۔
اس کا ایک جواب حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے دیا ہے کہ اس رجسٹر کو تولا جائے گا جس میں اس کی نیکیاں اور بدیاں لکھی ہونگی۔
۱۲۔﴿قَالَ مَا مَنَعَکَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُکَ﴾
لا مزیدہ ہے فاهبط منها ای من الجنة ،من السموٰت ، من جماعة الملائكة. تین تفسیریں ہیں۔
۱۸۔﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾
اس کے معنی ہے اکٹھے، قاموس، تاج العروس وغیرہ میں تصریح ہے کہ اجمع کے معنی کل کے بھی آتے ہیں تو دوسرے مقام پر آتا ہے لاملئن جهنم من الجنة وا لناس اجمعين تو معنی یہ ہوا کہ سارے انسان اور سارے جن دوزخ میں جائینگے تو جنت میں کون جائیگا؟ اس وجہ سے یہی معنی کرتے ہیں کہ اکٹھے ہوں گے یہ الگ بات ہے کہ کسی کا طبقہ اور ہوگا کسی کا طبقہ اور ہوگا۔
یہاں بعض ظاہر بینوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جنات بھی ناری ہیں نا ر کو نار سے کیا ہوگا؟
اس کا ایک جواب تو ایک جاٹ نے دیا تھا اس سے کسی ملحد نے اس طرح کا سوال کیا اس نے ڈھیلا اٹھا کر اس کے سر پر مارا اس کے سر سے خون بہنے لگا جاٹ نے کہا کہ تو بھی خاکی ڈھیلا بھی خاکی خاک سے خاک کو کیا تکلیف ہوئی۔
اور ایک علمی جواب ہے" بخاری شریف میں روایت ہے کہ جہنم کے بعض طبقوں نے دوسرے بعض طبقوں کا شکوہ کیا یا ربّ انّ بعضی اکلَ البعض۔
اتنا تفاوت ہے کہ ایک طبقہ دوسرے طبقے کا شاکی ہے اور بخاری میں یہ بھی روایت ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر (۶۹) حصے بڑھ کر ہے۔

**آدم علیہ السلام کا درخت ممنوع کھانے میں مغالطہ:**

حضرت آدم علیہ السلام کو مغالطہ کیا لگا علامہ بغویؒ معالم التنزیل میں لکھتے ہیں۔
اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ مغالطے کی وجہ یہ ہے کہ آدمؑ نے یہ سمجھا کہ لا تقربا کی نہی یہ نہی تنزیہی ہے نہی تحریمی نہیں۔ اور فقہ کی کتابیں آپ نے پڑھی ہیں کہ نہی تنزیہی جواز کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ لاتقربا کی نہی تحریمی تھی اور وہ تنزیہی سمجھے۔
دوسرا یہ ہے کہ شاید پہلے والا حکم (لاتقربا) منسوخ ہو چکا ہے اور مجھ تک ناسخ کا علم نہیں پہنچا ہے اور اس کو نسخ کا علم ہے لہٰذا اس سے مغالطے میں پڑا۔
تیسری بات یہ لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ﴾ مراد رب کی تھی کہ اس نوع کے کسی فرد کو نہیں کھانا تو آدمؑ نے سمجھا کہ شاید یہی ایک مخصوص درخت ہے نہ کہ اس کے تمام افراد۔
۲۶۔﴿يَا بَنِيْ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ﴾
ربط: اوپر آپ نے یہ پڑھا کہ شیطان نے وسوسہ ڈالا، آدم علیہ السلامؑ اور حواؑ سے غلطی ہوئی، لباس ان کا چھینا گیا۔ یہاں بھی لباس کا ذکر ہے۔
۲۷۔﴿ اِنَّهٗ يَرٰاكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾
یہاں سے بعض لوگوں نے استدلال کیا کہ شیطان اور جنات کو آدمی کبھی بھی نہیں دیکھ سکتا۔

اس کا جواب جو حضرت عثمانی نے دیا ہے بڑا مختصر ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں ہے۔

۳۲۔ ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ﴾

ربط: اوپر آپ نے سنا کہ مشرکین طواف کے وقت لباس اتار دیتے تھے اور ان دنوں میں گوشت اور اناج نہ کھاتے تھے کہتے تھے کہ ہم رب کی عبادت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کس نے اللہ کی زینت حرام کی ہے؟

۳۴۔ ﴿فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ﴾

اشکال: یہاں ایک اشکال ہے کہ اس کا معنی تو یہ ہے کہ میعاد آنے کے بعد وہ آگے نہیں ہوں گے حالانکہ آگے تو ہو ہی نہیں سکتے۔ جواب دیتے ہیں کہ اس کو یا تو جملہ مستانفہ بناؤ، معنی ہونگے اور نہ آگے ہونگے۔ دوسرا یہ ہے کہ اذا جاء کے نیچے داخل نہ کرو بلکہ اس پر عطف کرو تو معنی ہونگے جب وہ میعاد آئیگی تو پیچھے نہیں ہونگے اور آگے تو ہوں گے ہی نہیں۔

۳۵۔ ﴿يَا بَنِيْ اٰدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾

قادیانی کا استدلال کہ جب بنی آدم رہیں گے پیغمبر بھی آتے رہیں گے:

اس آیت سے قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے بنی آدم "اما یاتینکم" اگر تمہارے پاس آئیں رسول۔ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ ان شرطیہ ہے اور ما اس کی تاکید کیلئے ہے اس میں ادغام ہے اور یاتینکم میں نون تاکید کا ہے۔ قضیہ شرطیہ جو قسم کے معنی میں نہ ہو اور طلب کے معنی میں نہ ہو تو اس میں نون تاکید نہیں آیا کرتا لیکن یہاں ان شرطیہ کے بعد ما آیا ہے تاکید کیلئے اب اس ما کی وجہ سے نون کا آنا درست ہے ان کیوں لائے اس لئے کہ پیغمبروں کا بھیجنا اس پر لازم نہیں تھا واجب نہیں تھا کتابیں نازل کرنا اس پر واجب نہیں تھا کوئی شے رب پر واجب ہے نہیں اس لئے ان کا لفظ بولا (اگر آئیں) یہ وجوب کا اعتقاد اللہ پر تو معتزلہ کا ہے اہل حق کا تو نہیں ہے۔ اگر تمہارے پاس رسول آئے بیان کریں گے تم پر آیتیں میری جو تقوی اختیار کرے گا اصلاح کرے گا فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔

تو قادیانی کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک بنی آدم رہیں گے تو ان میں پیغمبر بھی آتے رہیں گے۔

اہل حق جواب دیتے ہیں کہ جب سے بنی آدم چلے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو نبوت دی دیتا رہا دیتا رہا عیسیٰ جب تشریف لائے ان کی زبان سے حق تعالیٰ نے اعلان کروایا کہ "ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" میں اپنے بعد صرف ایک رسول کی بشارت سناتا ہوں جن کا نام ہوگا احمد ﷺ جب وہ دنیا میں تشریف لائے تو حق تعالیٰ نے فرمایا "ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین" تو اس میں بنی آدم آپ ﷺ سے پہلے کے ہیں آپ ﷺ کے بعد کے بنی آدم کو خطاب نہیں ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ قطعی ہے یقینی ہے لا شک فیہ۔

نیک لوگوں کی روحوں کا آسمانوں میں استقبال

۴۰۔ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا﴾

ربط: اوپر بھی کفار کا ذکر تھا آگے بھی ان کا جو نتیجہ نکلے گا سزا ملے گی اس کا ذکر ہے کہ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی اور تکبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے۔ ابن کثیر، روح المعانی وغیرہ میں روایتیں نقل کی ہیں کہ

جب فرشتے جان نکالتے ہیں تو نیک لوگوں کی روحوں کو جنت کے فرشتے کپڑوں میں، خوشبوؤں میں لپیٹ کر اوپر لے جاتے ہیں۔ جب آسمان پر جاتے ہیں تو خوشبو فرشتوں کو آتی ہے ان کے لئے پہلا آسمان کا دروازہ دوسرے، تیسرے، چوتھے کا دروازہ کھلتا ہے یہاں تک کہ علیین کے مقام پر پہنچا دیتے ہیں کافروں کی ارواح اوپر جاتی ہیں آسمانوں کے دروازے نہیں کھلتے پھر ساتویں زمین کے نیچے سجین کے مقام پر ان کو پہنچایا جاتا ہے پھر جب میت کو قبر میں دفن کرتے ہیں تو روح کے تعلق کو جسم کے ساتھ جوڑ دیتے ہیں اور یہ لوگ جنت میں داخل نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اس کو کہتے ہیں تعلیق بالمحال۔

۴۴۔﴿أَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا﴾

جمل وغیرہ میں ہے کہ یہ ان تفسیر یہ ہے اس طرح کا ان پانچ جگہ آیا ہے

اعراف کیا ہے؟

۴۶۔﴿وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ﴾

جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے اس جگہ کا نام ہے اعراف اسلئے کہ اصحاب اعراف ان کو (جنتیوں کو) بھی پہچانیں گے اور ان کو (دوزخیوں کو) بھی۔ کلًّا میں تنوین عوض مضاف الیہ کے ہے اي كل من اهل الجنة واهل النار بسيماهم نشانیوں سے ان کو پہچانیں گے وہ نشانی یہ ہوگی کہ "تبيض وجوه وتسود وجوه" جنتیوں کے چہرے سفید ہونگے اور دوزخیوں کے چہرے کالے ہونگے وہ راحت میں ہوں گے یہ تکلیف میں ہوں گے۔

اصحاب اعراف کون ہیں؟

ایک تفسیر یہ ہے جو حدیث میں آتی ہے من استوت حسناته وسیأته جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں گی دوسری تفسیر یہ ہے کہ اصحاب اعراف وہ شہداء ہوں گے جو اللہ کے راستے میں شہید ہوئے لیکن ماں، باپ کی نافرمانی کر کے، کچھ عرصہ وہاں رہیں گے۔

تیسری تفسیر یہ ہے کہ جنات میں جو مؤمن ہونگے وہ وہاں ہوں گے۔

چوتھی تفسیر یہ ہے کہ اطفال المشرکین مشرکوں کے بچے وہاں ہوں گے۔

پانچویں تفسیر یہ ہے کہ اصحاب فترت (جو اس وقفہ میں مرے کہ پہلے نبی کی تعلیم باقی نہ رہی نیا نبی آیا نہیں) وہ وہاں ہوں گے۔

چھٹی تفسیر یہ ہے کہ وہ ہوں گے جن پر قرضہ ہوگا یہ تمام تفسیروں کا میں نے خلاصہ عرض کر دیا۔

۴۷۔﴿وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا﴾

ربط: واضح رہے کہ اصحاب اعراف، جنت والے، دوزخ والے ان کا قصہ اوپر سے چلا آ رہا تھا اور آگے اس سلسلے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اعراف والے ان دوزخیوں کو پہچانیں گے۔

۵۱۔﴿فَالْيَوْمَ نَنسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا﴾

اس سے بظاہر یہ سمجھ آتی ہے کہ رب بھی بھولتا ہے، آج کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا کہ انہوں نے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تو اس میں خرابی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کیلئے نسیان ثابت ہوا حالانکہ آپ پڑھیں گے" وما كان

معنی ہے ای نترکھم کما نسوا یہاں ننسھم کے معنی ہے ای نترکھم کما نسوا ربک نسیا" میرا رب بھولتا نہیں تمام تفسیروں میں آتا ہے کہ یہاں نسیان ترک کے معنی میں ہے وجہ کیا ہے۔ نسیان سبب ہے ترک کا تو اس لقاء یومھم ھذا ای کما ترکوا ۔یہاں نسیان ترک کے معنی میں ہے وجہ کیا ہے۔ سبب کو مسبب کے قائم مقام کر دیا یعنی سبب کو مسبب کیلئے بولا۔

کمانسوا میں ما کونسا ہے ابو سعود، جلالین تک میں ملے گا کہ ما مصدریہ ہے معنی کنسیانھم لقاء یومھم ھذا آگے وما کانوا میں بھی ما کو نافیہ سمجھنا اور نہ موصولہ بلکہ مصدریہ ہے اور پہلے ما پر عطف ہے۔ معنی یوں ہوگا۔ وکونھم بایٰتنا یجحدون۔

۵۴۔﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ﴾

ربط: ابھی آپ نے پڑھا کہ کافر کہیں گے کہ ہمارے لئے سفارشی ہیں جن کو ہم نے شرکاء بنا رکھا تھا۔ لیکن وہ ان سے گم ہوں گے وضلّ عنھم ما کانوا یفترون۔ آگے رب تعالیٰ نے توحید کے دلائل پیش کئے کہ یہ سب کام تو اللہ تعالیٰ نے کئے، نہ کسی سفارشی نے کئے، نہ کسی الٰہ نے کئے، نہ کسی خودساختہ معبود نے کئے بلکہ سب کام رب نے کئے۔

تفسیر روح المعانی، مظہری، ابن کثیر وغیرہ میں ہے کہ چھ دنوں سے چھ دنوں کا وقفہ مراد ہے حقیقتاً دن مراد نہیں ہے کیوں کہ نہ سورج تھا نہ چاند نہ زمین نہ آسمان تو دن کہاں؟

پھر یہاں سوال کیا کہ حق تعالیٰ تو کن فیکون کہہ کر کر سکتے ہیں تو چھ دنوں کا یہ وقفہ کیسے؟

اس کا جواب آپ کو جلالین تک ملے گا کہ گو حق تعالیٰ قادر تو ہے لیکن مخلوق کو رب تعالیٰ نے بتایا کہ کام تدریجاً ہوتا ہے مخلوق کے سبق کے لئے ایسا کیا۔

## استویٰ علی العرش سے کیا مراد ہے؟

۵۴۔﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾

پھر مستوی ہوا عرش پر۔

حضرت امام مالکؒ کا مقولہ ہے ابن کثیرؒ نقل کرتے ہیں پوچھا گیا حضرت استویٰ سے کیا مراد ہے؟ فرماتے ہیں کہ "الایمان به واجب والکیفیة مجھولة والسوال عنه بدعة" یہ کہو کہ "مایلیق بشانه"

۵۵۔﴿اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً﴾

ائمہ اربعہؒ ذکر بالجہر اور دعا بالجہر کے سخت مخالف ہیں۔ خاص طور پر امام ابوحنیفہؒ آپؒ فرماتے ہیں "ورفع الصوت بالذکر والدعاء بدعة مخالف للامر فی قوله تعالٰی اُدعوا ربکم تضرعا وخفیة" یہ کبیری کی عبارت ہے۔ بحر الرائق، فتح القدیر میں ہے۔

نماز کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا معتزلہ کی ایجاد ہے:

اور یہ بات میں البدایہ والنھایہ کے حوالے سے کہتا ہوں کہ نمازوں کے بعد بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا، بلند آواز سے ذکر کرنا یہ معتزلہ کی ایجاد ہے ۲۱۶ھ میں یہ معتزلہ نے ایجاد کیا۔

اور یہ روایت جو نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے کہتے لاالٰہ الا اللہ لاشریک لهٗ اور صاحب مشکوٰۃ کہتے ہیں کہ رواہ مسلم یاد رکھنا مسلم کی یہ روایت نہیں صاحب مشکوٰۃ کی سند غلط ہے۔

۵۶۔﴿ إِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴾
یہاں ایک نحوی اشکال ہے وہ یہ ہے کہ رحمۃ کا لفظ مؤنث ہے قریب کا لفظ مذکر ہے۔ اِن کا اسم مؤنث ہے اور خبر مذکر ہے یہ کیسے جوڑ ہوگا۔
اس کا ایک جواب یہ دیتے ہیں کہ فعیل کا وزن مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے امراۃ جریح اور رجل جریح۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ قریب کا تعلق رحمت کے ساتھ نہیں بلکہ اس کا موصوف امر کا لفظ محذوف ہے ''ای ان رحمة الله امر قريب من المحسنين'' یہ صاحب کمالین اور جمل والے کا جواب ہے۔
تیسرا جواب صاحب جلالین دیتے ہیں کہ لفظ اللہ مضاف الیہ ہے مذکر ہے رحمت کا لفظ مؤنث ہے مضاف ہے اس نے تذکیر حاصل کی ہے لفظ اللہ سے اس لئے قریب لائے۔
ابوالسعود یہ جواب دیتے ہیں کہ رحمۃ بمعنی رحم کے ہے۔
۵۷۔﴿ سَحَابًا ثِقَالًا ﴾
اب یہ سحابا کیا ہے؟ خازن والے کہتے ہیں کہ یہ جمع ہے سحابۃ مفرد ہے۔ جمع ہونے کی دلیل کیا ہے؟ کہتے ہیں دوسرے مقام پر آتا ہے السحاب الثقال السحاب موصوف ہے الثقال اس کی صفت ہے۔ صفت جمع ہے لہذا یہ بھی جمع ہے۔ اب کہتے ہیں کہ پھر اس کے لیے سقناہ میں ہ کیوں لائے؟
تو صاحب خازن یہ فرماتے ہیں کہ جو جمع ہمشکل ہو مفرد کے اس کی طرف مذکر کی ضمیر پھیرنا درست ہے۔ یہ سحاب بروزن کلام، سلام کے ہے لہذا ھو کی ضمیر لوٹانا درست ہے۔
جبکہ آلوسیؒ، اندلسیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ سحاب یہ جنس ہے جنس میں جمع اور مفرد کے معنی ہوتے ہیں وہاں ثقال اس لئے لائے کہ اس میں جمعیت کے معنی ہیں یہاں ھو ضمیر مفرد اس لئے لائے کہ اسمیں مفرد کا معنی بھی ہوتا ہے تو یہ جنس کے درجے میں ہے۔
﴿ إِلَّا نَكِدًا ﴾
نكدا کا معنی ناقص کے بھی کرتے ہیں:
حضرت شاہ عبدالقادرؒ اس کے معنی کرتے ہیں نکمی اور نكدا کے معنی قلیل بھی کرتے ہیں اس سے قلیل چیز نکلتی ہے۔
۵۹۔﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوْحًا إِلَى قَوْمِهِ﴾
ربط: اوپر دو قسم کی زمینوں کا ذکر تھا ایک بلد طیب ایک بلد خبیث اور بارش جو نازل ہوئی تو دو زمینوں کے اثرات بیان کئے۔ آگے فرماتے ہیں اسی طرح وحی الہی اتاری اس وحی کے آنے کے بعد دو طبقے بنے ایک ماننے والے اور ایک نہ ماننے والے۔ آگے چند واقعات پیش کرتے ہیں حضرت نوح علیہ السلام کے، وہ اور ان کے ساتھی گویا کہ بلد طیب کی مد میں ہیں اور اُن کی مجرم قوم بلد خبیث کی مد میں ہے۔
نوح کی وجہ تسمیہ:
اس طرح ہود علیہ السلام کے چند واقعات آگے پیش کرتے ہیں، نوحؑ کا نام عبدالغفار بن لمک تھا۔ مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ لتاش کبریٰ زادہ میں ہے نوح اس لئے کہتے کہ قوم کی بدحالت پر نوحہ کرتے کرتے نوح ان کا لقب پڑ گیا۔

۵۹۔ ﴿ما لکم من الٰہ غیرہ﴾ غیرہ کی ترکیب کیا ہے؟ کہتے ہیں کہ غیر بدل ہے الٰہ کے محل سے من کی وجہ سے الٰہ مجرور ہے محل اس کا مرفوع ہے۔

۶۰۔ ﴿قال الملأ من قومه﴾

تفسیر السراج المنیر، ابوالسعود، بیضاوی وغیرہ میں ہے کہ ملأ کے لفظی معنی ہوتے ہیں پر کرنا ایک خلا ہوتا ہے ایک ملاء ہوتا ہے۔ ملاء کہتے ہیں ایسی جماعت اور ایسے ڈیل ڈول کے لوگ جو لوگوں کی آنکھوں کو پر کردیں اپنی وضع قطع سے اور دلوں کو پر کردیں اپنے رعب سے۔

۶۲۔ ﴿واعلم من الله ما لا تعلمون﴾

میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے کیا مطلب یعنی توحید جانتا ہوں رسالت جانتا ہوں عقیدہ قیامت کا جانتا ہوں، حلال حرام جانتا ہوں تم نہیں جانتے اور یہ بھی مطلب ہے کہ میں جانتا ہوں اوپر کہا تھا "انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم" بڑے دن کا عذاب۔ اس عذاب کا اجمالی علم مجھے ہے تمہیں نہیں ہے۔

۶۵۔ ﴿والی عاد اخاهم هودا﴾

ربط: پہلے قوم نوح کا بیان تھا آگے قوم عاد کا بیان ہے۔

۶۹۔ ﴿فاذکروا آلاء الله﴾

قاموس، تاج العروس، ارشاد الساری وغیرہ میں ہے آلاء جمع الی، الو (بالواو) الو کے معنی نعمت، آلاء کے معنی نعمتیں۔

۷۱۔ ﴿قال قد وقع علیکم من ربکم رجس﴾

الرجس العذاب، صراح میں ہے قاموس میں ہے منتہی الارب میں ہے تمہارے اوپر رب کا عذاب آ گیا واقع ہو گیا اگرچہ واقع نہیں ہوا تھا لیکن تحقق وقوع کی بناء پر یوں سمجھو کہ آ گیا اس لئے قد ماضی پر داخل کر کے وقوع بتلا دیا۔

۷۱۔ ﴿اتجادلوننی فی اسماء سمیتموها انتم وآباؤکم﴾

موضح القرآن کلاں کے حاشیہ پر ہے کہ "ان لوگوں نے معبود بنا رکھے تھے ایک کا نام تھا رازقہ اس کی پوجا کرو تو رزق ملتا ہے ایک کا نام تھا ماطرہ بارش برسانے کیلئے وہ تھا ایک کا نام تھا زواجہ کہ وہاں جاؤ تو شادی ملتی ہے ایک تھا والدہ کہ وہاں سے اولاد ملتی ہے" یہ نام جو تم نے رازقہ، ماطرہ، زواجہ، والدہ رکھے ہیں یہ خود ساختہ ہیں خدا نے کوئی دلیل نازل نہیں کی بارش خدا برساتا ہے اولاد خدا دیتا ہے، رازق پروردگار ہے۔

۷۳۔ ﴿والی ثمود اخاهم صالحا﴾

ربط: یہاں سے تیسری قوم کا ذکر ہے والی ثمود ای ارسلنا الی ثمود۔ پہلے قوم نوح کا بیان تھا پھر قوم عاد کا بیان تھا اب قوم ثمود کا بیان ہے صالح علیہ السلام پیغمبر تھے قوم ثمود کی علاقہ حجر تھا۔

۷۵۔ ﴿للذین استضعفوا لمن آمن منهم﴾

لمن امن بدل ہے الذین استضعفوا سے باعادۃ حرف الجار۔

۷۷۔ ﴿فعقروا الناقة﴾

نو بدمعاش تھے غنڈے، ان کا ایک سردار تھا قدار بن سالف اور آپ کو قدار بھی ملے گا تفسیروں میں۔ اس نے

حملہ کر کے اس کی ٹانگیں کاٹ دیں، سب کی طرف نسبت کس لئے کی؟ نسبت تمام کی طرف اس لئے کی کہ اس منصوبے میں سارے تھے ورنہ کاٹنے والا صرف ایک تھا۔

۸۰۔ ﴿ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ ﴾

اس کا نصب ارسلنا کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ اذقال جو ظرف ہے یہ ارسلنا کے متعلق نہیں ہو سکتا اسلئے کہ معنی ہوگا کہ ہم نے لوطؑ کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا اس سے لازم آتا ہے کہ اس کہنے سے پہلے وہ رسول نہ تھے حالانکہ آپ رسول تھے۔ لہٰذا اس کو منصوب بنائیں اذکر فعل محذوف کی وجہ سے۔

۸۴۔ ﴿ وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ﴾

لوطؑ کی قوم پر چار قسم کے عذاب آئے تھے ایک عذاب فطمسنا اعینهم آنکھوں کی بینائی رب نے سلب کر دی یہ ستائیس پارے میں ہے۔

دوسرا وامطرنا علیهم مطرًا پتھروں کی بارش ان پر برسائی گئی۔

تیسرا جعلنا عالیها سافلها ان کے علاقے کو ہم نے زیر و زبر کر دیا۔

چوتھا صیحہ کا لفظ آیا ہے سورۃ حجر میں۔

۸۵۔ ﴿ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ﴾

مدین سے مراد اگر قوم ہو تو اخاهم کا معنی ظاہر ہے کیونکہ وہ بھی اس قوم کے ایک فرد تھے حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر اپنی قوم کی طرف بھیجا اور مدین شہر کا نام بھی تھا۔ اگر یہاں مدین سے شہر مراد ہو تو یہاں اهل کا لفظ نکالنا ہوگا" والی اهل مدین اخاهم شعیبا" کیونکہ شعیبؑ شہر کے بھائی نہ تھے بلکہ اهل مدین (شہر والوں) کے بھائی تھے۔

یاد رکھیں کہ مدین ایک بہت بڑی منڈی تھی اس کے چاروں اطراف میں بہت بڑے جنگل تھے اس لئے اهل مدین کو اصحاب أیکه جنگل والے کہا گیا۔

﴿قَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ﴾

۸۸۔ ﴿اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا﴾
تفسیر کبیر، خازن، بیضاوی، روح المعانی، مظہری وغیرہ تمام تفسیروں میں ہے کہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شعیبؑ پہلے ان کی ملت میں تھے پھر نکلے تو لوگ کہتے کہ تم لوٹ آؤ ہماری ملت میں تو تب چھوڑیں گے ورنہ نہیں چھوڑیں گے اس کے جو جوابات تفسیروں میں دیئے گئے ہیں ان میں سے تین جواب جو آسان ہیں، عرض کردیتا ہوں ایک یہ کہ یہ لفظ تغلیبا بولا گیا حضرت شعیبؑ ان میں نہ تھے باقی ساتھی تو تھے جو ایمان لائے تو ان سب کو خطاب کر کے لتعودنّ فی ملّتنا کہا۔
دوسری تفسیر: کہ لتعودن کے معنی لتصیرنّ معنی یہ کہ تم آجاؤ ہماری ملت میں تو عاد بمعنی صار کے آتا ہے۔ تم ہماری ملت میں آجاؤ تو ہم چھوڑ دیں گے۔
تیسری تفسیر: جب تک شعیبؑ نے تبلیغ شروع نہیں کی تھی لوگ سمجھتے تھے کہ وہ بھی ہمارے ہیں۔ جب تبلیغ شروع کی تو سمجھے کہ اب ہم سے جدا ہوئے تو یہ عود کا لفظ اپنے زعم کے مطابق بولے حقیقت نہ تھا۔

۹۴۔ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ﴾
ربط: چند واقعات اللہ نے پیغمبروں کے نام لے کر اور ان کی قوموں کے نام لے کر بتائے نوح علیہ السلام، ان کی قوم، ھودؑ ان کی قوم، صالحؑ، ان کی قوم، لوطؑ، ان کی قوم، شعیبؑ ان کی قوم۔
آگے اجمالاً بیان فرمادیا کہ ہم نے اور پیغمبر بھیجے مختلف بستیوں کی طرف ہم نے لوگوں کو مالی پریشانیوں میں بھی مبتلا کیا اور بدنی میں بھی تاکہ وہ گڑگڑائیں اور رجوع کریں لیکن جس طرح اور قوموں نے نافرمانی کی اس طرح انہوں نے بھی نافرمانی کی تو پہلے واقعات تفصیلی تھے اب اجمال ہے۔

۹۷۔ ﴿اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰى﴾
ربط: رب تعالیٰ نے یہ تفصیلاً و اجمالاً واقعات بیان کئے آگے قرآن پاک کے نزول کے وقت کے لوگوں کو تنبیہ ہے۔

۱۰۰۔ ﴿اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ اَهْلِهَا﴾
ربط: کچھ تفصیلی واقعات مجرموں کے بیان ہوئے کچھ اجمالی اس تفصیل و اجمال کے بعد رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اب جو زمین کے وارث ہیں ان کیلئے ہدایت نہیں ہوئی ان پہلے واقعات سے جو اجمالاً و تفصیلاً بیان ہوئے۔

۱۰۰۔ ﴿فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ﴾
آپ کو تفسیروں میں ملے گا کہ لایسمعون سماع قبول کہیں ملے گا کہ لایسمعون سماع انتفاع کہیں ملے گا لایسمعون سماع تدبر، کہیں ملے گا لایسمعون سماع تفھم کہیں ملے گا لایسمعون سماع اعتبار کہیں ملے گا لایسمعون سماع اتعاظ۔ تو نفی اس سماع کی ہے جو قبولیت کا اور نفع کا ہے محض سماع کی نفی نہیں۔
قرآن میں آتا ہے کہ زندہ کافر نہیں سنتے کیا مطلب؟ یہ کہ ایسا سننا کہ اس کو قبول کرے نہیں سنتے اسی معنی

ہیں ان کو صم بکم عمی کہا۔

﴿ مِنْ أَنْبَآئِهَا ﴾

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ من تبعیضیہ ہے کہ اس کی خبروں میں سے بعض خبریں ہم بیان کرتے ہیں۔

۱۰۲۔﴿ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِيْنَ ﴾

یہاں ان مخففه من المثقلة ہے۔ای وانّهٗ وجدنا اكثرهم لفسقين۔

﴿ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسٰى بِاٰيَاتِنَا ﴾

ربط: آگے اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰؑ کے واقعہ کو بیان کرتے ہیں تفصیلاً کئی رکوع مسلسل چلے گا۔

۱۰۷۔﴿ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴾

حضرت موسیٰؑ کی لاٹھی کے لئے کبھی تو ثعبان اور کبھی جان کا لفظ آیا:

تفسیر کبیر، ابوالسعود، روح المعانی، السراج المنیر وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ اس مقام پر ثعبان مبین کے لفظ ہیں اور قرآن کریم میں دوسری جگہ كانها جآنّ ولّی مدبرًا کے لفظ ہیں جآن کے معنی پتلا سانپ تو اژدھا اور ہے پتلا سانپ اور ہے اس میں تو بظاہر تعارض ہے۔

اس کے متعلق جو ان تفسیروں میں باتیں کہیں ہیں ان میں سے پہلی یہ ہے کہ کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ تعارض کیلئے وحدت مکان کی شرط ہے وحدت زمان بھی شرط ہے، جہاں پتلا سانپ بنا تھا وہ جگہ بھی اور ہے وقت بھی اور ہے جب موسیٰؑ کو نبوت ملی کوہ طور پر تو وہاں جب لاٹھی پھینکی تو وہاں كانها جآنّ ولّی مدبرًا تو وہ جگہ ہے وادی طوی یہ ہے فرعون کا دربار وہ زمانہ اور ہے یہ اور ہے تو جب مکان بھی اور ہو زمانہ بھی اور ہو تو تعارض نہ ہوا۔

دوسری چیز یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰؑ اس لاٹھی کو پھینکتے تھے تو اول مرحلے میں وہ پتلا سانپ ہوتی پھر بڑھتے بڑھتے اژدھا بن جاتی تو پہلا منٹ اور وقت ہے دوسرا تیسرا منٹ اور وقت ہے اس میں بھی کوئی تعارض نہیں۔

تیسری بات ہوتا تو اژدھا ہی تھا لیکن سُرعت رفتاری میں کا نّها جآن گویا کہ وہ پتلا سانپ ہے۔

۱۰۹۔﴿ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ ﴾ ربط واضح ہے کہ موسیٰؑ کا واقعہ شروع ہے۔

۱۱۰۔﴿ يُرِيْدُ أَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ أَرْضِكُمْ ﴾

زمین سے نکالنے کا کیا مطلب؟ ایک تفسیر تو یہ کرتے ہیں کہ موسیٰؑ نے فرعون سے مطالبہ کیا تھا کہ ارسل معنا بنی اسرائیل میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دیں میں ارض مقدسہ لے جانا چاہتا ہوں تو اس جملے سے وہ سمجھے کہ ہمیں یہاں سے نکال کر ان لوگوں کو دوسری جگہ لے جانا چاہتا ہے۔

دوسرا مطلب یہ لیتے ہیں کہ جادو کے ذریعے ہمیں مرعوب کر کے ڈرا کر یہاں سے نکالنا چاہتا ہے۔

﴿ الْمَدَآئِنِ ﴾ مدینہ کی جمع ہے بمعنی شہر فرعون کا جو شہر تھا اس کا نام مُنف تھا۔

۱۱۳۔﴿ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ ﴾

سحرۃ یہ ساحر کی جمع ہے جیسے طلبہ طالب کی جمع ہے اور طلباء طلیب کی۔ دونوں میں فرق ہے کہ جو ہمیشہ حاضری دیتا ہے اس کو طلیب کہتے ہیں اور جو ہمیشہ حاضری نہ دیتا ہو اس کو طالب کہتے ہیں۔

۱۱۶۔﴿ قَالَ أَلْقُوْا فَلَمَّا أَلْقَوْا ﴾ ای حبالهم و عصيّهم مفعول محذوف ہے۔

۱۲۰۔ ﴿وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ﴾ بغویؒ معالم التنزیل والے فرماتے ہیں کہ ماضی مجہول کا صیغہ ہے یعنی
اور ڈال دیئے گئے جادوگر سجدے میں گر ۔ بعض دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ رب تو مجہول
رب کی قدرت نے ان کو مجبور کردیا کہ وہ جادوگر سجدے میں گر پڑے جادوگر سجدے میں۔
کا صیغہ لیکن معنی اس کے معروف کے ہیں گر پڑے جادوگر سجدے میں۔

۱۲۴۔ ﴿لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُم مِّنْ خِلَافٍ﴾
من خلاف کا یہ معنی کہ دایاں ہاتھ کاٹوں گا بایاں پاؤں کاٹوں گا۔ اور بعض نے من کو تعلیلیہ بھی قرار دیا ہے
معنی یہ ہوگا کہ تمہارے ہاتھ اور تمہارے پاؤں کاٹ دوں گا لاجل المخلاف تم نے میری مخالفت کی اس تفسیر میں
دونوں ہاتھ دونوں پاؤں ہیں۔

اب یہاں دو باتیں ہیں کہ آیا یہ سزا ان کو دی تھی یا نہیں دی تھی، یہ جو کہا کہ میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں کاٹوں گا
اور تم کو سولی پر چڑھاؤں گا کیا اس کی نوبت آئی تھی یا نہیں۔ تفسیر کبیر، روح المعانی، ابن جریر طبری اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ
میں تصریح ہے ابن عباسؓ سے اور عبید بن عمیر تابعی سے حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ستر آدمی اول النہار میں جادوگر
تھے اور آخر دن میں وہ شہید ہو گئے تو معلوم ہوا کہ ستر آدمیوں کو شہید کردیا گیا۔

روافض کا قول صحابہ کرامؓ کے بارے میں:

دوسری بات دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ اس امت کا درجہ دوسری امتوں سے زیادہ ہے، آپ چوتھے پارے
میں پڑھ چکے ہیں ﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾

اب یہاں ایک عجیب بات ہے یہ موسیٰؑ کے مقابل تھے جادوگر، اب بن گئے ان کے صحابی امتی۔ فرعون نے
دھمکی دی اور ان میں ستر کو سولی پر لٹکایا لیکن انہوں نے ایمان نہیں چھوڑا، وہ موسیٰؑ کے امتی ادنیٰ ہو کر بھی ایمان کو نہ
چھوڑے اور اب روافض کہتے ہیں، کہ ہمہ مرتد گشتند سوائے سہ کس یا چہار کس کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد تمام صحابہ
مرتد ہو گئے سوائے تین یا چار کے۔

حضرت حذیفہؓ ہیں مقدادؓ ہیں عمارؓ ہیں ان کے بارے میں تو کہتے ہیں سلمان فارسیؓ کے بارہ میں تردد
کرتے ہیں کہ مرتد ہوا یا نہیں اور ان کی کتاب اصول کافی تک میں موجود ہے، اس کا مطلب تو ہوا کہ آنحضرت ﷺ
معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد سب پیغمبروں سے ناکام نبی تھے۔

۱۲۷۔ ﴿وَقَالَ الْمَلَأُ مِن قَوْمِ فِرْعَوْنَ﴾
پہلے تھا کہ جو جادوگر مسلمان ہوئے تھے ان کو فرعون نے کہا کہ میں تم کو سولی پر چڑھاؤں گا اس پر فرعون کی قوم
کے سرداروں نے کہا کہ ان کو تو سزا دیتا ہے اور اصلی دشمن موسیٰؑ اور اس کی قوم کو یوں چھوڑتا ہے تاکہ وہ زمین میں فساد
کریں حالانکہ انہوں نے تجھے اور تیرے اللہ کو چھوڑ رکھا ہے۔

۱۲۰۔ ﴿وَآلِهَتَكَ﴾
اس کا معنی تفسیر خازن اور تفسیر بیان القرآن وغیرہ میں ہے کہ فرعون نے اپنی تصویریں لوگوں کو دی تھیں کہ
میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں میری موجودگی میں تو مجھے سجدہ کرو اور میری غیر حاضری میں میری تصویروں کو میرے نائب سمجھو

۱۲۹﴿فَيَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾
اہل بدعت کا لوگوں کو ایک مغالطے میں ڈالنا
اہل بدعت نے لوگوں کو ایک مغالطے میں ڈالا ہے کہ دیکھو یہ وہابی کہتے ہیں کہ اب حاضر ناظر ہے تو حاضر ناظر تو وہ ہوتا ہے جس کی آنکھیں ہوں تو اس سے تو حق تعالیٰ کا جسم ثابت ہوگا، میں نے تہذیب النواظر میں ایک بہت تفصیلی بحث کی ہے، میں نے کہا دیکھو تمہاری یہ منطق کئی طریقے سے باطل ہے، ایک دلیل میں نے یہ بھی پیش کی ہے دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں ولیستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون تو یہاں نظر کی نسبت اللہ کی طرف ہوئی یا نہیں قرآن کو تو مانو، اللہ ناظر نہیں تو ینظر کا کیا معنی باقی دیکھنا اس کی شان کے لائق ہے جس کی آنکھیں تو نہیں کہ جس سے جسمانیت ثابت ہو۔

﴿وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ﴾
ربط: فرعون کا اور موسیٰ کا واقعہ چلا آرہا تھا کہ فرعون اور اس کی قوم نے جب حق کو نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو قحط سالی میں مبتلا کر دیا اور ان کے پھلوں کو کم کر دیا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

﴿يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ﴾
تطیر کے لفظی معنی ہوتے ہیں پرندہ اُڑانا، یہ کفار کا طریقہ تھا کہ مثلاً اپنے گھر سے نکلتے صبح ہو رہے تو قریب جو درخت ہوتا تھا اس پر پتھر پھینکتے تھے اگر پرندہ دائیں جانب اُڑ جاتا تو کہتے تھے کہ ہمارا کام بن گیا اور اگر پرندہ بائیں طرف کو اُڑتا تو کہتے تھے کہ کام نہ بنا، تجارت کیلئے جاتے، کسی سے لڑنے کے لئے جاتے تو ان پرندوں کو اڑا کر نیک فالی یا بد فالی حاصل کرتے۔ تو لفظی معنی تطیر کے پرندے اُڑانا اور اس کا لازمی معنی ہے بدفالی یا نیک فالی حاصل کرنا۔

۱۳۲﴿مَهْمَا﴾ حرف شرط ہے "جب کچھ" کے معنی میں ہے۔

۱۳۳﴿فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ﴾
امام بخاری کتاب تفسیر میں یہ معنی کرتے ہیں الموت الکثیر یعنی ایسی بیماری اٹھی کہ جلدی جلدی سب ہلاک ہونا شروع ہوگئے۔
دوسرا معنی یہ ہے کہ ان پر سیلاب آیا اور سیلاب آ کر ان کے گھروں میں گھس گیا اور اس سیلاب میں ان کے تمام اموال بھی برباد ہوگئے۔
تیسرا معنی یہ ہے کہ ہوا اتنی تیزی سے چلی کہ تمام نظام درہم برہم ہوگیا۔

۱۳۳﴿آيَاتٍ مُّفَصَّلَاتٍ﴾
حضرت موسیٰ کو نو نشانیاں دی گئیں ان کی تفصیل:
قرآن کریم میں دو مقام پر تسع آیات کے لفظ آئے ہیں کہ موسیٰ کو ہم نے نو نشانیاں دیں ایک سورۃ بنی اسرائیل کے آخر میں اور ایک سورۃ نحل کے ابتداء میں، وہ نو نشانیاں یہ ہیں۔
قاضی بیضاوی اور دیگر حضرات اور حضرت تھانویؒ یہ بیان فرماتے ہیں ایک نشانی ہے عصا دوسری نشانی ید بیضاء تیسری نشانی بالسنین (قحط سالی) چوتھی نشانی نقص من الثمرات (پھلوں کی کمی) پانچویں طوفان چھٹی جراد ساتویں قمل آٹھویں ضفادع نویں الدم۔

جبکہ جمل والے وغیرہ بزرگ فرماتے ہیں کہ یہ سنین اور نقص من الثمرات ایک ہے دو نہیں ہیں جب یہ دونوں ایک
''ربنا اطمس علی اموالھم''
ہی تو ایک کی کمی ہوئی وہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ آگے سورۃ یونس میں آئیگا۔

۱۳۷۔ ﴿الَّتِیْ بٰرَکْنَا فِیْھَا﴾

التی بارکنا فیھا سے کونسی زمین مراد ہے؟
اس سے کونسی زمین مراد ہے؟ معالم التنزیل، روح المعانی، ابن کثیر وغیرہ تفسیروں میں ہے کہ یہ ارض مقدسہ
ہے اور اس لئے وہاں برکت فرمائی کہ ظاہری برکتیں بھی ہیں باطنی بھی۔ ظاہری برکتیں تو یوں ہیں کہ سرسبز علاقہ ہے ٹھنڈا
ہے میوے ہیں پانی صاف ستھرا ہے اور باطنی یوں ہے کہ بے شمار پیغمبروں کا مدفن ہے تو وہ زمین جو کہ برکت والی تھی شام
کا علاقہ اس کا تم کو ہم نے مالک بنادیا لیکن فوراً نہیں بلکہ چالیس سال کے بعد حضرت یوشع بن نونؑ کے زمانے میں امام
لیث بن سعد مصریؒ فرماتے ہیں کہ اس سے مصر کی زمین مراد ہے، اگر مصر مراد ہے تو التی بارکنا فیھا اس لئے
فرمایا کہ مصر کا علاقہ سرسبز ہے اور وہاں حضرت یوسفؑ رہے حضرت یعقوبؑ، حضرت موسیٰؑ، و ہارونؑ کی باطنی برکتیں
تھیں۔ حضرت بغویؒ یہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ان میں کوئی تعارض نہیں اپنے وقت پر شام کے وارث بھی بنے
اپنے وقت پر مصر کے وارث بھی بنے۔

۱۳۷ ﴿بِمَا صَبَرُوْا﴾

میں ما مصدریہ ہے تو معنی ہے بصبرھم یا موصولہ ہے تو ہوگا بما صبروہ۔

۱۳۷۔ ﴿وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ﴾

اور جو وہ چھتیں بناتے تھے یاد رکھیں یہاں چھتوں سے حسی چھتیں مراد نہیں ہیں بلکہ ان کے منصوبے مراد ہیں۔

۱۳۸۔ ﴿فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْکُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّھُمْ﴾

کہتے ہیں کہ کنانی قوم تھی جو بنی اسرائیل کے مدمقابل تھے ان میں سے کسی نے گائے کا مجسمہ بنا رکھا تھا کسی
نے کسی اور چیز کا اور ان کے سامنے وہ سر جھکاتے تھے۔

۱۴۱۔ ﴿یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ﴾

علامہ ابوالسعودؒ فرماتے ہیں یسومونکم ای یؤلونکم جو دیتے تھے بُرا عذاب تمہیں۔
علامہ سیوطیؒ وغیرہ فرماتے ہیں یذیقونکم تمہیں چکھاتے تھے۔

۱۴۱۔ ﴿یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَکُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَکُمْ﴾

جمہور یستحیون کا مجرد مادہ حیاۃ کے لیتے ہیں کہ تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔
صاحب کمالین کہتے ہیں کہ اس کا مجرد مادہ حیاء بکسر الحاء ہے جس کے معنی عورت کی شرمگاہ ہوتی ہے تو یستحیون کا
معنی ہے کہ تمہاری عورتوں کی شرمگاہوں کی تلاشی لیتے تھے تلاشی کا یہ معنی کہ حمل دیکھتے تھے کہ کونسی عورت حاملہ ہے اور
کونسی غیر حاملہ۔

۱۴۲۔ ﴿وَفِیْ ذٰلِکُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ عَظِیْمٌ﴾

بعضوں نے بلاء کے معنی کئے ہیں انعام اور بعضے کہتے ہیں آزمائش یہ کیوں؟ یہ اس لئے کہتے ہیں کہ ذالکم
کے مشار الیہ میں اختلاف ہے اگر ذلکم کا مشار الیہ ہو اذانجینکم یعنی نجات تو پھر بلاءؔ کے معنی انعام کے ہوں گے

اگر ذالکم کا مشار الیہ سوء العذاب ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا آزمائش اور امتحان۔

۱۴۲۔﴿وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً﴾

ربط: موسیٰ کا واقعہ چلا آ رہا ہے، جس وقت موسیٰ اور ان کی قوم نے دریا عبور کرلیا پار چلے گئے وادی تیہ میں تو کہا حضرت پہلے تو فرعون ہمارا حاکم تھا اور ہم اس کے پاس غلامی کی زندگی گزار رہے تھے اور اس کا قانون ہم مانتے تھے مجبوراً، اب ہم آزاد قوم کی حیثیت رکھتے ہیں ابھی ہمیں تورات دیں اب یہاں تفسیریں دو ہیں۔

تفسیر ابن جریر طبری، روح المعانی، درمنثور ابن کثیر وغیرہ میں یہ بات ہے کہ تیس دن وہاں انتظار کیا اور پھر موسیٰ نے مسواک کی کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دس روزے اور رکھو پھر آکر تورات لینا۔ تیس دن پہلے کیے اور دس دن اور روزے رکھنے پڑے۔

دوسری تفسیر بھی ان تفسیروں میں ابن جریر وغیرہ میں ملے گی کہ تیس راتیں تو انتظار کی تھیں، تورات کی دس تختیاں تھیں روزانہ ایک ایک تختی ملتی رہی فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ کہ دس راتیں وہاں مزید گزارنی پڑیں۔

۱۴۳۔﴿قَالَ رَبِّ اَرِنِیْٓ﴾

بعض تفسیروں میں آپ کو ارنی نفسک ملے گا اور بعض تفسیروں میں ارنی ذاتک ملے گا یہ تفسیر آپ کو جلالین تک ملے گی۔

۱۴۳۔﴿فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ﴾

## اللہ نے جس پہاڑ پر تجلّی ڈالی یہ تجلّی کتنی تھی؟

اللہ نے جس پہاڑ پر تجلّی ڈالی یہ تجلّی کتنی تھی؟ مستدرک حاکم، مسند احمد، ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ چھوٹی انگلی کا آگے جو سرا ہے اس کا نصف حصہ تجلی رب نے ڈالی تجلی پہاڑ پر پڑی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گرے، ہوش آیا تو کہا "سبحانک تبت الیک وأنا أوّل المؤمنین" اس مقام پر ماننے والوں میں، میں سب سے پہلا ہوں۔ یہ پہاڑ کونسا تھا تو اکثر تو کہتے ہیں کہ یہ پہاڑ طور تھا پھر اللہ تعالیٰ نے اسکو ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ بعض تفسیروں میں آپ کو ملے گا کہ اس پہاڑ کا نام ہے "زبیر" ایک شاعر کہتا ہے

دل میں آتا ہے لگا دوں آگ کوہ طور کو: پھر خیال آتا ہے موسیٰ بے وطن ہو جائے گا۔

اب یہاں زمخشری بہت خوش ہے کہتے ہیں کہ موسیٰ پیغمبر تو خدا کا دیدار نہ کر سکے، رؤیت ان کو نصیب نہ ہوئی تو گدھے کہتے ہیں کہ قیامت کے دن رب کا دیدار ہوگا۔

جواب اس کو یہ دیتے ہیں کہ دنیا کا حکم اور ہے آخرت کا حکم اور ہے یہاں کی چیزوں کو وہاں پر اور وہاں کی چیزوں کو یہاں کی چیزوں پر قیاس کرنا نری جہالت ہے۔

۱۴۴۔﴿يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا﴾

اب یأخذوا باحسنها کا کیا معنی؟ ایک تفسیر یہ کرتے ہیں کہ یہ احسن قید اتفاقی ہے سب ہی أحسن ہے سب کو لو۔ دوسرا یہ کرتے ہیں کہ عطف تفسیر ہے بعض چیزیں ہوتی ہیں رخصت بعض چیزیں ہوتی ہیں عزیمت۔ تو رخصت کی طرف مت جاؤ بلکہ تم عزیمت کو لو جو احسن ہے۔

۱۴۵۔ ﴿سَاُرِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾

دار فاسقین سے کیا مراد ہے؟

تفسیر معالم التنزیل، کبیر، روح المعانی وغیرہ میں یہ تفسیر بھی ملے گی کہ دار الفاسقین سے مراد ہے مصر یعنی یہ جو بنی اسرائیل تھے پھر واپس مصر میں آئے۔ جہاں فرعون، ھامان اور قارون جیسے فاسق رہتے تھے اس مصر پر ان کا اقتدار تھا تو دار الفاسقین سے مصر مراد ہے۔

یہ تفسیر بھی روح المعانی، مدارک وغیرہ میں ملے گی کہ دار الفاسقین سے شام کا علاقہ مراد ہے کیونکہ وہاں جو لوگ رہتے تھے نافرمان تھے۔ عنقریب ان پر تمہاری فتح ہوگی۔

تیسری تفسیر کبیر اور البحر المحیط وغیرہ میں یہ ملے گی کہ دار الفاسقین سے جہنم مراد ہے دنیا میں برے کام کرلو عنقریب دیکھنا دار الفاسقین میں آپ کو نظر آئے گا۔

۱۴۸) ﴿وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰی مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ﴾

وہ بچھڑا کیسے تھا؟ آپ کو دونوں تفسیریں ملیں گی ایک یہ کہ سونے چاندی ہی کا تھا اور آواز مٹی ڈالنے کی وجہ سے نکلی تھی اور یہ بھی آپکو ملے گا کہ لحماو دما گوشت خون کا بچھڑا بن گیا صاحب جلالین وغیرہ یہ معنی کرتے ہیں اور شاہ عبدالقادرؒ وغیرہ فرماتے ہیں کہ نہیں سونے کا سونا رہا چاندی کی چاندی رہی صرف مٹی ڈالنے کی وجہ سے اس سے ٹائیں ٹائیں کی آواز آنے لگی۔

﴿اتَّخَذُوْهُ﴾ مفعول ثانی محذوف ہے ای اتخذوہ الھا.

۱۴۹۔ ﴿وَلَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَيْدِيْهِمْ﴾

جب نادم اور پشیمان ہوگئے۔ تفسیر کبیر، السراج المنیر، بیضاوی، ابوالسعود وغیرہ میں ہے کہ ایک آدمی نے کام کیا۔ کام کرنے کے بعد اس میں ناکام ہوجائے تو اس کو غصہ آئے گا وہ نیچے گر کر اپنے ہاتھ کو کاٹے گا۔

سقط فوہ فی یدہ اس کا معنی ہے کہ اس کا منہ اس کے ہاتھ میں گرا کہ ہائے میں نے یہ کیا کیا تو اس وقت یہ کارروائی کرے گا جب کہ نادم اور پشیمان ہو یہ لغوی معنی ہوا اور محاورے کا معنی یہ ہے کہ نادم اور پشیمان ہوا۔

۱۵۰۔ ﴿وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤی اِلٰی قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا﴾

اب یہ اسفاً کیا ہے؟ حال متداخل بھی بنایا ہے اور مترادف بھی حال مترادف کا یہ معنی کہ لفظ موسیٰ ذوالحال غضبان حال، اسفاً حال۔

لوٹے موسیٰ قوم کی طرف دراں حالیکہ غصے میں تھے دراں حالیکہ افسوس میں تھے اور حال متداخل بھی بناتے ہیں وہ یہ کہ لفظ موسیٰ کو ذوالحال، غضبان کو حال پھر اس حال کو پھر ذوالحال بنا پھر آگے اسفاً اس سے حال بناؤ دونوں ترکیبیں آپ کو ملیں گی تمام تفسیروں میں۔

۱۵۰۔ ﴿وَاَلْقَی الْاَلْوَاحَ﴾

## حضرت موسیٰ کا اپنے بھائی کو داڑھی سے کھینچنا:

تفسیر کبیر، روح المعانی وغیرہ میں کہ حضرت موسیٰ کو غصہ آیا اور یہ سمجھے کہ میرا بھائی نرم مزاج ہے (مزاج اپنا اپنا تھا ان کا، موسیٰ جلالی تھے اور ھارون جمالی) خیال یہ کیا کہ اس کی نرمی نے کام خراب کیا یہ وہم ہوا اور تختیاں نیچے جلدی

سے رکھیں ہاتھ فارغ کر کے ان کی داڑھی کو کھینچا اور سر کو بھی۔

یہاں سے دیکھیے پیغمبر کی توہین نہیں کی اصل مقصود یہ ہے کہ خدا کی توحید بگڑی اور تم نے یہ نرمی کی تو سارا غصہ رب کی توحید کی وجہ سے تھا۔ مقصود بالذات پیغمبر کی توہین نہیں تھی۔ یہ خیال کیا کہ ھارون نے شاید پورے جوش خروش کے ساتھ مسئلہ بیان نہیں کیا۔ تو یہ جلدی سے رکھنے کو القاء سے تعبیر کیا یہاں توہین نہیں ہے۔

کبیر، روح المعانی میں ہے کہ جلدی سے وہ تختیاں نیچے رکھیں جیسے کہ نیچے ڈال دی جاتی ہیں۔

۱۵۳﴿ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعۡدِهَا ﴾

اس بعدھا میں ھا کی ضمیر راجع ہے تابوا میں توبۃ مصدر کی طرف بے شک رب تیرا اس توبہ کے بعد غفور رحیم ہے اور ثم تابوا من بعدھا میں ھا ضمیر راجع ہے السیئات کی طرف۔

۱۵۴﴿ وَفِي نُسۡخَتِهَا ﴾

یہ نسختھا مصدر ہے اور مبنی للمفعول کے معنی میں ہے معنی یہ ہے فیما کتب فیھا اس میں جو تختیوں میں کہا گیا تھا وہ ہدایت تھی رحمت تھی ایسی قوم کیلئے جو اپنے رب سے ڈرتی ہے۔

۱۵۵﴿ وَٱخۡتَارَ مُوسَىٰ قَوۡمَهُۥ سَبۡعِينَ رَجُلٗا لِّمِيقَٰتِنَا ...... ﴾

یہ ستر آدمی کس لئے لے گئے تھے؟ تو ایک تفسیر یہ ہے کہ یہ ستر آدمی اس لئے ساتھ لے گئے تھے تاکہ تورات میں کچھ نرمی کا سوال کریں۔

دوسری تفسیر آپ کو خازن وغیرہ میں یہ بھی ملے گی کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کی طرف سے معذرت کیلئے گئے تھے کہ اے اللہ ان نادانوں نے جو غلطی کی ہم اس کی معذرت چاہتے ہیں۔

قومہٗ اصل میں ہے من قومہ منصوب ہے بنزع الخافض. اھلکتھم من قبل ای من قبل مجیئھم الیک.

۱۵۷﴿ وَيُحِلُّ لَهُمُ ٱلطَّيِّبَٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيۡهِمُ ٱلۡخَبَٰٓئِثَ ﴾

تحلیل اور تحریم اللہ تعالیٰ کے اوصاف میں سے ہیں:

شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ میں مستقل باب قائم کیا ہے۔ " التحلیل والتحریم من أوصاف اللّٰہ تعالی " یہ رب کی صفت ہے مخلوق میں کوئی حرام حلال نہیں کر سکتا، کہتے ہیں کہ جب مخلوق کی طرف اسناد ہو حلت اور حرمت کی تو اگر پیغمبر ہو تو معنی یہ ہوگا کہ ان کا کسی چیز کو حلال یا حرام بیان کرنا قطعی دلیل تھی اور اگر امام ہو مجتہد اس کی طرف تحلیل اور تحریم کی نسبت ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس نے حلت و حرمت کی کڑی نص سے ملا دی، خود مخلوق میں کوئی حلال حرام نہیں کر سکتا۔

اہل حق کا یہ مسلک ہے۔ ہم نے اس کے حوالے "دل کے سرور" کتاب میں دیئے ہیں۔

۱۵۸﴿ قُلۡ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّي رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيۡكُمۡ جَمِيعًا ﴾

ربط: پہلے فرمایا کہ اس نبی اُمی ﷺ کو تورات میں پاتے ہیں انجیل میں بھی پاتے ہیں اب ان کی زبانی اعلان کروایا کہ یایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا میرا ذکر انجیل میں تھا تورات میں تھا میں آچکا۔

۱۶۳﴿ وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ﴾
ربط: اوپر بھی بنی اسرائیل کی بدعنوانیوں کا نافرمانیوں کا ذکر تھا کہ بچھڑے کی پوجا کی یہ کیا وہ کیا اسی سلسلے میں ان کی ایک اور نافرمانی کا ذکر ہے۔
یہاں تفسیر در منثور، روح المعانی، مظہری، معالم التنزیل وغیرہ میں آپ کو ملے گا کہ دور تھا حضرت داؤد کا اور یہ شہر ایلہ تھا یہ لوگ مچھلیوں کا شکار کرتے تھے کھاتے بھی تھے اور دور دراز تک بھیجتے بھی تھے ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابندی لگی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۱۶۴﴿ قَالُوْا مَعْذِرَةً إِلٰى رَبِّكُمْ﴾
ای قالوا نعظہم معذرۃ یہ معذرۃ مفعول لہٗ ہے ہم ان کو نصیحت کرتے ہیں کہ رب کے ہاں عذر کریں کہ پروردگار ہم نے آخر وقت تک ان کو سمجھایا کہ شاید اس تجاوز سے وہ باز آئیں۔

۱۶۵﴿ وَأَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾
جن لوگوں نے نہ خود شکار کیا اور نہ شکار کرنے والوں کو روکا ان کا کیا بنا؟
یہاں حضرت عکرمہؓ سے حضرت ابن عباسؓ نے سوال کیا کہ گروہ تین تھے ایک مچھلیوں کا شکار کرنے والا اور ایک آخر تک روکنے والا ان دونوں کا ذکر تو آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو نجات دی۔ اور جو مچھلیوں کا شکار کرتے تھے ان کو بندر اور خنزیر بنایا۔ تو تیسرا گروہ جنہوں نے کچھ دن منع کیا پھر چپ ہو گئے ان کا کیا بنا۔ بچے یا عذاب میں آئے تو کہا کہ بچ تو گئے کیونکہ مچھلیوں کا شکار بھی نہیں کیا اور انہوں نے منع بھی کیا لیکن چونکہ ان کا چپ رہنا اچھی بات نہ تھی رب نے ان کا ذکر بھی نہ کیا ان کی خاموشی کوئی مستحسن بات نہ تھی۔

۱۶۹﴿ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ﴾
ایک ہوتا ہے خَلَف لام کے فتحہ کے ساتھ جیسا فلاں فلاں کا خَلَفُ الرشید ہے اس کا معنی ہوتا ہے صحیح جانشین اور ایک ہے خلف لام کے سکون کے ساتھ اس کے معنی ہیں نااہل جیسا کہیں کہ فلاں فلاں کا خلْف ہے تو معنی ہونگے نااہل جانشین ہے۔

۱۷۲﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾
ربط: سبق الغایات اور بیان القرآن وغیرہ میں یہ ربط لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کے واقعات بیان کیے نوحؑ سے لے کر موسیٰؑ کی قوم تک کے حالات بتلائے آگے فرماتے ہیں کہ پیغمبروں نے جو توحید کا سبق پیش کیا تھا یہ تو انہی لوگوں نے وعدہ کیا تھا میثاق کے دن کہ ہم تجھے رب مانیں گے پیغمبر تو وعدہ یاد دلانے کیلئے آئے یعنی پیغمبروں نے جو سبق پیش کیا تھا ''یقوم اعبدوا اللّٰہ مالکم من الٰہ'' تو اس کو تو انہوں نے میثاق والے دن خود مانا تھا پیغمبر تو اس وعدے کی یاد دہانی کے لئے آئے اس کا ذکر ہے۔

۱۷۵﴿وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِيْ اٰتَيْنَاهُ﴾
بلعم بن باعورہ کا واقعہ:
ربط: بیان القرآن میں ہے کہ وعدہ تو لیا تھا لیکن دنیا میں وعدہ شکن لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں سے ایک کا واقعہ یہ ہے کہ موسیٰ کے وقت میں ایک ولی تھا جس کا نام بلعم ابن باعورہ تھا، اس کے ہاتھ پر عجیب وغریب کرشمے ظاہر ہوتے تھے،

لوگ آئے موسیٰ کے خلاف بددعا کی درخواست کی۔۔آخر اس نے بددعا کر دی۔۔زبان لٹک گئی۔۔۔

۱۷۶ ﴿الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا﴾

پہلے کافروں کا ذکر تھا آگے انہی مکذبین کا ذکر ہے۔

۱۸۷ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ﴾

ربط: اوپر قیامت کا اجمالی ذکر تھا آگے آپ ﷺ سے پوچھا کہ بتائیں قیامت کب قائم ہوگی؟ مرسٰها یہ مصدر میمی ہے۔

۱۸۷ ﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا﴾

تفسیر ابوالسعود میں ہے اور بھی تفسیروں میں ہے کہ كانك حفيّ عنها اى عليم بها. احفيت بالمسئلة اذا سئلتها حتىٰ علمتها تو لفظی معنی ھی کے کھوج لگانا۔

۱۸۸ ﴿وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ﴾

مولوی محمد عمر صاحبؒ کا اس آیت سے غلط استدلال:

مولوی محمد عمر صاحب نے اپنی کتاب مقیاس حنفیت میں یہ لکھا کہ حنفی کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم نہیں اور میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم تھا میں اس آیت سے ثابت کرتا ہوں اس کی تقریر یوں ہے کہ اگر میں غیب کا علم جانتا ہوتا تو میں خیر کثرت سے حاصل کرتا تو آپ ﷺ سے بڑھ کر خیر کس نے حاصل کی آپ ﷺ سے بڑھکر نیکیاں کس کی ہیں تو معلوم ہوا کہ غیب جانتے ہیں۔

میں نے ازالۃ الریب میں بحث مکمل کر دی میں نے کہا مولوی صاحب! ہوش میں رہیے یہاں خیر کا تقابل بدی اور شر سے نہیں ہے یہاں تقابل سوء سے ہے معنی یہ کہ اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اپنے لئے تکلیف سے بچنے کا انتظام پہلے کر لیتا اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو احد کے مقام پر عتبہ بن ابی وقاص مجھے پتھر کیوں مارتا میرا دانت کیوں شہید ہوتا مجھے معلوم ہوتا کہ عبداللہ ابن ابی مجھ پر تلوار چلاتا ہے تو میں پہلے نہ دفاع کر لیتا۔

۱۸۹ ﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ......﴾

ربط: اُوپر ذکر تھا کہ میں اپنی جان کیلئے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں آگے توحید کا مسئلہ بتاتے ہیں کہ پیدا کرنے والا بھی وہی، حاجتیں پوری کرنے والا بھی وہی غیروں کے پاس کچھ بھی نہیں ہے سارا رکوع کوٹ کوٹ کر توحید کے اثبات اور کفر وشرک کے رد سے بھرا ہوا ہے۔

۱۹۰ ﴿فَلَمَّا اٰتٰهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ﴾

حضرت حواء کا اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تردید:

جب دیا اچھا بھلا تو رب کے شریک بنائے اس میں جو رب نے دیا۔

اب یہاں دو تفسیریں ہیں ایک تفسیر آپ کو جلالین تک ملے گی ترمذی وغیرہ کی روایت کے حوالے سے کہ آدمؑ اور حواء کا بچہ نہیں ہوتا تھا، پیدا ہوتا تھا مر جاتا تھا پیدا ہوتا تھا مر جاتا تھا ابلیس لعین آیا اس نے حضرت حواؑ کو پھسلایا کہا کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام رکھ لینا عبدالحارث اور حارث ابلیس کے ناموں میں سے ایک نام تھا چنانچہ انہوں نے ایسا کیا کہ اس بچے کا عبدالحارث نام رکھا اور وہ دیا رب نے اور شرک کیا یہ شرک بالتسمیہ ہے اس حدیث کو تسلیم کر کے اس

کی پھر تاویلیں کرتے ہیں کہتے ہیں بات اصل میں یہ ہے کہ ذہن ذہن کا فرق ہوتا ہے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ اگر مومن کہے انبت الربیع البقل تو اور معنی ہے دہریہ کہے تو اس کا اور معنی ہے یہ صاف ذہن کے تھے آدم علیہ السلام کاشت بھی کرتے تھے حارث بھی تھے۔ اور عبد کے معنی غلام کے بھی آتے ہیں تو انہوں نے یہ تعبیر کی کہ عبدالحارث کا معنی اپنے باپ کا خادم ہوگا لیکن لفظاً شرک بالتسمیہ تھا اس کی رب تعالیٰ نے تردید کی روایت ترمذی، مسند احمد، مستدرک اور جلالین میں نقل کی ہے۔ دوسری تفسیر ابن جریر طبری، روح المعانی وغیرہ تمام تفسیروں میں ہے اور اسی تفسیر کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنے فارسی ترجمہ فتح الرحمٰن میں لیا ہے کہتے ہیں کہ پہلے هو الذی خلقکم من نفس واحدۃ سے حضرت آدمؑ وحوا علیہما السلام کا ذکر ہے اب یہ انکی نوع میں جوڑے کا ذکر ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی سے مجامعت کرتا ہے بیوی حاملہ ہوتی ہے دعائیں کرتے ہیں کہ اے اللہ نیک صالح بچہ دے جب بچہ دیا تو پھر اس کے شریک بنائے نام رکھا اس کا پیراں دتا، عبدالرسول، عبدالنبی۔

تو پہلے ذکر تھا حضرت آدمؑ وحواء کا اور آگے ان کی نسل کا ذکر ہے۔ قرینہ ہے فتعلی اللہ عما یشرکون جمع لائے یشرکون، اس کو کہتے ہیں التفات اور قرآن میں یہ بکثرت ہے۔

۱۹٤ ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ﴾

اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ یہ بتوں کے بارے میں ہے کہ جن کے ناموں پر انہوں نے بت بنا رکھے ہیں ان کو تم پکارو یا چپ رہو وہ تمہارا کیا کر سکتے ہیں۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ اصل شخص بھی ہو تو معنی ہوگا کہ کیا ان کے پاؤں ہیں ایسے کہ تجھ تک پہنچ سکیں ہاتھ ہیں ایسے جو پکڑ سکیں آنکھیں ہیں جو تم کو دیکھ سکیں۔

۲۰٤ ﴿وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾

امام بیہقیؒ "کتاب القراءۃ میں، حافظ ابن تیمیہؒ اپنے فتاوی میں اور مولانا عبدالرحمٰن پشاوری جو بعد میں غیر مقلد ہوئے اپنی کتاب اعلام اعلام میں نقل کرتے ہیں کہ امام احمد نے فرمایا کہ "اجمعوا علی انها نزلت فی الصلوٰۃ" امت کا اجماع ہے کہ اس آیت کا شانِ نزول نماز ہے۔

## سورۃ الانفال

۱۔﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنفَالِ قُلِ الْأَنفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ٥﴾

ربط: پہلی سورۃ میں کفار کے ساتھ مقابلہ تھا باللسان حجت و دلیل کے لحاظ سے۔ اس میں کفار کے ساتھ مقابلہ ہے بالسیف والسّنان۔ معاملہ اس میں کفار کے ساتھ تھا دلیل اور برھان پیش کئے گئے تھے شرک کا رد کیا گیا اور اس میں معاملہ ہے ان کے ساتھ تلوار کے ساتھ رب نے تلوار کا غلبہ بھی مسلمانوں کو عطا فرمایا۔

شان نزول:

غزوہ بدر میں کچھ غنیمت حاصل ہوئی مسلمانوں کو۔۔۔۔۔۔ تقسیم میں اختلاف ہوا۔۔۔۔۔۔ اللہ نے اس کا حکم نازل فرمایا۔۔۔۔۔۔ انفال یہ جمع ہے نفل کی، نفل کہتے ہیں زیادتی کو (زائد چیز کو) اس لئے نفل روزے کو نفل کہتے ہیں اور غنیمت کو نفل اس لئے کہا کہ اصل مقصد تو اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور یہ غنیمت زائد ہے تو نفل کے معنی لغوی طور پر زائد کے ہیں غنیمت کو نفل اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مقصود سے زائد ہے۔

۵﴿كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ﴾

آپ کو جلالین تک ملے گا حالھم فی کراھیتھم بذالک کحالھم فی کراھیۃ من خروج یہ غنیمت کے مال میں جو لوگ لڑے وہ طبعی طور پر پسند نہ کرتے تھے کہ دوسروں کو ملے۔ طبعی طور پر یہ ناپسند ایمان کے خلاف نہیں ان کا یہ حال اس کے ناپسند کرنے میں ایسا ہی تھا جیسا کہ جب آپ ﷺ مدینہ سے نکلے تو طبعی طور پر انہوں نے اس کو پسند نہیں کیا۔

۷﴿إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ﴾

### طائفتین سے کیا مراد ہے؟

اس میں طائفتین سے مراد ہے ایک طائفہ ابوسفیان کا تھا تجارت والا قافلہ جس میں ساٹھ آدمی تھے ہزار اونٹ تھے پچاس ہزار دینار کا سامان تھا اور دوسرا طائفہ جو ابوجہل کی قیادت میں مکہ سے لڑنے کیلئے آیا تھا تو رب نے کہا کہ ایک طائفہ تم کو ملے گا۔

۱۶﴿وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ﴾

یہ جملہ مبتدا ہے اور فقد باء بغضب یہ جملہ خبر ہے اور درمیان میں جملہ معترضہ ہے۔

۱۷﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ﴾

اہل بدعت اس آیت مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو خطاب کر کے فرما رہے ہیں کہ آپ نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی حالانکہ ظاہری طور پر تو آپ ﷺ نے پھینکی تھی تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہے نبی جو ہوتا ہے رب سے جدا نہیں ہوتا تو نبی سے مدد مانگنا جائز ہے نبی سے مدد مانگو رب سے مدد مانگو دونوں برابر ہیں۔ جواب میں مختصراً عرض کر دیتا ہوں کہ آخری حصہ سے اگر یہ ثابت ہوتا ہے تو آیت کا ابتدائی حصہ بھی تو دیکھو، کہ فرمایا فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم (تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ رب نے ان کو قتل کیا۔) تو قتل تو کیا تھا حضرت علیؓ نے حضرت حمزہؓ نے حضرت ابوعبیدؓ نے تو ان کو بھی تو رب مانو۔ بات تو صرف اتنی ہے کہ تمہارے بس میں کچھ نہ تھا رب تعالیٰ نے تمہاری مدد کی ذالکم مبتدا ہے خبر محذوف ہے البلاءُ حق۔

۲۰۔﴿ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ﴾
ربط: اوپر غزوہ بدر کا ذکر تھا اس میں کامیابی دی اس لئے کہ تقویٰ اور حضور ﷺ کی فرمانبرداری کا جذبہ تم میں [illegible]
وجہ الکمال: تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آئندہ کیلئے اس کو اپنا شعار بنالو تقویٰ اور اطاعت کرو گے تو فتح ملے گی۔

﴿وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾
اس میں وہ کی ضمیر راجع ہے لفظ اللہ کی طرف۔
دوسری تفسیر یہ ہے کہ حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔
تیسری تفسیر یہ ہے کہ اطیعوا اللہ میں اطاعت جو مصدر ہے اس کی طرف راجع ہے اور مصدر مذکر و مؤنث دونوں ہوتا ہے۔

۲۴۔﴿ اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾
شیخ الہندؒ ترجمہ کرتے ہیں کہ روک لیتا ہے اللہ تعالیٰ۔
بیان القرآن میں حضرت تھانویؒ نے ترجمہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی اور اس کے قلب کے درمیان تفسیر بیان القرآن میں مطلب یہ بیان کیا ہے کہ مومن کے قلب میں طاعت کی برکت سے کفر و معصیت کو آنے نہیں دیتا اور کافر کے قلب میں مخالفت کی نحوست سے ایمان و اطاعت کو نہیں آنے دیتا۔ یعنی مومن کے لئے ایمان اور اطاعت کی وجہ سے کفر و معصیت سے رکاوٹ بن جاتا ہے اور کافر کے لئے کفر و معصیت کی وجہ سے ایمان و اطاعت سے رکاوٹ بن جاتا ہے۔

۲۷۔﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ﴾
حضرت ابولبابہؓ کا اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھنا:
اوپر ذکر تھا کہ تم نافرمانی نہ کرو گے آگے ان نافرمانیوں میں سے ایک کا ذکر ہے۔ ابولبابہ بن عبد المنذرؓ صحابی ہیں جو یہود کے محلے میں رہتے تھے یہود سے لینے دینے کا معاملہ تھا حضور ﷺ نے ایک وفد بنو قریظہ کے پاس بھیجا ان میں ابولبابہؓ نے اشارہ کیا اور گلے پر ہاتھ پھیر کر قتل کی طرف اشارہ کیا کہ ذبح کریں گے اس وقت ان کو محسوس ہوا کہ میں تو حضور ﷺ کا نمائندہ تھا، آپ ﷺ کی بات میں خیانت کی بیوی کو کہا کہ مجھے ستون کے ساتھ باندھو۔ سات دن بندھے رہنے کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی جس ستون کے ساتھ حضرت ابولبابہؓ نے اپنے آپ کو باندھا تھا اس کا نام اسطوانۂ ابولبابہؓ ہے۔

﴿وَاعْلَمُوْا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾

ربط: اوپر ذکر تھا کہ بدر کے موقع پر اس لئے کامیابی ہوئی کہ تقویٰ کامل تھا آگے حکم ہے کہ آئندہ اگر ایسا کرو گے تو تم ہی کو غلبہ ہوگا۔

۳۰۔﴿وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

دارالندوہ میں آپ ﷺ کے قتل کا منصوبہ:

اوپر ذکر تھا کہ جب تم کمزور تھے اور لوگ تمہیں اُچک لینے کی کوشش کرتے تھے یہاں اس کے متعلق واقعہ بیان فرمایا۔ کہ ہجرت سے چند دن قبل کفار نے دارالندوہ میں مشورہ کیا۔ ایک نے کہا کہ آپ کو نظر بند کرو۔۔۔۔۔دوسرے نے کہا کہ جلا وطن کردو۔۔۔۔۔۔تیسرے نے کہا کہ اس کو قتل کردو۔۔۔۔۔۔آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سُلایا اور امانتیں حوالے کیں۔۔۔۔۔رات کے وقت آپ ﷺ نکلے۔۔۔۔۔۔ان کے سروں پر مٹی ڈال دی

۳۳۔﴿وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

(۱) ھم ای الکفار کعبہ میں طواف کرتے تو کہتے غفرانک اور ایک تفسیر قیل کے ساتھ یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ ھم ضمیر کا مرجع مومنین ہیں کہ مومنین جب تک استغفار کرتے رہیں گے اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

۳۸۔﴿ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ﴾

ربط: بدر والوں کی بات چل رہی تھی کچھ مارے گئے کچھ گرفتار ہوئے آگے فرمایا کہ تم کہہ دو ان لوگوں کو جو کافر ہیں کہ اگر تم رُک جاؤ گے تو تمہارے پہلے کئے ہوئے گناہ معاف ہوں گے۔

۴۱۔﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ﴾

ربط: اوپر پڑھا یسئلونک عن الانفال آگے اس کی تشریح کرتے ہیں۔

(۱) فانّ للّٰہ خُمُسہ میں اللہ کا نام تبرک کیلئے ہے یعنی اللہ کا حصہ برکت کے لئے

(۲) اللہ کے حکم سے تقسیم کرو۔

۴۳۔﴿اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا﴾

غزوہ بدر سے چندروز قبل خواب دیکھنا:

بدر کی روانگی سے چند دن قبل آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ تھوڑے سے لوگ ہیں جن سے ہم لڑ رہے ہیں تو اس سے مسلمانوں کی ہمتیں بلند ہوئیں۔

سوال: یہ ہوتا ہے کہ نبی کا خواب حقیقت ہوتی ہے آپ ﷺ نے خواب میں کفار کو کم دیکھا حالانکہ حقیقت میں کفار مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھے؟

جواب: تفسیر کبیر، روح المعانی، البحر المحیط، بیضاوی میں ہے کہ خواب کی حقیقت اور ہوتی ہے اور صورت اور ہوتی ہے۔ قلت سے مراد شکست تھی عادۃً قلت والوں کو شکست ہوتی ہے۔

۴۵۔﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾
ربط: پہلے ذکر تھا کہ بدر کے دن ہم نے تم کو امداد دی۔ بدر میں جو خوبیاں تم میں تھیں ان کی برکت سے اللہ نے تم کو کامیاب کیا۔ یہاں کامیابی کے اصول بیان فرمائے کہ مسلمان کافروں سے لڑیں تو ان اصولوں کو اپنائیں تو کامیابی نصیب ہوگی۔

۴۵۔﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾
حافظ ابن کثیرؒ نے روایات پیش کی ہیں ایک روایت زید بن ارقمؓ سے ہے کہ تین مقامات پر خاموش ذکر افضل ہے۔

(۱) عند التلاوۃ

(۲) عند الزحف میدان جہاد میں، نعرہ تکبیر زور سے لگاؤ ضرورت کے وقت۔

(۳) عند الجنازۃ جنازہ کے وقت آہستہ ذکر افضل ہے۔

۴۹۔﴿اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾
ربط: اوپر سے بدر کا قصہ چلا آ رہا تھا تو یہ آیات بھی بدر کے متعلق ہیں، مدینہ منورہ سے جب یہ کمزور تھوڑے سامان والے مسلمان کفار سے لڑنے جا رہے تھے تو منافقین اور ضعیف الایمان لوگوں نے کہا کہ ان کو اپنے دین نے دھوکے میں ڈالا کیونکہ ظاہری اسباب کمزور تھے۔

والذین فی قلوبهم مرض، بیضاوی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ضعیف الاعتقاد ہیں۔

۵۱۔﴿ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ﴾
کدأب آل فرعون کے تکرار پر سوال وجواب:

یہ ہے خبر مبتدا محذوف ہے دأب هؤلاء كدأب ال فرعون يا دأبهم كدأب ال فرعون (آیت ۵۲۔۵۴)

سوال: اس پر سوال لگا کہ یہاں کدأب ال فرعون کا تکرار ہے اور تکرار اچھا نہیں ہوتا۔

جواب: یہ ہے کہ تکرار نہیں بلکہ دونوں میں فرق ہے لفظی بھی اور معنوی بھی۔

لفظی فرق یہ ہے کہ پہلے (آیت ۵۲) میں ہے كدأب ال فرعون والذين من قبلهم كفروا بايت الله فأخذهم الله بذنوبهم الخ اور دوسری جگہ (آیت ۵۴ مین) ہے كدأب آل فرعون وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كذبوا بِاٰيٰتِ ربهم فاهلكنهم بذنوبهم و أغرقنا ال فرعون.

معنوی فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں اجمال ہے اور دوسری آیت میں تفصیل ہے کہ ان کو ہلاک کیا اور غرق کیا۔

۵۵۔﴿اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ﴾
ربط: اوپر غزوہ بدر کا ذکر تھا اب آگے بنو قریظہ کا رد شروع ہوا۔ بدر کی لڑائی کا سبب ایک یہ تھا کہ یہود نے کفار مکہ کو حملہ پر آمادہ کیا کمار واہ ابو داؤد اور اسباب میں تنافی نہیں ہے حالانکہ یہود بنی قریظہ کا آپ ﷺ سے معاہدہ تھا انہوں نے معاہدہ توڑا، ان کا ذکر ہے۔

۵۹۔﴿ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ﴾
ربط: جہاد کا ذکر تھا اب آگے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کافر اگر کسی موقع پر چھوٹ جائیں یا بچ جائیں تو یہ نہ سمجھیں کہ وہ چھوٹ گئے بلکہ اگلی دفعہ ہاتھ میں آئیں گے، بدر میں جورہ گئے۔

۶۱۔ ﴿ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا ﴾
اوپر جنگ کا ذکر تھا آگے صلح کا ذکر ہے رب تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صلح کی پیشکش تم نہ کرو کیونکہ اس وقت تم میں کمزوری محسوس کی جائے گی، ہاں اگر وہ پیشکش کریں تو ٹھیک ہے۔
۶۳۔ ﴿ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ﴾
اس سے مراد اوس اور خزرج کے قبیلے ہیں کہ اسلام سے پہلے ان کے درمیان دشمنی تھی اسلام کے بعد اللہ پاک نے ان کے درمیان محبت اور الفت ڈال دی۔
۶۴۔ ﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾
تفسیر بیضاوی، السراج المنیر، مدارک، ابوسعود میں یہاں دو ترکیبیں ہیں ایک یہ ہے کہ من کا لفظ مفعول ہے اور حسبک میں کاف ضمیر پر عطف ہے۔ دوسرا یہ کہ لفظ اللہ پر اس کا عطف ہے پہلی صورت میں معنی ہوگا کہ تجھے اور من تبعک کو اللہ کافی ہے دوسری ترکیب کے مطابق معنی ہوگا کہ اے نبی تجھ کو اللہ اور وہ لوگ جنہوں نے تیری پیروی کی کافی ہیں۔
۶۵۔ ﴿ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ﴾
ربط: اوپر قتال کا ذکر ہے آگے فرمایا کہ مومنوں کو جہاد پر اُبھاریں۔
۶۷۔ ﴿ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهٗ اَسْرٰی ﴾۔

بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر عتاب:

بدر کی لڑائی میں ستر کافر مارے گئے ستر گرفتار ہوئے اور مسلمانوں میں سے چودہ شہید ہوئے آٹھ انصار اور چھ مہاجر۔ ان ستر قیدیوں کے بارے میں اختلاف ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کا کیا کرنا چاہئے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ قتل کرنا چاہئے ہر آدمی اپنے عزیز کو قتل کردے، حضرت آپ ﷺ عباس کو، علی عقیل کو، اور میں اپنے ماموں کو اور ابوبکر اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کو۔ ابوسعود نے لکھا ہے کہ سعد بن معاذؓ کی رائے عمرؓ کے ساتھ تھی باقی صحابہ خاموش تھے ابوبکر صدیقؓ ٹھنڈی طبیعت کے آدمی تھے سنجیدگی سے بات کرتے، فرمایا کہ عمرؓ نے صحیح بات کی ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ ان قیدیوں کو اگر قتل کردیں تو اس میں اسلام کی بھی اور آپ کی بھی بدنامی ہوگی دوسری بات یہ کہ اگر قتل کردیں تو کفار کی عداوت اور بڑھ جائے گی۔ تیسری بات یہ ہے کہ ہوسکتا ہے ان میں سے کسی کو توفیق ہوجائے اور اسلام قبول کرلے۔ عمرؓ نے فرمایا کہ ابوبکر ایسا لگتا ہے کہ بیٹے کی محبت غالب آئی فرمایالا واللہ اسلام کو ذلت سے بچانے کیلئے، اس موقع پر ان حضرات نے کہا کہ حضرت ان سے فدیہ لے لو، ہر ایک سے چار چار سو درھم اگر کوئی فدیہ نہ دے سکتا ہو تو پڑھے ہوئے انھوں کو خط سکھلائیں۔

مسند احمد میں ہے کہ اللہ کا عذاب درخت کے قریب آگیا تھا اس وجہ سے کہ تم نے مال کی بات کی اور لالچ کی، خدا کو حضرت عمرؓ کی رائے پسند تھی۔

بیان القرآن وغیرہ میں ہے کہ اس سے تو بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اگر عذاب آتا تو آپ بھی نہ بچتے حالانکہ آپ ﷺ معصوم ہیں نیز قرآن میں آتا ہے **ما کان اللّٰہ لیعذبھم وانت فیھم** کہ جب تک آپ ان میں ہوں گے اللہ نہیں چاہتا کہ ان کو عذاب دے۔

جواب اس کا یہ ہے کہ اگر عذاب آتا تو آپ ﷺ بچ جاتے کیونکہ آپ معصوم ہیں اور وہ نہ بچتے۔

٦٨۔ ﴿ لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا أَخَذْتُمْ ﴾

تفسیر کبیر، روح المعانی، معالم التنزیل، فوائد عثمانیہ میں یہاں بہت باتیں ہیں۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے یہ طے ہوا تھا کہ آپ ﷺ کی موجودگی میں آپ کی اُمت کو سزا نہ ہوگی۔

(۲) اہل بدر کے لئے اللہ کا یہ فیصلہ ہے **اعملوا ماشئتم لقد غفرت لکم**

(۳) مجتہد کو اجتہادی غلطی کی وجہ سے سزا نہیں ہوتی مجتہد کے بارے میں فرماتے ہیں **المجتهد قد یخطی و قد یصیب**۔

(۴) جب تک صریح نہی پہلے نہ ہو تو سزا نہیں ہوتی یہاں پر بھی صریح نہی پہلے نہ تھی اس لئے سزا نہ ہوئی۔

٧٠۔ ﴿ يٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ أَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْأَسْرٰىٓ ﴾

ربط: اوپر بدر کے قیدیوں کا ذکر تھا آگے ان قیدیوں کے متعلق حکم ہے۔

٧٢۔ ﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ ﴾

پانچ چیزوں کی وجہ سے وراثت سے محرومی ہوتی ہے

مثلاً ایک بھائی مومن ہے ہجرت کی اس کا بھائی مومن ہے لیکن دارالحرب میں رہتا ہے تو وراثت نہیں ملے گی کیونکہ پانچ چیزوں کی وجہ سے وراثت سے محروم ہوتا ہے **کما فی السراجی**۔

(۱) غلامی (۲) قتل (۳) اختلاف دین (۴) اختلاف دار (۵) یہ کہ نبی کی اولاد ہوں۔

**دارالاسلام اور دارالحرب کی تعریفات:**

بعض نے دارالاسلام کی تعریف یوں کی ہے کہ **من اوله الی آخره** اس میں اسلام کے احکام نافذ ہوں

دوسری یہ کہ دارالاسلام وہ ہے کہ جس میں اسلام کے اہم ارکان میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔

دارالحرب وہ ہے جہاں کفار کا غلبہ ہو اور مسلمان کو عبادت نہ کرنے دیں ایسا دارالحرب کوئی نہیں ہے۔

٧٤۔ ﴿ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ﴾

**روافض کی تکفیر کا مسئلہ:**

اللہ تعالیٰ نے یہاں نہ تبعیض کا لفظ بولا ہے اور نہ من تبعیضیہ لایا ہے بلکہ فرمایا کہ وہ لوگ جو ایمان لائے ہیں اور مہاجر ہیں ۔۔۔۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے ایک رسالہ فارسی میں لکھا ہے "رد روافض" اردو میں اس کا ترجمہ بھی کیا گیا۔

حضرت سے سوال کیا گیا کہ روافض کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے فرمایا کہ یہ کافر ہیں۔

(۱) قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔

(۲) صحابہؓ کی تکفیر کرتے ہیں جبکہ قرآن کہتا ہے **أولئک هم المؤمنون حقًّا**۔

(۳) اپنے ائمہ کو معصوم سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پاس وحی آتی ہے نیز وہ اپنے اماموں کا درجہ نبیوں سے بڑھاتے ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ نبی کسی چیز کو حلال اور حرام کرتے ہیں لیکن شیعہ کہتے ہیں کہ **لهم یحلّون مایشاؤون و یحرمون مایشاؤون**۔ عوام تو عوام ہیں بعض علماء بھی شیعہ کی تکفیر میں تردد کرتے ہیں

(۱) ایک وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ شیعہ تقیہ کرتے ہیں اور تقیہ والے کا پتہ نہیں چلتا۔
(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ متقدمین کی اصطلاح میں شیعہ اور ہیں اور متاخرین علماء کے ہاں اور۔ متقدمین کے ہاں شیعہ وہ ہیں جو تمام صحابہؓ کو مسلمان سمجھیں خلافت راشدہ ہماری طرح مان لیں صرف حضرت علیؓ کا درجہ ابوبکر صدیقؓ سے بڑھائے یہ ان کے ہاں کافر نہیں متاخرین ان کو مطلقاً کافر سمجھتے ہیں ان کے کفر میں رتی برابر شک بھی نہیں ہے۔